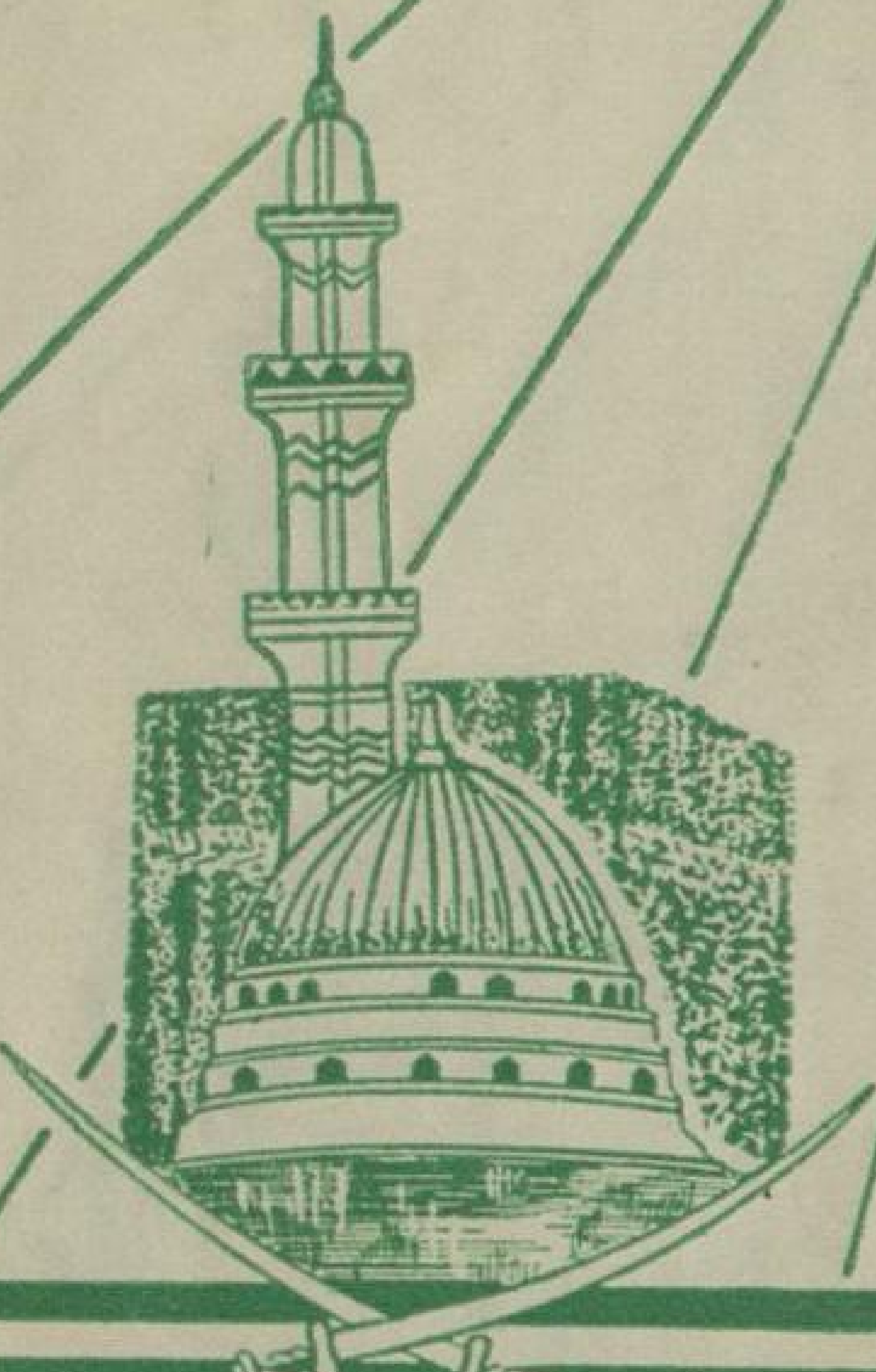
بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمانیات

اور بیشک ہم نے آسان کردیا قرآن کو

دعوتِ تفہیم دیتے ہیں ہراک انسان کو

تسہیل الفرقان



تالیف

ابو البشیر پالوا

پالوا ادارہ ناشرانِ تسہیل الفرقان ۴۲ - ایل بلاک ۲ پاکستان ایمپلائیز ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی ۲۹

۷۸۶

اور بیشک ہم نے آسان کر دیا قرآن کو
دعوتِ تفہیم دیتے ہیں ہر اک انسان کو

مضامین القرآن مسمّٰی بہ تسہیل الفرقان

ایمانیات

تالیف
ابوالبشیر پالوا

شائع کردہ
پالوا برادرس ناشران تسہیل الفرقان
پالوا منزل ۲۔۳ ایل ۲
پاکستان ایمپلائز ہاؤسنگ سوسائٹی۔ کراچی ۲۹ پاکستان
فون نمبر:۔ ۴۳۵۷۸۶

هدیه سولہ روپے

مطبوعہ
رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۰ھ ۔ سول اینڈ ملٹری پریس لمیٹڈ کراچی ۔ اگست سنہ ۱۹۸۰ء

تعارف

مضامین القرآن مسمّٰی بہ تسہیل الفرقان

قرآنِ کریم سے براہِ راست استفادہ کرنے کے لیئے سالہاسال کی مسلسل عرق ریزی کے بعد کلامِ مجید کے جملہ مضامین عام فہم سلیس اردو زبان میں کتاب تسہیل الفرقان کی شکل میں دس حصّوں میں مرتّب کیئے گئے ہیں۔ اس کی ایک جلد "ایمانیات" اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اسی طرح ہر حصّہ مناسب ابواب و عنوانات کے تحت ایسے جامع، مربوط اور مکمل طریقے سے ترتیب دیا گیا ہے کہ بغیر کلام مجید دیکھے اس کتاب سے ہی ہر عنوان کا پورا مضمونِ قرآنی معلوم ہو جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں جہاں کہیں کتبِ سابقہ کے مضامین کا ذکر ہے وہاں کتبِ سابقہ کی پوری عبارت مع حوالہ نقل کر دی گئی ہے اور جدید مباحث پر بھی سیر حاصل بحث موجود ہے

مشاہیر علمائے کرام اور ہر طبقہ کے اہلِ علم حضرات نے
اس کتاب کو پسند فرمایا ہے۔

مضامینِ قرآنی کا یہ بیش بہا ذخیرہ محض تبلیغی غرض سے شائع کیا جا رہا ہے، نفع کمانا مقصود نہیں ہے، جو کتابیں فروخت ہوتی ہیں ان کی رقم آئندہ حِصص کی طباعت و اشاعت پر صرف کی جاتی ہے۔ ہر حصّہ مضامین کے اعتبار سے مکمل اور مستقل حیثیت رکھتا ہے اس لیئے موجودہ جلدوں کو جلدی حاصل کر لیں تاکہ ان کے ختم ہو جانے پر دوسری اشاعت کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

الداعی الی الخیر
سردار اشرف حسین پالوا عفی عنہ

نوٹ: اس کتاب میں حوالہ کا طریقہ (سورت : آیت) رکھا گیا ہے مثلاً (۲۷ : ۳) کا مطلب یہ ہوگا کہ ستائیسویں سورت، النمل کی تیسری آیت۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین ایمانیات

نوٹ :- اس کتاب میں حوالہ کا طریقہ (سورت : آیت) رکھا گیا ہے - مثلاً (۲۷ : ۳) کا مطلب یہ ہوگا کہ ستائیسویں سورت النمل کی تیسری آیت :

فہرستِ سُوَرُ القرآن

نمبر سورت	نام سورت	نمبر پارہ	نمبر سورت	نام سورت	نمبر پارہ	نمبر سورت	نام سورت	نمبر پارہ
۵۵	الرّحمٰن	۲۷	۷۵	القیٰمۃ	۲۹	۹۵	التین	۳۰
۵۶	الواقعۃ	۲۷	۷۶	الدھر	۲۹	۱۶	العلق	۳۰
۵۷	الحدید	۲۷	۷۷	المرسلٰت	۲۹	۹۷	القدر	۳۰
۵۸	المجادلۃ	۲۸	۷۸	النبأ	۳۰	۹۸	البینۃ	۳۰
۵۹	الحشر	۲۸	۷۹	النّٰزعٰت	۳۰	۹۹	الزلزال	۳۰
۶۰	الممتحنۃ	۲۸	۸۰	عبس	۳۰	۱۰۰	العٰدیٰت	۳۰
۶۱	الصف	۲۸	۸۱	التکویر	۳۰	۱۰۱	القارعۃ	۳۰
۶۲	الجمعۃ	۲۸	۸۲	الانفطار	۳۰	۱۰۲	التکاثر	۳۰
۶۳	المنافقون	۲۸	۸۳	التطفیف	۳۰	۱۰۳	العصر	۳۰
۶۴	التغابن	۲۸	۸۴	الانشقاق	۳۰	۱۰۴	الھُمزۃ	۳۰
۶۵	الطّلاق	۲۸	۸۵	البروج	۳۰	۱۰۵	الفیل	۳۰
۶۶	التحریم	۲۸	۸۶	الطارق	۳۰	۱۰۶	القریش	۳۰
۶۷	الملک	۲۹	۸۷	الاعلیٰ	۳۰	۱۰۷	الماعون	۳۰
۶۸	القلم	۲۹	۸۸	الغاشیۃ	۳۰	۱۰۸	الکوثر	۳۰
۶۹	الحاقۃ	۲۹	۸۹	الفجر	۳۰	۱۰۹	الکافرون	۳۰
۷۰	المعارج	۲۹	۹۰	البلد	۳۰	۱۱۰	النصر	۳۰
۷۱	نوح	۲۹	۹۱	الشمس	۳۰	۱۱۱	اللھب	۳۰
۷۲	الجن	۲۹	۹۲	الیل	۳۰	۱۱۲	الاخلاص	۳۰
۷۳	المزمل	۲۹	۹۳	الضحیٰ	۳۰	۱۱۳	الفلق	۳۰
۷۴	المدثر	۲۹	۹۴	الانشراح	۳۰	۱۱۴	النّاس	۳۰

۷۸٦

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ

ایک حدیثِ قدسی میں پیدائشِ کائنات کے بارے میں ارشادِ باری ہے کہ "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میری ذات پہچانی جائے، پس میں نے زمین و آسمان یعنی کائنات کو پیدا کیا" اس سے پتہ چلتا ہے کہ ساری کائنات کی پیدائش کا مقصد "معرفتِ الٰہی" یعنی اللہ تعالیٰ کی پہچان ہے۔

اس مقصد کو پورا کرنے کے لیئے دو چیزوں کا ہونا لازمی تھا۔ ایک تو وُہ مخلوق جو اس خالق کو پہچانے اور دُوسرے اس مخلوق کی بقا کا سامان تاکہ وُہ ایک معتد بہ زمانہ تک موجود رہ کر اس پروگرام کی تکمیل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے وُہ مخلوق یکے بعد دیگرے جنوں اور انسانوں کی شکل میں پیدا فرمائی اور ان کی بقا کا سامان ان کی پیدائش سے بھی ہزارہا سال پہلے فرما دیا اور حصولِ معرفت کے طریقہ کو عبادت سے تعبیر فرما کر جنّ و انس کی پیدائش کا مقصد ہی عبادت قرار دیا، اور کائنات کی تمام چیزوں کو مسخر کر کے اس مخلوق کی خدمت کے لیئے کام پر لگا دیا۔ (۱۵: ۲٦-۲۷؛ ۵۱: ۵٦؛ ۱۴: ۳۲-۳۴)

عبادت کے دو بڑے شعبے ہیں، جن میں سے ایک کا تعلق قلب اور زبان کے ساتھ ہے اور دُوسرے کا جسم کے اعضاء و جوارح کے ساتھ۔ جیسا کہ حدیثِ جبرئیل[۵] سے صاف

---

۵ حدیثِ جبرئیلؑ ایک مشہور حدیث ہے، جس کو تمام ائمہ حدیث نے اپنے اپنے مجموعہ احادیث میں

ظاہر ہے۔ اوّل الذکر کا نام ایمان اور مؤخر الذکر کا نام عبادت قرار پایا۔ عبادت میں اس درجہ حسن پیدا کرنا کہ گویا عبادت گزار اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، یا کم از کم یہ تصور کرنا کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے، احسان ٹھہرا۔ اسی حدیث میں ایمان کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے کہ "تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اور آخرت کے دن پر اور اس بات پر کہ تقدیر اچھی اور بری سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔"

ظاہر ہے کہ ایمان جس درجہ خالص، کامل اور قوی ہو گا، اسی درجہ عبادت یعنی عمل میں اخلاص و احسان کا پہلو نمایاں ہو گا اور جس درجہ ایمان میں شرک وغیرہ کی آمیزش (Adulteration) ہوتی چلی جائے گی، اسی درجہ عمل کی قوت غلط راستے پر پڑ کر ہلاکت کا ذریعہ بنتی جائے گی اسی لیے اسلام میں صحیح طور پر داخل ہونے کے لیے شرک سے پاک بالکل خالص ایمان پر زور دیا گیا، اور شرک آمیز اسلام کو شیطان کا طریقہ اور بہت بڑا خسارہ قرار دیا گیا (۲ : ۲۰۸ تا ۳۹ : ۲، ۳، ۱۱-۱۵)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اغوائے شیطانی سے بچانے کے لیے پیغمبران علیہم السلام کو بھیجنے کا سلسلہ جاری کیا، جو ہر زمانے میں بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے، ان ان زمانوں کے حالات اور انسان کی صلاحیتوں کے مطابق احکامِ خداوندی لے کر آتے رہے۔ جب حضرت انسان کی صلاحیتوں کے نقطۂ عروج پر پہنچنے کا زمانہ قریب آیا تو باری تعالیٰ نے سب سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) شامل کیا ہے۔ اس میں اس واقعہ کا بیان ہے جبکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بنفس نفیس ایک انسانی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور نہایت بے تکلفی سے سوال و جواب کی شکل میں اصولِ دین کو واضح فرما گئے۔ تمام حاضرین صحابہ کرام رضؓ نے آپ کو دیکھا، آپ کے کلام کو سنا اور اس پورے واقعہ کو آگے بیان کیا۔

آخر میں تمام انسانوں میں سے اپنے سب سے اوّل اور سب سے زیادہ فرماں بردار اور عبادت گزار بندے کو کامل شریعت کے ساتھ تمام بنی نوع انسان کے لیئے کافی وشافی بشیر ونذیر اور بہترین نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا، اور آپؐ کی ذاتِ اقدس پر رسالت اور نبوّت کو ختم کر دیا۔ اس پیغمبرِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ دیکھو! میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھ کو تمام جہان والوں کے لیئے رسُول بنا کر بھیجا ہے۔ وُہ ذاتِ برحق، قادرِ مطلق خالق مالک، رازق، غرضیکہ سب ہی کچھ ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ہر چیز اسی سے مانگو۔ صرف اسی کی عبادت کرو، اس کی ذات صفات اور احکام میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ اسی کی رضامندی چاہو اور سب سے زیادہ محبت بھی اسی سے کرو اور اس کے ساتھ اپنی اس محبت کے ثبوت میں میری اتباع کرو تاکہ وُہ غفور ورحیم خدا تمہارے گناہ بخش دے اور تم سے محبت کرنے لگے۔ (۴۱ : ۶؛ ۳۹ : ۱۲؛ ۴۳ : ۸۱؛ ۷ : ۱۵۸؛ ۳۴ : ۲۸؛ ۳۳ : ۲۱، ۴۰؛ ۲۵ : ۱-۳؛ ۲۷ : ۶۰-۶۴؛ ۲۲ : ۳۰-۳۱؛ ۱۸ : ۲۶، ۱۱۰؛ ۵ : ۱۶؛ ۲ : ۱۶۵؛ ۳ : ۳۱)

انسان کی عقلِ نارسا زیادہ سے زیادہ وہیں تک کام کرتی ہے جہاں تک اس کے حواس یا فکر کی رسائی ہوتی ہے اس سے آگے یا تو وُہ تھک کر بیٹھ جاتی ہے یا ایسے اصُول پر چل نکلتی ہے جو حقیقت سے دُور ہونے کی وجہ سے انتہائی تباہ کن ہوتے ہیں۔ اس لیئے باری تعالیٰ نے حضرت انسان کی رہنمائی کے لیئے ہر زمانے میں اپنے احکام وحی کے ذریعے نازل فرمائے جو کتابوں کی شکل میں دنیا میں اتنی اتنی مدّت تک محفوظ رہے جتنی مدّت کیلئے ان کا نفاذ مقصود تھا۔ پھر سب سے آخر میں ان تمام احکام کا مکمل اور آخری ایڈیشن قرآن کریم کی شکل میں اپنے آخری رسُول حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل فرما کر اس کی حفاظت وتشریح کا خود ذمہ لیا اور قیامت تک کے لیئے روشنی کا عظیم الشان مینار قائم کر دیا تاکہ اس کی روشنی میں لوگ زندگی بسر کریں۔ (۵ : ۳؛

(۲۶ : ۱۹۲-۱۹۵ ؛ ۱۵ : ۹ ؛ ۷۵ : ۱۷-۱۹ ؛ ۴ : ۱۷۴ ؛ ۵۷ : ۶)

انسان جب عملی زندگی میں قدم رکھتا ہے تو اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ (یعنی جو چاہو عمل کرو) کے محدود اختیار کو اپنی کوششوں سے بروئے کار لاتا ہے اس کی کوششیں چونکہ مختلف ہوتی ہیں، اس لیئے بعض اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور بعض ناکام رہتے ہیں۔ یہ دونوں حالتیں اس کے لیئے مہلک ثابت ہو سکتی ہیں۔ دنیوی کامیابی کی صورت میں وہ نمرود، فرعون، ہامان، شداد، قارون بھی بن سکتا ہے اور ناکامی کی صورت میں شیطانِ لعین کی طرح رحمتِ خداوندی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے مایوس ہو کر ابلیس کا لقب حاصل کر کے دوسروں کو گمراہ کرنے کا ٹھیکیدار بھی بن سکتا ہے ایسے مواقع پر اس کو سنبھالا دینے کے لیئے عقیدۂ تقدیر کو لازمی قرار دیا گیا تاکہ وہ اپنی کامیابی پر اترانے نہ لگے، اور ناکامی پر مایوسی کا شکار نہ ہو جائے۔ (۲ : ۲۵۸ ؛ ۴ : ۹۲ ؛ ۵۳ : ۳۹-۴۰ ؛ ۲۹ : ۳۹ ؛ ۲۸ : ۷۶-۸۳ ؛ ۳۸ : ۷۱-۸۵ ؛ ۵۷ : ۲۲-۲۳)

حضرت انسان کو سرکشی سے روکنے کے لیئے یہ بھی بتلا دیا گیا کہ اس دنیا میں جو کچھ تو کرے گا، اس کا حساب دینے کے لیئے تجھے اس دنیوی زندگی کے اختتام پر اپنے خالقِ حقیقی کی عدالت میں حاضر ہونا ہوگا، جہاں تیرے نیک و بد تمام اعمال کا مکمل ریکارڈ مع فلم کے پیش کیا جائے گا جس کو تو خود پڑھ کر دیکھ لے گا۔ پھر تیرے نیک و بد اعمال کا موازنہ ہوگا اور اس میزانِ عدل میں اگر تیری نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا تو تو ہمیشہ عیش و آرام میں رہے گا۔ اور اگر تیری برائیوں کا پلڑا جھک گیا تو دائمی عذاب میں مبتلا رہے گا جس کے بعد پھر کبھی موت نہ آئے گی اور اسی حالت میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ (۳۹ : ۷ ؛ ۱۷ : ۱۳-۱۴ ؛ ۲۱ : ۴۷ ؛ ۷ : ۸-۹ ؛ ۱۰۱ : ۶-۹ ؛ ۲۰ : ۷۴-۷۶)

مذکورہ بالا چھ باتوں پر یقین رکھنے کا نام ایمان قرار پایا اور ان کے انکار کو کفر قرار دیا گیا۔ ہم نے اس سلسلے میں قرآن و حدیث سے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

احکام کو اپنی بساط کے مطابق یکجا جمع کرنے کی سعی بلیغ کی ہے۔ اول الذکر دو شعبوں یعنی توحید[۱] اور رسالت[۲] کی تفصیل الگ ایک جلد میں شائع ہو چکی ہے اور باقی ماندہ چار یعنی ملائکہ[۳]، کتابیں[۴]، تقدیر[۵] اور بعثت[۶] اس جلد میں آپ کے ہاتھوں میں ہے، اسی طرح عبادات، معاملات، اقتصادیات، سیاست وغیرہ سے متعلق احکام الگ الگ جلدوں میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ اہلِ علم حضرات ان سے فائدہ حاصل کریں گے اور اپنے مفید مشوروں سے نوازیں گے۔

ہم سب پر لازم ہے کہ اپنے ایمان کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی حدود میں استوار کر کے، رحمتِ مجسم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو اپنے لیئے نمونہ بنا کر زندگی کے ہر دور سے مردانہ وار گزرنے کی کوشش کریں، تاکہ اس دنیا میں امن و چین کے حصول کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور رضا حاصل ہو سکے اور اس دنیا کی زندگی ہمارے لیئے نجاتِ اخروی کا ذریعہ بن جائے۔ آمین!

یکم ربیع الاول ۱۳۹۹ھ
مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۷۹ء
بروز منگل

خادم العلماء والدین
ابو البشیر محمد حسین پاٹوا عفی عنہ
پاٹوا منزل - ۴۲ - ایل / ۲
پاکستان ایمپلائز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی
کراچی ۲۹ (پاکستان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

باب ا۔ ملائکہ

ا۔ ملائکہ کا وجود

ا۔ پیدائش

فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (۲ : ۲۸۵)

فرشتے اللہ تعالیٰ کے معزز اور فرمانبردار بندے ہیں۔ (۲۱ : ۲۶-۲۷)

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا۔

(۲ : ۳۴؛ ۷ : ۱۱؛ ۱۷ : ۶۱؛ ۱۸ : ۵۰؛ ۲۰ : ۱۱۶)

فرشتوں کے پر ہوتے ہیں جن کی تعداد مختلف ہے۔ (۳۵ : ۱)

فرشتوں میں مؤنث بالکل نہیں ہیں۔ (۳۷ : ۱۴۹-۱۵۰)

آخرت پر ایمان نہ لانے والے فرشتوں کے نام مؤنث ناموں پر رکھتے ہیں۔ (۵۳ : ۲۷)

یہ لوگ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تو نہ تھے جو ان کی بات درست مانی جائے

(۴۳ : ۱۹)

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ملائکہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں، اور جنوں کو آگ کے دخان آلود شعلوں سے پیدا کیا گیا ہے اور آدم علیہ السلام اس چیز سے جو تمہیں تبلا دی گئی ہے (یعنی مٹی سے) (مسلم)

(۲) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسرافیل علیہ السلام کو ان کی پیدائش کے دن سے اس شکل پر پیدا کیا ہے کہ وہ سرو قد کھڑے ہوئے ہیں اور اپنی نگاہ نہیں اٹھاتے ان کے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے درمیان نور کے ستّر پردے حائل ہیں، جن میں کوئی پردہ ایسا نہیں جس سے وہ قریب ہوں اور وہ جل کر خاک نہ ہو جائیں۔ (ترمذی)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ اور ان کی ذریت کو پیدا کیا تو فرشتوں نے کہا آپ نے ان کو خصوصیات کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ وہ کھاتے پیتے ہیں، شادیاں کرتے ہیں اور سواریوں پر سوار ہوتے ہیں، اس لیئے دنیا کو ان کے لیے مخصوص کر دیجئے اور ہمارے لیئے آخرت کو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس مخلوق کو میں نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا ہے اور جس میں مَیں نے اپنی رُوح پھونکی ہے، اس کو میں اس مخلوق کی طرح نہیں بناؤں گا، جس کے لیئے میں نے "کُن" کہا اور وہ موجود ہو گئی۔ (بیہقی)

۲۔ صفات

فرشتے نہ تو عبادتِ الٰہی سے سرکشی کرتے ہیں اور نہ سستی، بلکہ وُہ تو دن رات (ہر وقت) اللہ تعالیٰ کی عبادت و تسبیح میں مشغول رہتے ہیں اور تھکتے نہیں ہیں۔ (۲۱ : ۱۹-۲۰؛ ۴۱ : ۳۸)

عبادتِ الٰہی سے کسی وقت بھی تکبّر نہیں کرتے۔ بس تسبیحِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ (۷ : ۲۰۶)

اور ہر وقت صف باندھے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ (۳۷ : ۱۶۵-۱۶۶)

اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا، اس سے ڈرتے رہنا اور اس کے احکام کی تعمیل کرنا ہی ان کا کام ہے۔ وُہ تکبّر تو کرتے ہی نہیں۔ (۱۶ : ۴۹-۵۰)

حاملینِ عرش بھی ہر وقت تسبیحِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ (۴۰ : ۷)

اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے کے ساتھ ساتھ فرشتے مومنوں اور اہلِ زمین کے لیے بخشش بھی مانگتے رہتے ہیں۔ (۴۰ : ۷؛ ۴۲ : ۵)

قیامت کے دن سب فرشتے عرشِ الٰہی کے گرد جمع ہوں گے۔ (۳۹ : ۷۵)

لیکن وُہ اللہ تعالیٰ کے جلال سے اتنا کانپتے ہیں کہ بغیر اذنِ الٰہی کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے، اور نہ اللہ تعالیٰ سے بات کرنے میں سبقت کر سکتے ہیں بلکہ وُہ تو اس کے احکام کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں۔ (۲۱ : ۲۶-۲۷)

شبِ قدر میں خاص طور پر دنیا میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ (۹۷ : ۴)

حدیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :-

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لیلۃ القدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں، اور جو بندے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں، خواہ یہ ذکر کھڑے ہو کر کرتے ہوں یا بیٹھ کر، ان کے لیئے یہ فرشتے بخشش کی دُعا کرتے ہیں۔ پھر جب ان کی عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال پر فخر کا اظہار کرتے ہوئے فرشتوں سے فرماتا ہے۔ اے میرے ملائکہ! جب کوئی مزدور اپنی مزدوری پوری کرلے تو اس کا بدلہ کیا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! اس مزدور کا بدلہ یہ ہے کہ اس کی مزدوری اس کو پوری پوری دے دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے ملائکہ! میرے غلاموں اور میری لونڈیوں نے اس فریضہ کو جو میں نے ان پر عائد کیا تھا پورا کر دیا، پھر میرا نام بلند کرتے ہوئے عید کی نماز کے لیئے نِکلے، مجھ کو اپنی عزت، اپنے جلال، اپنے کرم اور اپنی بلند شان کی قسم، بے شک میں ان کی دُعا قبول کروں گا۔ پھر بندوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے، جاؤ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، بے شک میں نے تم سب کی مغفرت کر دی اور تمہاری خطاؤں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگ عیدگاہ سے اس حال میں لوٹتے ہیں کہ وُہ بخشے بخشائے ہوتے ہیں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

۲۔ اقسام و فرائضِ ملائکہ

۱۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسُول منتخب فرماتا ہے۔ ان کے دو دو اور تین

تین اور چار چار پر ہوتے ہیں، اور وہ پیدائش میں جس کو چاہتا ہے، اس سے بھی بڑھا دیتا ہے (فرشتوں میں سے رسُول اس لیئے تاکہ وہ اس کے احکام انسان رسولوں تک پہنچائیں اور انسانوں میں سے اس لیئے چنتا ہے تاکہ وہ احکام تمام انسانوں تک پہنچائیں)۔ (۲۲: ۷۵ و ۳۵: ۱)

(باری تعالیٰ نے اس کام کے لیئے فرشتوں میں سے حضرت جبرئیل علیہ السّلام کو منتخب فرمایا اور) حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآنِ کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک پر نازل فرمایا۔ حضرت جبرئیل کو رُوح القدس اور رُوح الامین بھی کہتے ہیں۔ (۲: ۹۷ و ۱۶: ۱۰۲ و ۱۹: ۶۴ و ۲۶: ۱۹۲-۱۹۵)

حضرت جبرئیل علیہ السّلام بڑے معزز پیغامبر ہیں اور صاحبِ عرش (یعنی اللہ تعالیٰ) کے ہاں بڑے طاقتور، زور آور اور مرتبے والے ہیں۔ (۵۳: ۵-۶ و ۸۱: ۱۹-۲۰)

آپ کا کہا مانا جاتا ہے اور آپ بڑے معتبر ہیں۔ (۸۱: ۲۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلی وحی کے نزول پر) آپ کو آسمان کے صاف کنارے پر دیکھا۔ (۸۱: ۲۳)

اور پھر دوسری مرتبہ (سفرِ معراج میں) سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ (۵۳: ۱۳-۱۴)

اللہ تعالیٰ، جبرئیلؑ اور نیک بخت ایمان والے سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہیں۔ اور ان کے علاوہ تمام فرشتے بھی آپؐ کے مددگار ہیں۔ (۶۶: ۴)

(مجرم قوموں کو عذاب دینے کے لیئے جو فرشتے مقرر ہوتے تھے، ان میں حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السّلام کی حیثیت بہت نمایاں ہوتی تھی۔ اس طرح کے عذاب بنی اسرائیل پر بہت دفعہ آئے اس لیئے بنی اسرائیل یہ کہتے تھے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان تو لے آئیں، مگر ان پر جو فرشتہ وحی لے کر آتا ہے وہ ہمارا دشمن ہے۔ اس پر ارشادِ باری ہوا کہ) جو کوئی جبرئیلؑ سے عداوت رکھتا ہو وہ سُن لے کہ وہی تو قرآن

کو ہمارے حکم سے آپؐ کے قلب مبارک پر نازل کرتے ہیں اور یہ قرآن تمام سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ پھر جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور رسولوں کا اور جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کا دشمن ہو، تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کا دشمن ہے۔ (۲:۹۷-۹۸)

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم:۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وحی کے سلسلہ میں سب سے پہلی چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع کی گئی، وہ سوتے میں سچے خوابوں کا نظر آنا تھا۔ آپؐ جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر روشن صبح کی مانند نظر آجاتی اس کے بعد آپ کو تنہائی پسند آنے لگی اور آپؐ غارِ حرا کے اندر گوشہ نشین رہنے لگے۔ غارِ حرا میں آپؐ عبادت فرمایا کرتے تھے اور کئی کئی روز عبادت میں مشغول رہتے تھے، اور یہ اس وقت جب آپؐ کی خواہش گھر کے لوگوں کی طرف نہ ہوتی تھی۔ آپؐ کھانا لے جاتے (اور جب وہ ختم ہو جاتا) تو خدیجۃ الکبریٰؓ کے پاس آتے اور جتنے دن غارِ حرا میں قیام کا ارادہ ہوتا اتنے دن کا سامان پھر لے جاتے، یہاں تک کہ آپؐ کے پاس حق آیا اور آپؐ اس وقت غارِ حرا میں تھے، فرشتہ آپؐ کے پاس آیا اور کہا پڑھیئے! آپؐ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ نے مجھ کو پکڑ لیا اور خوب بھینچا یہاں تک کہ میں تھک گیا پھر فرشتہ نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھیئے! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس نے مجھ کو پھر پکڑ لیا اور خوب دبایا۔ یہاں تک کہ میں تھک گیا پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر کہا پڑھیئے! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے مجھ کو پھر پکڑ لیا اور تیسری مرتبہ سینے سے لگا کر مجھے خوب بھینچا یہاں تک کہ میں تھک گیا اس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھیئے! اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۝ {یعنی اپنے اس پروردگار کے نام سے پڑھیے جس نے (آپ کو اور سب کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھیے! اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا} (بخاری بطولہ)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انقطاعِ وحی کا حال اس طرح سنا ہے کہ میں جا رہا تھا کہ آسمان سے میں نے ایک آواز سنی۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھ کو وہ فرشتہ نظر آیا جو حرا میں میرے پاس آیا تھا۔ یہ فرشتہ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ میرے دل میں اس سے رعب و خوف پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں زمین پر گر پڑا۔ پھر میں اپنے گھر آیا اور کہا کہ مجھ کو (کپڑا) اڑھا دو۔ چنانچہ کپڑا اڑھا دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ {یعنی اے کپڑے میں لپٹنے والے! اٹھیے پھر (لوگوں کو) ڈر سنائیے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے اور گندگی سے دور رہیے} (بخاری، مسلم)

(۳) حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی نے بیان کیا اور انس رضی کہتے ہیں کہ ان سے مالک بن صعصعہ رضی نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کا حال صحابہ رضی سے بیان فرمایا جس میں آپ صلعم کو آسمان پر لے جایا گیا تھا۔ چنانچہ آپ صلعم نے فرمایا کہ میں حطیم یا حجر (کعبہ) میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور یہاں سے یہاں تک میرے سینہ کو چیرا۔ مالک رضی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کے گڑھے سے ناف تک اشارہ کر کے

فرمایا کہ یہاں سے یہاں تک میرے سینہ کو شق کیا اور پھر فرمایا کہ پھر میرے دِل کو نکالا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اس میں میرے دل کو دھویا، پھر دل میں (ایمان) بھرا گیا اور پھر دل کو سینے کے اندر رکھ دیا گیا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ پھر میرے پیٹ کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا، پھر اس میں ایمان و حکمت کو بھرا گیا اور پھر سواری کا جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا۔ یہ جانور سفید رنگ کا تھا اور اس کا نام براق تھا۔ اس کا ایک قدم حدِ نظر تک اٹھتا تھا۔ پھر مجھ کو اس پر سوار کیا گیا۔ پھر جبرئیلؑ مجھ کو لے کر چلے، یہاں تک کہ میں آسمانِ دنیا تک پہنچا.... اس کے بعد معراج کا پورا بیان ہے۔ (بخاری و مسلم بطولہٖ۔ مشکوٰۃ)

④ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے قول فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی (کی تفسیر) میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا۔ ان کے چھ سو پر تھے۔ (بخاری)

۲۔ حضرت میکائیل علیہ السلام

ف۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کے سپرد پہاڑوں، سمندروں، بارش، زلزلے اور بے شمار آفاتِ سماوی کا شعبہ ہے اور مختلف قوموں پر عذاب آنے کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی ان کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اس بنا پر بنی اسرائیل ان سے دشمنی رکھتے تھے۔ اس پر ارشادِ باری ہوا :-

جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیلؑ و میکائیل کا

دشمن ہو (وہ سن لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کا دشمن ہے۔ (۲: ۹۸)

حدیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم:۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! کیا احد کے دن سے بھی زیادہ سخت دن آپؐ پر کوئی گزرا ہے؟ فرمایا میں نے تیری قوم سے وہ کچھ دیکھا جو احد سے بھی زیادہ سخت ہے اور سب سے زیادہ سخت دن جو مجھ پر گذرا ہے اور جس میں میں نے تیری قوم سے ایسی تکالیف اٹھائی ہیں جو تمام عمر بھر کبھی نہیں اٹھائیں، وہ عقبہ کا دن اور عقبہ کے مصائب ہیں، جب میں نے اپنے آپ کو (یعنی اپنی دعوتِ اسلام کو) ابن عبد یا لیل بن کلال کے سامنے پیش کیا اور اس نے میری خواہش پوری نہ کی۔ میں وہاں سے غمگین اور رنجیدہ چل دیا۔ مقامِ قرن ثعالب میں پہنچ کر مجھے ہوش آیا (یعنی سراسیمگی کی حالت رفع ہوئی) میں نے سر اٹھایا تو مجھ کو ابر کا ایک ٹکڑا نظر آیا جو مجھ پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ پھر میں نے اس میں جبرئیلؑ کو دیکھا۔ جبرئیلؑ نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا۔ خداوند بزرگ و برتر نے آپؐ کی قوم کی بات کو سنا اور آپؐ کی بات کا اس نے جو جواب دیا اس کو بھی سنا۔ اب خدا نے آپؐ کے پاس پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے تاکہ آپؐ اس کو جو حکم دیں وہ بجالائے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھ کو مخاطب کر کے سلام کیا اور پھر کہا۔ اے محمدؐ! خدا تعالیٰ نے آپؐ کی قوم کی بات کو سنا اور مجھ پہاڑوں کے فرشتہ کو آپؐ کی خدمت میں بھیجا ہے، تاکہ میں آپؐ کا حکم بجالاؤں۔ اگر آپؐ فرمائیں تو اخشبین کے دونوں پہاڑوں کو میں ان کفار پر الٹ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (میں ان کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا) بلکہ مجھ کو امید ہے کہ خداوند تعالیٰ ان کی اولاد میں ایسے لوگ پیدا کر دے جو یکتا و تنہا خدا کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ

کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ (بخاری، مسلم)

ف۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کے ماتحت بے شمار فرشتے کام کرتے ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر مختلف انداز میں قرآنِ کریم میں آیا ہے:۔

(اللہ تعالیٰ) وہی ہے جو تم کو بجلی دکھلاتا ہے، جس سے ڈر بھی پیدا ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے، اور وُہ (بخاراتِ آبی سے بھرے ہوئے) بھاری بادلوں کو اٹھاتا ہے اور (بادلوں میں) گرجنے والا اور (دیگر) فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس کی حمد اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کڑک بجلیاں بھیجتا ہے اور پھر جس پر چاہے ان کو گرا دیتا ہے۔ (۱۳: ۱۲-۱۳)

اللہ تعالیٰ فرشتوں کو صرف فیصلہ ہی کے لئے نازل کیا کرتا ہے، اور اس وقت ان (مجرموں) کو مہلت نہیں دی جاتی۔ (۱۵: ۸)

قومِ لوط کو تباہ کرنے والے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر مہمان بن کر آئے ان کو اور ان کی اہلیہ محترمہ کو بیٹے کی بشارت دینے کے بعد جب کھل کر باتیں ہوئیں تو انہوں نے بتایا کہ قومِ لوط کو تباہ کرنے جا رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ازراہِ شفقت ان سے بحث بھی کی تاکہ عذاب ٹل جائے۔ مگر انہوں نے یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم صادر ہو چکا ہے اور اب اس کے ٹلنے کی کوئی گنجائش نہیں اور پھر جا کر اس بستی کو تباہ کر دیا اور سوائے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ پر ایمان لانے والوں کے اور کوئی نہ بچا۔ (۱۱: ۶۹-۸۳ ، ۵۱: ۲۴-۳۷)

۳۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام

ف۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام شعبۂ اموات کے انچارج ہیں۔ ان کے ماتحت

بے شمار فرشتے اس کام پر مقرر ہیں۔ ان کو ملک الموت کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:۔
(اے رسولؐ!) آپ فرما دیجئے کہ تمہاری جان ملک الموت (موت کا فرشتہ) قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر ہے۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے۔ (۳۲:۱۱)
آپ اس وقت دیکھیں جب اللہ پر جھوٹ باندھنے والے ظالم لوگ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور فرشتے (ان کی طرف) ہاتھ بڑھاتے ہیں (اور کہتے ہیں) نکالو اپنی جانیں! آج تم کو ذلّت کا عذاب دیا جائے گا بسبب اس کے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹی باتیں کہتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبّر کرتے تھے۔ (۶:۹۳)

ف۔ حضرت عزرائیل علیہ السّلام کے ماتحت جو فرشتے کام کرتے ہیں ان میں سے بعض کے فرائض اس طرح بیان کئے گئے ہیں:۔

اَلنَّازِعَات۔ (کافروں اور گنہگاروں کے جسم میں) غوطہ لگا کر جان کو گھسیٹ لانے والے فرشتے۔ (۷۹:۱)
اَلنَّاشِطَات۔ (نیک مومن بندوں کی) جان کا بند کھولنے والے فرشتے (۷۹:۲)
اَلسَّابِحَات۔ (مرنے والوں کی جان کو لے کر) ہوا میں تیرنے والے فرشتے (۷۹:۳)
اَلسَّابِقَات۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے فرشتے۔ (۷۹:۴)
اَلْمُدَبِّرَات۔ (احکام خداوندی کی تعمیل میں) کام تدبیر کرنے والے فرشتے۔ (۷۹:۵)

۴۔ حضرت اسرافیل علیہ السّلام

ف۔ قیامت سے متعلق بڑا اہم واقعہ نفخ صور کا ہے۔ یہ دو مرتبہ ہوگا۔ نفخۂ اوّل پر تمام مخلوق تباہ ہو جائے گی اور نفخۂ ثانیہ پر سب اٹھ کر میدانِ حشر کی

طرف رواں دواں ہو جائیں گے۔ نفخ صور اتنا اہم کام ہے کہ باری تعالیٰ نے ایک فرشتہ مستقل طور پر اس پر لگا رکھا ہے۔ اس فرشتہ کا نام حضرت اسرافیل علیہ السلام ہے۔ قرآن کریم میں نفخ صور کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے:۔

جب اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ (قیامت کا) قریب آلگے گا تو سدِّ ذوالقرنین ڈھا کر برابر کر دی جائے گی، یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا، وہ موج در موج نکل پڑیں گے اور ہر بلندی پر سے تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے آئیں گے (ان کو دیکھ کر) اچانک کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور صور پھونک دیا جائے گا (۲۱: ۹۷؛ ۱۸: ۹۸-۹۹)

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو..... (۷۴: ۸)

یہ وعید (یعنی ڈرانے) کا دن ہوگا۔ (۵۰: ۲۰)

کافروں کے لئے تو یہ دن بہت ہی سخت ہوگا۔ (۷۴: ۹-۱۰)

زمین و آسمان میں جو کوئی بھی ہے، اِلّا ماشاء اللہ، سب گھبرا کر بے ہوش ہو جائیں گے۔ (۲۷: ۸۷؛ ۳۹: ۶۸)

زمین و آسمان اٹھا کر ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ پہاڑ ریت کی مانند ہو جائیں گے آسمان پھٹ کر کھل جائے گا، اس میں دروازے ہو جائیں گے اور وہ بودا ہو کر بکھر جائے گا۔ اور فرشتے آسمان کے کناروں پر آجائیں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی۔ اس روز تمہارے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (۶۹: ۱۳-۱۷؛ ۷۸: ۱۸-۲۰)

پھر جب اس میں دوسری مرتبہ پھونک ماری جائے گی تو..... (۷۹: ۷)

دفعتہً سب اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھنے لگیں گے (۳۹: ۶۸)

وہ تو بس ایک چنگھاڑ ہوگی، جس سے اچانک سب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کر دیئے

جائیں گے۔ (۳۶ : ۵۲)
سب یکایک تیزی کے ساتھ اپنے رب کی طرف چلنے لگیں گے۔ (۳۶ : ۵۱)
اور فوج در فوج عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔ (۷۸ : ۱۸؛ ۲۰ : ۱۰۸)
کتنے دِل اس دن دھڑک رہے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔ (۷۹ : ۸-۹)
ان کی آنکھیں کرنجی (نیلی) ہوں گی اور وُہ چپکے چپکے آپس میں یہ کہتے ہوں گے کہ ہم لوگ دنیا میں صرف دس دن رہے ہے۔ (۲۰ : ۱۰۲-۱۰۳)
باہمی رشتہ ناطے سب ختم ہو جائیں گے اور کوئی کسی کو نہ پوچھے گا (کہ تیرا کیا حال ہے) (۲۳ : ۱۰۱)
اس دن سلطنت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی جو واحد اور قہار ہے۔ (۶ : ۷۳؛ ۴۰ : ۱۶؛ ۱۴ : ۴۸)

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں کیونکر آرام و سکون سے بیٹھوں۔ حالت یہ ہے کہ صور پھونکنے والے (یعنی حضرت اسرافیل ؑ) صور کو منہ میں دبائے ہوئے ہیں اور کان (حکمِ الٰہی سننے کے لیئے) لگائے ہُوئے ہیں، پیشانی جھکائے ہوئے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملے۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب یہ حالت ہے تو آپ ؐ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ؐ نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (یعنی اللہ ہم کو کافی ہے اور وُہ کیا خوب کارساز ہے) پڑھا کرو۔ (ترمذی)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صور ایک سینگ ہے جس کو پھونکا جائے گا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ دارمی)

(۳) حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صور پھونکنے والے کا ذکر فرمایا اور کہا کہ اس کے دائیں جانب جبرئیل علیہ السلام ہوں گے اور بائیں جانب میکائیل علیہ السلام۔ (رزین)

۵۔ جہنّم کے فرشتے

جہنم پر جو فرشتے مقرر ہیں وہ بڑے ہی تندخو اور طاقتور ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم میں ذرہ بھر بھی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم ہوتا ہے (۶۶ : ۶)

دوزخ کے انتظام پر جو فرشتوں کا لشکر مقرر ہے، ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (۷۴ : ۳۱)

فرشتوں کے اس لشکر کے اوپر بطور افسر) انیس ۱۹ فرشتے مقرر ہیں۔ (۷۴ : ۳۰)

ان کو زبانیہ کہتے ہیں۔ (۹۶ : ۱۸)

(ان سب سے اوپر جو جہنم کا بڑا داروغہ ہے اس کا نام) مالک ہے۔ (۴۳ : ۷۷)

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ (شب معراج میں بیت المقدس کے اندر) نماز کا وقت آیا اور میں ان سب کا امام بنا۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو ایک شخص نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا۔ اے محمدؐ! یہ دوزخ کا داروغہ موجود ہے اس کو سلام کرو۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے سلام میں پہل کی۔ (مسلم بطولہ)

(۲) ایک مرتبہ ابوجہل حضرتؐ کو نماز میں دیکھ کر چلا کہ بے ادبی کرے۔ وہاں پہنچا نہ تھا کہ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور لوگوں کے دریافت کرنے پر کہا کہ مجھے اپنے اور محمدؐ کے درمیان ایک آگ کی خندق نظر آئی جس میں کچھ پَر رکھنے والی مخلوق تھی۔ میں گھبرا کر واپس آگیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ (ملعون) ذرا آگے بڑھتا، فرشتے اس کی بوٹی بوٹی جدا کر دیتے۔ گویا آخرت سے پہلے ہی دنیا میں اس کو سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ کا ایک چھوٹا سا نمونہ دکھلا دیا۔ (حواشی علامہ عثمانیؒ)

ف:۔ جہنم کے انیس[19] فرشتوں کے بارے میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حواشی میں تحریر فرمایا ہے:۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے نہایت تفصیل سے انیس[19] کے عدد کی حکمتیں بیان کی ہیں جو قابلِ دید ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جہنم میں مجرموں کو عذاب دینے کے لئے انیس قسم کے فرائض ہیں، جن میں سے ہر فرض کی انجام دہی ایک ایک فرشتہ کی سپردگی میں ہوگی۔

کوئی شبہ نہیں کہ فرشتہ کی طاقت بہت بڑی ہے اور ایک فرشتہ وہ کام کر سکتا ہے جو لاکھوں آدمی مل کر نہیں کر سکتے۔ لیکن یاد رہے کہ ہر فرشتہ کی یہ قوت اسی دائرہ میں محدود ہے جس میں کام کرنے کے لئے وہ مامور ہوا ہے۔ مثلاً ملک الموت لاکھوں آدمیوں کی جان ایک آن میں نکال سکتا ہے مگر عورت کے پیٹ میں ایک بچّہ کے اندر جان نہیں ڈال سکتا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام چشم زدن میں وحی لا سکتے ہیں لیکن پانی برسانا ان کا کام نہیں۔ جس طرح کان دیکھ نہیں سکتا، آنکھ سُن نہیں سکتی، اگرچہ اپنی قسم کے کام کتنے ہی سخت ہوں کر سکتے ہیں۔ مثلاً کان سے ہو سکتا ہے کہ ہزاروں آوازیں سُن لے اور نہ تھکے، آنکھ ہزاروں رنگ دیکھ لے اور عاجز نہ ہو اسی طرح اگر ایک فرشتہ عذاب کے واسطے دوزخیوں پر مقرر ہوتا اس سے ایک ہی

قسم کا عذاب دوزخیوں پر ہو سکتا تھا۔ دوسری قسم کا عذاب حواس کے دائرۂ استعداد سے باہر ہے ممکن نہ تھا۔ اس لیئے انیس قسم کے عذابوں کے لیئے (جن کی تفصیل تفسیر عزیزی میں ہے) انیس۱۹ ذمہ دار فرشتے مقرر ہوئے ہیں۔ علمار نے اس عدد کی حکمتوں پر بہت کچھ کلام کیا ہے، مگر احقر کے نزدیک حضرت شاہ صاحبؒ کا کلام بہت عمیق و لطیف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف۲ :۔ انیس۱۹ کے عدد کا تعلق اور بھی بہت سی باتوں کے ساتھ ہے۔ مثلاً:

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف انیس۱۹ ہیں۔

(۲) قرآن کریم کی سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت قرآن کریم کی مروّجہ ترتیب میں اخیر سے انیسویں ہے۔

(۳) قرآن کریم کی تمام سورتوں کی تعداد ۱۱۴ ہے جو ۱۹ پر پوری تقسیم ہوتی ہے۔

(۴) حروفِ مقطعات جن جن سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، ان ان سورتوں کے وہی حروف گِن کر، ایسی تمام سورتوں کے ان حروف کی تعداد ہر ہر حرف کی الگ ایک جگہ جمع کر لی جائے، تو ہر ہر حرف کی مجموعی تعداد انیس۱۹ پر پوری تقسیم ہو جاتی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ نظام کائنات میں باری تعالیٰ نے اس عدد انیس۱۹ کے ساتھ بہت سی چیزوں کو منسلک فرمایا ہے۔ بالخصوص قرآنِ کریم میں یہ طریقہ بہت سی حکمتوں کا حامل ہے۔ ان میں سے بعض کا ذکر ہم نے اگلے باب "کتابیں" میں "قرآن" کے ذیل میں کیا ہے۔ واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم۔ (مؤلف)

۶۔ حاملینِ عرش

جو فرشتے عرشِ الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ

کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں، اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیئے (ان الفاظ کے ساتھ) بخشش مانگتے رہتے ہیں۔ "اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر وسعت رکھتا ہے۔ پس آپ ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے توبہ کر لی ہے اور آپ کے رستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ اے ہمارے رب! ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کر دیجئے اور ان کے ماں باپ اور بیویوں اور اولاد میں جو نیک ہوں ان کو بھی داخل کر دیجئے، بے شک آپ زبردست حکمت والے ہیں اور ان کو برائیوں سے بچا لیجئے، اور جس کو اس دن آپ نے برائیوں سے بچا لیا تو یقیناً آپ نے اس پر مہربانی فرمائی، اور یہ بڑی کامیابی ہے۔"

(۴۰ : ۷-۹)

قیامت کے دن حاملینِ عرش کی تعداد آٹھ ہو گی۔ (۶۹ : ۱۷)

۷۔ کراماً کاتبین

کیا لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کے بھیدوں اور مخفی مشوروں کو نہیں سنتے؟ کیوں نہیں؟ ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھتے بھی رہتے ہیں۔

(۴۳ : ۸۰)

ایک (فرشتہ) داہنی طرف اور دوسرا بائیں طرف بیٹھا رہتا ہے۔ (ہر شخص) کوئی لفظ زبان سے نکالنے نہیں پاتا مگر وہ (فرشتے) تاک میں رہتے ہیں (اور فوراً لکھ لیتے ہیں)

(۵۰ : ۱۷-۱۸)

ان کو کراماً کاتبین کہتے ہیں اور وہ تمہارے تمام افعال کو جانتے ہیں (۸۲ : ۱۰-۱۲)

اور تمہاری تمام مکاریاں لکھتے رہتے ہیں۔ (۱۰ : ۲۱)

حدیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رات کے اور دن کے فرشتے تمہارے پاس آتے رہتے ہیں یہ فرشتے فجر اور عصر کی نمازوں میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر جب وُہ فرشتے جو تم میں رہے تھے واپس جاتے ہیں تو پروردگار جو ان سے زیادہ جاننے والا ہے، ان سے پوچھتا ہے کہ میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وُہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے چھوڑا، اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے تو اس وقت بھی وُہ نماز پڑھ رہے تھے۔ (بخاری۔ مسلم)

۸۔ نگہبان فرشتے

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے (۶: ۶۱)

یہ پہرہ دار فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر شخص کے آگے اور پیچھے سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ (۱۳: ۱۱)

کوئی شخص ایسا نہیں جس پر نگہبان فرشتہ مقرر نہ ہو۔ (۸۶: ۴)

(یہ فرشتے اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہتے ہیں) حتیٰ کہ جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے (تو پھر یہ مزاحمت نہیں کرتے اور جان قبض کرنے والے) اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی رُوح قبض کر لیتے ہیں اور وُہ ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ (۶: ۶۱)

۹۔ پیغمبروں کے محافظ فرشتے

اللہ تعالیٰ اپنے غیب (یعنی بھیدوں) پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، سوائے کسی رسُول کے جس کو وُہ پسند فرمالے۔ (جب وُہ ایسا کرتا ہے تو) اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے محافظ (فرشتے) بھیج دیتا ہے، تاکہ وُہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات ٹھیک ٹھیک پہنچا دیئے ہیں۔ (یہ تو ایک ضابطے کی کارروائی ہے ورنہ) اللہ تعالیٰ نے تو ہر چیز کی گنتی کر رکھی ہے (اور کوئی چیز اس کے احاطہ علمی سے باہر نہیں ہے)۔

(۷۲ : ۲۶ - ۲۸)

۱۰۔ متفرّق

اَلصّٰٓفّٰتِ ۔ (حکم الٰہی کو سننے کے لیے) صف باندھنے والے فرشتے ۔ (۳۷ : ۱)

اَلزّٰجِرٰتِ ۔ (شیطانوں کو بھگانے کے لیے) ڈانٹنے والے فرشتے ۔ (۳۷ : ۲)

اَلتّٰلِیٰتِ ۔ (احکام الٰہی کی) تلاوت کرنے والے فرشتے ۔ (۳۷ : ۳)

نَکِیْرَیْن ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مردہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے کالی کیری آنکھوں والے آتے ہیں، جن میں سے ایک کا نام منکر اور دُوسرے کا نکیر ہے۔ وُہ دونوں اس مُردہ سے (کچھ سوالات) پوچھتے ہیں۔ (پھر اس کے جوابات کے مطابق اس سے معاملہ کرتے ہیں)۔ (ترمذی بطولہٖ)

ف ۔ یہ پوری حدیث باب ۲ بعثت کے عنوان "موت" کے تحت درج ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

باب ۲۔ کتابیں

ا۔ کتابوں کی ضرورت

قرآنِ کریم اور سابقہ کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (۲: ۴، ۲۸۵)

اللہ تعالیٰ نے کتابیں اس لیئے نازل فرمائیں تاکہ لوگ عدل وانصاف پر سیدھے رہیں۔ (۲۵:۵۷)

بنی اسرائیل کے لیئے توریت بھی اسی لیئے نازل کی گئی تھی اور اس میں ہدایت کی باتیں مفصل طور پر درج تھیں تاکہ لوگ صحیح راستے کو اختیار کریں۔ (۲:۱۷؛ ۲۳:۴۹؛ ۲۸:۴۳؛ ۳۲:۲۳؛ ۴۰: ۵۳-۵۴)

قرآنِ کریم بھی اسی لیئے نازل کیا گیا تاکہ لوگ اس سے نصیحت، ہدایت اور عبرت حاصل کریں، ان میں غور و فکر کا مادہ پیدا ہو اور وہ امن و امان سے زندگی بسر کر سکیں، دونوں جہانوں میں ان کو آرام و راحت نصیب ہو، اور وہ (قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے) یہ نہ کہہ سکیں کہ وہ کتاب (بائبل) تو ان دو فرقوں (یہود و نصاریٰ) پر اتری تھی، ہم تو اس کی درس و تدریس سے ناواقف تھے۔ اگر ہم پر بھی کوئی کتاب اترتی تو ہم ان (یہود و نصاریٰ) سے زیادہ بہتر راہ پر چلتے۔ (۶: ۱۵۵-۱۵۷؛ ۲:۷؛ ۱۶:۴۴،

۶۴، ۸۹؛ ۱۷ : ۴۱؛ ۱۸ : ۱-۴؛ ۲۴ : ۱؛ ۲۶ : ۱-۲، ۶۴-۷۷؛ ۲۲ : ۲-۳)

۲۔ کتبِ سابقہ

۱۔ صحیفے

بعض پیغمبروں پر چھوٹی چھوٹی کتابیں نازل ہوئیں۔ (۲۸ : ۲۸)

حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام پر صحیفے نازل ہوئے۔ (۸۷ : ۱۸-۱۹)

۲۔ توریت

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی۔ (۲ : ۸۷)

تاکہ لوگ ہدایت یافتہ ہو جائیں۔ (۲۳ : ۴۹)

کتابِ موسیٰؑ صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے نازل ہوئی تھی۔ (۱۷ : ۲؛ ۳۲ : ۲۳)

توریت لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ ہی نے نازل فرمائی تھی۔ (۳ : ۳-۴)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی تھی۔ (۳ : ۶۵)

اس میں سب باتیں تفصیل کے ساتھ درج تھیں۔ (۶ : ۱۵۴)

توریت خوب واضح کتاب تھی اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو عطا ہوئی تھی۔ (۳۷ : ۱۱۷)۔

توریت نور اور ہدایت تھی اور اس میں نصیحت کی باتیں درج تھیں۔ (۵ : ۴۴ ؛ ۶ : ۹۱ ؛ ۴۰ : ۵۳-۵۴)

توریت فہم و بصیرت عطا کرنے والی اور لوگوں کو راہِ ہدایت پر چلانے اور اللہ کی رحمت کے مستحق بنانے والی کتاب تھی۔ (۲۸ : ۴۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر لکھی ہوئی تختیاں بھی نازل ہوتی تھیں، جن میں نصیحت اور ہر چیز کا مفصّل بیان تھا اور وہ اپنے رب سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت و رحمت تھیں۔ (۷ : ۱۴۵، ۱۵۴)

قرآن سے پیشتر کتابِ موسیٰ ہی امام و رحمت تھی۔ (۱۱ : ۱۷ ؛ ۴۶ : ۱۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی توریت کی تصدیق فرمائی۔ (۳ : ۵۰ ؛ ۶۱ : ۶)

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت اور نصیحت والی کتاب کا وارث بنایا تھا۔ (۴۰ : ۵۳-۵۴)

(مگر افسوس ان یہودیوں پر کہ) انھوں نے خوب سمجھ لینے کے بعد ایسی نورانی کتاب کی بہت سی آیتوں کو چھپایا، اس میں تحریف کی اور اس کو ورق ورق کر ڈالا۔ (۲ : ۷۵ ؛ ۴ : ۴۶ ؛ ۵ : ۱۳ ؛ ۶ : ۹۱)

۳۔ زبور

زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ (۴ : ۱۶۳)

یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ (۱۷ : ۵۵)

۴۔ انجیل

انجیل بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ (۳:۳)

انجیل اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی۔ (۵۷:۲۷)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی تھی۔ (۳:۶۵)

انجیل میں بھی ہدایت کی باتیں درج تھیں اور یہ بھی نور ہی تھی۔ (۵:۴۶)

انجیل توریت کی تصدیق کرتی تھی۔ (۵:۴۶)

۳۔ تحریف کتبِ سابقہ

بنی اسرائیل نے کلام اللہ میں تحریف کی اور نصیحت سے نفع اٹھانا بھول گئے۔ (۵:۱۳)

انہوں نے جان بوجھ کر اپنی کتابوں کو بدل دیا۔ (۲:۷۵)

اپنی طرف سے کتابیں لکھ کر ان کو منجانب اللہ بتلانے لگے۔ (۲:۷۹)

انہوں نے کتابِ موسیٰؑ میں بھی اختلاف کیا۔ (۱۱:۱۱۰)

ان یہودیوں نے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نورانی کتاب کی آیتوں کو چھپایا اور اس کو ورق ورق کر ڈالا۔ (۶:۹۱)

اور کتاب اللہ میں تحریف کر کے ملعون ہو گئے۔ (۴:۴۶)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب کو چھپانے والا لعنتی ہوتا ہے، اور اس پر اللہ تعالیٰ اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ (۲:۱۵۹)

۴-قرآن

ا-تین حیثیتیں

ف ۔ ایک آسمانی کتاب کا نزول تین حیثیتوں سے ہوتا ہے، اور ان تینوں حیثیتوں سے ہم اس کے سچا ہونے کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ پہلی حیثیت کو سفارت نامہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس حیثیت سے وُہ کتاب اپنے اندر کچھ ایسی خصوصیات رکھتی ہے، جن سے اس پیغمبر کی صداقت کا ثبوت مِلتا ہے جس پر کہ وُہ کتاب نازل ہوئی ہو اور اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ہاں واقعی فلاں ہستی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسُول بنا کر مبعوث کی گئی ہے۔ اس حیثیت کے پرکھنے کے لیئے ایک خاص معیار یہ ہوتا ہے کہ وُہ سفارت نامہ اس حکومت کی شان کے مطابق ہو جس کی طرف سے سفیر آیا ہے، اور وُہ اپنے سے پہلے سفراء کی تصدیق کرتا ہو، نیز یہ کہ وہ سفارت نامہ ایسا نہ ہو کہ ہر کوئی ویسا لکھ کر جھوٹ موٹ یہ کہہ دے کہ میں بھی اس حکومت کی طرف سے سفیر ہوں۔

دُوسری حیثیت کو خط یا پیغام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ اس حیثیت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت کی باتیں اس کے بندوں تک پہنچانا ہوتا ہے، تاکہ وُہ نیکی کی طرف متوجہ ہو جائیں، اور اس طرح ان کو اس کام کے لیئے تیار کیا جا سکے جو کام کہ اس کتاب کی تیسری حیثیت سے ان سے لینا ہوتا ہے۔

تیسری حیثیت کا نام قانون یا شریعت ہے جس کا نفاذ پہلی دو حیثیتوں کے واضح

ہو جانے کے بعد لازمی اور ضروری ہو جاتا ہے۔ان تینوں حیثیتوں کا ذکر قرآن کریم میں اس انداز سے آیا ہے:۔

ا۔سفارت نامہ بہت ہی بابرکت ہے وُہ ذات جس نے اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وُہ تمام جہان والوں کے لیئے نذیر بنے۔

(۲۵ : ۱؛ ۴۷ : ۲)

رمضان کا مہینہ وُہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن کو فرقان بنا کر نازل کیا گیا۔(۲ : ۱۸۵)

ب۔خط یا پیغام ہم نے آپؐ پر کتاب اس لیئے نازل کی ہے تاکہ لوگوں کی مختلف فیہ باتوں کو واضح کر دیا جائے اور مؤمنوں اور مسلمانوں کے لیئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہو

(۱۶ : ۶۴-۸۹)

اور اس قرآن میں ہم نے مثالیں بیان کی ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔(۱۷ : ۴۱)

ج۔قانون یا شریعت بے شک ہم نے اپنے رسُولوں کو کھلے دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں۔

(۵۷ : ۲۵)

ف:۔قرآنِ کریم کی ان تینوں حیثیتوں پر مفصل بیان ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے۔

ا۔سفارت نامہ

قرآن فرقان (یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا) ہے۔(۲ : ۱۸۵؛ ۲۵ : ۱)

قرآن سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔(۳ : ۳؛ ۴ : ۴۷؛ ۶ : ۹۲؛ ۳۵ : ۳۱؛ ۴۶ : ۱۲)

اور ان کے مضامین پر نگہبان ہے۔(۵ : ۴۸)

قرآن کا ذکر سابقہ کتابوں میں بھی ہے ۔ (۲۶ : ۱۹۶)
قرآن تو ایسی کتاب ہے کہ اس کی صداقت میں کوئی شک و شبہ نہیں ۔ (۲ : ۲)
اگر تمام انسان اور جنات اس بات کے لیئے جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لائیں، تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے چاہے ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں ۔ (۱۷ : ۸۸؛ ۵۲ : ۳۳-۳۴)
(اگر پورا قرآن نہیں لا سکتے تو) اس جیسی دس سورتیں ہی بنا لائیں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا چاہے جس کو (اپنی مدد کے لیئے) بلا لیں ۔ (۱۱ : ۱۳)
اگر اس (چیلنج) کو قبول نہیں کر سکتے تو خوب جان لیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کے علم سے نازل ہوا ہے ۔ (۱۱ : ۱۴)
(اگر دس سورتیں بھی نہیں لا سکتے، اور پھر بھی) اس کتاب کے بارے میں شک میں ہیں، تو اس جیسی صرف ایک ہی سورت بنا لائیں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے حمائتیوں کو بھی بلا لیں پھر اگر وہ ایسا نہ کر سکیں، اور یقیناً نہیں کر سکیں گے تو اس آگ سے ڈریں جس کا ایندھن آدمی، اور پتھر ہیں اور جو کافروں ہی کے لیئے تیار کی گئی ہے ۔ (۲ : ۲۳-۲۴)
ذرا تم قرآن میں غور و خوض تو کرو اور سوچو تو سہی کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات ہوتے ۔ (۴ : ۸۲)
اہلِ کتاب تو خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن منزل من اللہ ہے ۔ (۶ : ۱۱۴)
سابقہ کتابوں میں اس کا ذکر ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل کے علماء قرآن کی صداقت کو خوب جانتے ہیں ۔ (۲۶ : ۱۹۶-۱۹۷)
اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم (کی صداقت) کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچان لیتے ہیں ۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ تحویل قبلہ کا حکم ان کے رب کی طرف سے بالکل برحق ہے لیکن وہ حق کو جان بوجھ کر چھپاتے ہیں ۔ (۲ : ۱۴۴، ۱۴۶؛ ۶ : ۲۰)

ب۔ خط یا پیغام

ف ۵۔ قرآن کریم کی دوسری حیثیت خط یا پیغام کی ہے۔ اس حیثیت سے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ تمام باتیں جو ایک خط کے اجزائے ضروریہ میں شمار ہوتی ہیں وہ اس میں موجود ہیں یا نہیں۔ اس بارے معمولی علم رکھنے والے حضرات بھی جانتے ہیں کہ ایک خط میں مندرجہ ذیل باتوں کا ہونا ضروری ہے:

۱۔ نمبر اور تاریخ | خط کا پہلا حصّہ نمبر اور تاریخ ہے۔ جس خط میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں اس کے متعلق یہ اندازہ لگانا کہ بھیجنے والے نے وہ خط کب بھیجا تھا، بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

۲۔ بھیجنے والے کا نام | خط کا دوسرا حصّہ بھیجنے والے کا نام ہے۔ جس خط میں بھیجنے والے کا نام درج نہ ہو اس کے بارے میں صحیح طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ خط کس کی طرف سے آیا ہے اور اس کمی کے ہوتے ہوئے کسی کا اس خط کو حاصل کر کے از خود یہ کہنا کہ یہ فلاں کی طرف سے آیا ہے، مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہوگا۔

۳۔ مکتوب الیہ کا نام | خط کا تیسرا حصّہ مکتوب الیہ کا نام ہے۔ جب تک خط میں مکتوب الیہ کا نام نہ ہو، تو چٹھی رساں وہ خط ٹھیک شخص کو نہیں دے سکتا اور ایسی صورت میں اصل مکتوب الیہ کے علاوہ کوئی دوسرا بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ خط اس کے لیئے ہے۔

۴۔ عنوان | خط کا چوتھا حصّہ عنوان کہلاتا ہے، جو سارے خط کے مضمون کا خلاصہ ہوتا ہے، اور وہ اصل مضمون کو شروع کرنے سے پہلے ہی چند سطروں میں لکھ دیا جاتا ہے، تاکہ اس کو پڑھ کر پورے خط کے مضمون کا تصوّر ذہن میں آ جائے۔

۵۔ القاب | خط کا پانچواں حصّہ القاب کہلاتا ہے۔ ایک عمدہ اور مکمل خط میں اس کا

ہونا بہت ضروری ہے، اس سے خط بھیجنے والے اور جس کو بھیجا گیا ہے اس کے تعلقات اور درجے کا پتہ چلتا ہے۔

۶۔ حوالہ خط کا چھٹا حصّہ کسی پہلے خط کا حوالہ دینا ہے۔ یہ خط کی نوعیت پر موقوف ہوتا ہے۔ بعض قسم کے خطوط میں اس کو عنوان کے نیچے ہی لکھ دیتے ہیں اور بعض میں اس کا ذکر اصل مضمون میں آتا ہے۔

۷۔ خط کا اصل مضمون خط کا ساتواں حصّہ جو درحقیقت اصل خط ہوتا ہے، نہایت ضروری حصّہ ہے۔ یہ حصّہ عنوان کی پوری تفصیل ہوتا ہے اور اس میں کئی باتوں کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے:۔

ا۔ خط کا مضمون ایسا ہو جو مکتوب الیہ کے مزاج اور صلاحیت کے موافق ہو۔

ب۔ خط بھیجنے والے اور جس کی طرف بھیجا گیا ہے، دونوں کے مراتب اور تعلق کا مضمون میں خاص طور پر دھیان رکھا جائے۔

ج۔ زبان ایسی ہو جس کو مکتوب الیہ خود سمجھ سکے۔

د۔ باتیں سب کی سب ایسی ہوں جو عقلِ سلیم کو سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دینے والی ہوں۔ تاکہ سلیم طبائع اس کو تسلیم کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے پر متوجّہ ہو سکیں۔ وغیر ذالک

۸۔ خاتمہ خط کا آخری حصّہ ایسا ہونا چاہیئے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ خط بھیجنے والا جو کچھ لکھنا چاہتا تھا، وُہ پورا لکھ چکا، اور اب کوئی اور بات باقی نہیں رہی۔ نیز اس میں طرفین کے تعلق کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

۹۔ ذریعۂ ترسیل خط کے مذکورہ بالا اجزاء کے علاوہ یہ بات بھی نہایت اہم اور ضروری ہے کہ خط کو مکتوب الیہ تک صحیح طریقہ سے پہنچانے کا معقول انتظام کیا جائے اس کو ذریعۂ ترسیل یا شریعتِ اسلامیہ کی اصطلاح میں طریقۂ نزول کہتے ہیں۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے خط کے اوپر بسا اوقات یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ "بذریعۂ تار"

یا بذریعہ ہوائی ڈاک" یا "ایکسپریس" وغیرہ۔ اس کے علاوہ زیادہ اہم خطوط میں اس بات کا اہتمام بھی ضروری ہوتا ہے کہ چٹھی رساں کا نام اس پر لکھ دیا جائے اور اس کی امانت و دیانت بالکل متحقق ہو۔ نیز وہ ایسا طاقتور ہو کہ راستہ میں کوئی اس سے خط کو چھین کر اس میں ردوبدل نہ کر سکے۔

ف:۔ مذکورہ بالا معیار پر قرآنِ کریم کے خط ہونے کی حیثیت ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے۔

(۱) نمبر اور تاریخ

قرآن کریم ماہِ رمضان المبارک میں نازل کیا گیا۔ (۲ : ۱۸۵)

قرآنِ کریم کا نزول شب قدر میں ہوا، جو بہت بابرکت رات ہے اور اس رات میں تمام امور اللہ تعالیٰ کے حکم سے طے پاتے ہیں۔ (۹۷ : ۱-۵ ؛ ۴۴ : ۲-۴)

ف:۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کتاب کا نزول صدیوں بعد ہوتا رہا۔ اس لیے باری تعالیٰ نے بجائے نمبر کے ان کتابوں کے نام رکھ دیئے اور وہی نام دوسری کتابوں میں بطور حوالہ استعمال کیے گئے اور ان ہی ناموں سے وہ کتابیں ایک دوسری سے متمیز رہیں۔

(۲) بھیجنے والے کا نام

قرآنِ کریم اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے جو بہت تعریفوں اور زبردست حکمتوں والا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، جو زمین و آسمان کے تمام بھیدوں سے خوب واقف ہے، اور زمین و آسمان کا واحد خالق و مالک ہے، وہ رحمٰن عرش پر قائم ہے۔

(۱۰ : ۱۰۸ ؛ ۲۰ : ۴-۵ ؛ ۲۱ : ۱۰، ۵۰ ؛ ۲۵ : ۱-۲، ۶ ؛ ۳۲ : ۲-۳ ؛ ۳۶ : ۵ ؛
۳۹ : ۱-۲ ؛ ۴۰ : ۲-۳ ؛ ۴۱ : ۲-۴، ۴۲ ؛ ۴۵ : ۲ ؛ ۴۶ : ۲)

اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ قرآن اس کی طرف سے نازل ہوا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور یہ کسی شاعر یا کاہن کا قول نہیں ہے (۵۶ : ۷۵-۸۰ ؛ ۶۹ : ۳۹-۴۲)

اور نہ یہ شیطانِ مردود کا قول ہے۔ (۸۱ : ۱۵-۲۶)

(۳) مکتوب الیہ کا نام

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا۔
(۳ : ۳-۴، ۷ ؛ ۷ : ۱۵۷ ؛ ۱۸ : ۱ ؛ ۲۰ : ۹۹ ؛ ۲۵ : ۱)

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حق کے ساتھ نازل ہوا۔
(۲ : ۱۷۶ ؛ ۴ : ۱۰۵ ؛ ۱۷ : ۱۰۵ ؛ ۳۹ : ۲، ۴۱ ؛ ۴۲ : ۱۷ ؛ ۴۷ : ۲)

(۴) عنوان

قرآنِ کریم کا عنوان سورۂ فاتحہ ہے۔ (۱ : ۱-۷)

اس سورت کا نام سبع مثانی بھی ہے۔ (یعنی ایسی سات آیتوں والی سورت جن کو بار بار دُہرایا جاتا ہے) (۱۵ : ۸۷)

ف۔ قرآنِ کریم کے مضامین تین حصّوں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ اوّل[۱] اعتقادات۔ دوم[۲] احکامات۔ سوم[۳] واقعات۔ ان تینوں کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں موجود ہے :-

۱۔ اعتقادات	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝
۲۔ احکامات	اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝
۳۔ واقعات	صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝

(۵) القاب

یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ ! (۵ : ۶۷)

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ ! (۹ : ۷۳ ؛ ۶۶ : ۹)

طٰهٰ ! (۲۰ : ۱)

یٰسٓ ! (۳۶ : ۱)

یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ! (۷۳ : ۱)

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ! (۷۴ : ۱)

(۶) حوالہ

زُبُر :۔ چھوٹی کتابیں۔ (۲۶ : ۱۹۶ ؛ ۳۵ : ۲۵)

صحیفے :۔ حضرت ابراہیمؑ و حضرت موسیٰؑ کے صحیفے۔ (۸۷ : ۱۸۔۱۹)

توریت :۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب۔ (۲ : ۸۷ ؛ ۳ : ۳، ۴۸، ۵۰،

۶۵، ۹۳؍ ۵: ۴۴-۴۶، ۶۶، ۶۸، ۱۱۰؍ ۷: ۱۵۷؍ ۹: ۱۱۱؍ ۱۱: ۱۷؍
۴۶: ۱۲؍ ۴۸: ۲۹؍ ۶۱: ۶؍ ۶۲: ۵)

زبور:- حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب۔ (۴: ۱۶۳)

انجیل:- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب۔ (۳: ۳، ۴۸، ۶۵؍ ۵: ۴۶، ۴۷، ۶۶، ۶۸، ۱۱۰؍ ۷: ۱۵۷؍ ۹: ۱۱۱؍ ۴۸: ۲۹؍ ۵۷: ۲۷)

(۷) خط کا اصل مضمون

ا۔ خط کا مضمون مکتوب الیہ کے مزاج اور صلاحیت کے موافق ہونا۔

ب۔ خط بھیجنے والے اور مکتوب الیہ کے مراتب کا لحاظ۔

ج۔ نفسِ مضمون کا عقلِ سلیم کے مطابق ہونا۔

ف:- یہ تینوں عنوانات پورے قرآن کا بغور مطالعہ کرنے سے خوب واضح ہو جاتے ہیں۔

د۔ زبان ایسی ہونا جس کو مکتوب الیہ خود سمجھ سکے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کو اس کی قومی زبان میں مبعوث فرمایا۔ (۱۴: ۴)

(اس قاعدہ کلیہ کے مطابق) قرآنِ کریم خالص عربی زبان میں نازل کیا گیا۔ (۱۳: ۳۷؍ ۱۶: ۱۰۳؍ ۲۶: ۱۹۲-۱۹۵؍ ۴۱: ۲-۳؍ ۴۶: ۱۲)

قرآنِ کریم عربی زبان میں اس لیئے نازل کیا گیا تاکہ اس کو پڑھ کر مکہ معظمہ اور اس کے گرد و نواح کے لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے لگیں، اپنی خواہشات کو قرآن کریم کے مقابلہ میں ترک کر دیں اور عقلمند و متقی بن جائیں (اور اس طرح پہلے قرآن کو خود سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں اور پھر دوسروں کو تبلیغ کریں)۔ (۴۲: ۷؍ ۱۲: ۲؍ ۲۰: ۱۱۳؍

۲۶ : ۱۹۲-۱۹۵؛ ۳۹ : ۲۸؛ ۴۳ : ۳)

اگر قرآن کسی عجمی (یعنی غیرِ عرب) پر نازل ہوتا، پھر وُہ عجمی ان کو پڑھ کر سناتا تو وُہ لوگ ایمان نہ لاتے۔ (۲۶ : ۱۹۸-۱۹۹)

اور اگر قرآن رسولِ عربی پر عجمی زبان میں نازل ہوتا تو یوں کہتے کہ اس کی آیتیں مفصّل کیوں نہیں۔ کیا اوپری زبان ہے، اور عربی لوگ !! (۴۱ : ۴۴)

کفار کہتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص قرآن سکھا جاتا ہے، حالانکہ جس شخص سے وُہ یہ بات منسوب کرتے تھے وہ عجمی تھا اور قرآن خالص عربی زبان میں ہے (ایک عجمی ایسی خالص عربی نہ لکھ سکتا ہے اور نہ بول سکتا ہے) (۱۶ : ۱۰۳)

(بھلا عجمی تو کیا لکھے گا کوئی عربی، بلکہ دُنیا کا) کوئی شخص بھی قرآن جیسی ایک سُورت بھی نہیں بنا سکتا، چاہے وُہ جس کسی سے مدد حاصل کرلے۔ (۲ : ۲۳-۲۴؛ ۱۱ : ۱۳-۱۴؛ ۱۷ : ۸۸؛ ۵۲ : ۳۴)

(۸) خاتمہ

آج کے دِن میں نے تمہارے لیئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور دینِ اسلام کو تمہارے لیئے پسند کرلیا۔ (۵ : ۳)

بے شک ہم نے ذِکر (یعنی قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (۱۵ : ۹)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (ترجمہ) تیرے رب کی ذات پاک ہے، وُہ پروردگار عزّت والا ہے (اس کے بارے میں کفار) جو باتیں بیان کرتے ہیں وُہ ان سے پاک ہے اور سلام

ہے تمام رسولوں پر اور سب تعریف اللہ کے لیئے ہے جو تمام جہان والوں کا رب ہے۔
(۳۷ : ۱۸۰ - ۱۸۲)

(۹) ذریعہ ترسیل (طریقۂ نزول)

کسی بشر کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر وحی (یعنی الہام) کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی پیغام لانے والا (فرشتہ) بھیج دے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم اور مشیّت کے مطابق وہ اس کو وحی پہنچا دے۔ (۴۲ : ۵۱)

(بالکل) اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ایک فرشتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ (۴۲ : ۵۲)

اس فرشتے کا نام حضرت جبرئیل علیہ السّلام ہے۔ (۲ : ۹۷)

ان کو رُوح الامین بھی کہتے ہیں۔ (۲۶ : ۱۹۳)

یہ صاحبِ عرش کے ہاں ایک خاص درجہ رکھتے ہیں، سب کے مانے ہوئے اور وہاں کے معتبر و امین ہیں۔ (۸۱ : ۱۹ - ۲۱)

ان کے ذریعے تمام جہانوں کے پروردگار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر قرآن کو خالص عربی زبان میں نازل فرمایا۔ (۲ : ۹۷ و ۲۶ : ۱۹۲ - ۱۹۵)

ج۔ قانون یا شریعت

قرآن کریم میں محکم اور متشابہ (دونوں طرح کی) آیتیں ہیں۔ ان میں سے محکم آیات کتاب کی جڑ (یعنی اصل اصول) ہیں۔ (۳ : ۷)

قرآنِ کریم میں دین کو قائم کرنے والی پختہ باتیں موجود ہیں۔ (۹۸ : ۳)

سورۂ نور میں بالخصوص بعض واضح قوانین موجود ہیں۔ (۲۴ : ۱)

سورۂ انفال اور سورۂ توبہ میں خاص طور پر جنگ و جدال اور صلح کے عہدناموں اور جنگ کے دیگر مفصّل قوانین موجود ہیں۔ (۸ : ۱-۷۵؛ ۹ : ۱-۱۲۹)

سورۂ نساء اور سورۂ طلاق میں معاشرت، وراثت اور انسان کے ازدواجی نظام کو درست رکھنے کے واضح قوانین موجود ہیں۔ (۴ : ۱-۱۷۶؛ ۶۵ : ۱-۱۲)

سورۂ مائدہ اور سورۂ انعام میں باقی باتوں کے ساتھ ساتھ کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں مفصّل احکام ہیں۔ (۵ : ۱-۱۲۰؛ ۶ : ۱-۱۶۵)

غرضیکہ قرآنِ کریم میں ہر بات کا مفصّل اور واضح بیان موجود ہے۔ (۱۶ : ۸۹)

۲۔ صِفاتُ القرآن

۱۔ صفاتی نام

اَلْقُرْاٰنُ | پڑھی جانے والی کتاب۔ (۲ : ۱۸۵؛ ۴ : ۸۲؛ ۵ : ۱۰۱؛
۶ : ۱۹؛ ۷ : ۲۰۴؛ ۹ : ۱۱۱؛ ۱۰ : ۳۷، ۶۱؛ ۱۲ : ۳؛ ۱۵ : ۹۱؛ ۱۶ : ۹۸؛
۱۷ : ۹، ۴۱، ۴۵، ۴۶، ۶۰، ۷۸، ۸۲، ۸۸، ۸۹، ۱۰۶؛ ۱۸ : ۵۴؛ ۲۰ : ۲،
۱۱۴؛ ۲۵ : ۳۰، ۳۲؛ ۲۷ : ۱، ۶، ۷۶، ۹۲؛ ۲۸ : ۸۵؛ ۳۰ : ۵۸؛ ۳۴ : ۳۱؛
۳۹ : ۲۷؛ ۴۱ : ۲۶؛ ۴۳ : ۳۱؛ ۴۶ : ۲۹؛ ۴۷ : ۲۴؛ ۵۰ : ۴۵؛ ۵۴ : ۱۷،

۲۲، ۳۲، ۴۰ ؛ ۵۵ : ۲ ؛ ۵۹ : ۲۱ ؛ ۷۲ : ۱ ؛ ۷۳ : ۴، ۲۰ ؛ ۷۶ : ۲۳ ؛ ۸۴ : ۲۱)

قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ	بڑی شان والا قرآن ۔ (۵۰ : ۱ ؛ ۸۵ : ۲۱)
قُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ	عزّت والا قرآن ۔ (۵۶ : ۷۷)
قُرْاٰنٌ حَكِيْمٌ	حکمتوں والا قرآن ۔ (۳۶ : ۲)
قُرْاٰنٌ عَظِيْمٌ	عظمتوں والا قرآن ۔ (۱۵ : ۸۷)
قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ	واضح قرآن ۔ (۱۵ : ۱ ؛ ۳۶ : ۶۹)
قُرْاٰنٌ عَرَبِيٌّ	عربی قرآن ۔ (۱۲ : ۲ ؛ ۲۰ : ۱۱۳ ؛ ۳۹ : ۲۸ ؛ ۴۱ : ۳ ؛ ۴۲ : ۷ ؛ ۴۳ : ۳)

ف :۔ یوں تو دنیا میں سبھی کتابیں پڑھی جاتی ہیں لیکن جس درجے قرآن کی تلاوت ہوتی ہے، دُنیا کی کوئی کتاب اتنی نہیں پڑھی جاتی۔ خشکی، تری اور ہوا میں ہر جگہ اور ہر وقت قرآنِ مجید پڑھا جا رہا ہے۔ زمین پر بسنے اور چلنے پھرنے والے مسلمان، سمندری اور ہوائی جہازوں میں سفر کرنے والے مؤمن ہر وقت قرآنِ کریم پڑھتے رہتے ہیں۔ نظامِ شمسی اور زمین کی گردش کے ساتھ ساتھ آفتاب کے طلوع و غروب کا سلسلہ روئے زمین پر ہمہ وقت جاری و ساری رہتا ہے، اور اسی کے ساتھ تبدیلیٔ اوقات کی وجہ سے پانچوں نمازیں ہر وقت پڑھی جا رہی ہیں۔ دُنیا کے ہر خطّہ میں مسلمان موجود ہیں، اور وہ ہمہ وقت اپنی نمازوں میں اور نمازوں کے علاوہ قرآنِ حکیم کی تلاوت میں مشغول رہتے ہیں۔ اس سے بھی بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ قرآنِ عظیم کا پڑھنے والا اس کی تلاوت سے اکتاتا نہیں ہے۔ وہ "والناس" کے "س" پر پہنچ کر اسی وقت "الحمد" کے "الف" سے پھر شروع کرکے "البقرہ" جیسی طویل سُورت کا کچھ حصّہ بھی پڑھ جاتا ہے، اور اس طرح عملی طور پر اپنے پروردگار کے سامنے اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ مولیٰ! میں تیری مقدس

کتاب کی تلاوت سے تھکا نہیں ہوں اور اگلا دورِ تلاوت بھی اسی وقت شروع کر رہا ہوں۔ وُہ قرآنِ مبین کے واضح مضامین اور عربی زبان کی حلاوت سے اس درجہ متاثر ہوتا ہے کہ "اس کی جلد پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کا بدن اور اس کا قلب یادِ الٰہی کے لیئے نرم ہو جاتے ہیں۔ (۳۹: ۲۳)" اور وُہ بے اختیار بارگاہِ ربّ العزّت میں سجدہ ریز ہو کر اپنے پاک پروردگار کی عظمت وشان بیان کرنے لگتا ہے (۱۷: ۱۰۷-۱۰۹ و ۳: ۱۱۳)۔ جس نے اتنی عظمت والا قرآن انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیئے نازل فرمایا۔ (۲: ۱۸۵ و ۴۵: ۲۰)

اَلْکِتٰبُ | لکھی ہُوئی چیز۔ (۲: ۲، ۸۹، ۱۲۹، ۱۵۱، ۱۷۶، ۲۳۱ و ۳: ۳، ۷، ۱۶۴ و ۴: ۱۰۵، ۱۱۳، ۱۳۶، ۱۴۰ و ۵: ۴۸ و ۷: ۲، ۵۲، ۱۹۶ و ۱۱: ۱ و ۱۳: ۱ و ۱۴: ۱ و ۱۵: ۱ و ۱۶: ۶۴، ۸۹ و ۱۸: ۱، ۲۷ و ۲۱: ۱۰ و ۲۸: ۸۶ و ۲۹: ۴۵ و ۳۵: ۳۱ و ۳۹: ۲، ۲۳ و ۴۰: ۲ و ۴۶: ۱۲، ۳۰ و ۶۲: ۲)

کِتَابُ اللّٰہ | اللہ کی کتاب۔ (۳۵: ۲۹)

کِتَابٌ حَکِیمٌ | حکمتوں والی کتاب۔ (۱۰: ۱ و ۳۱: ۲ و ۴۳: ۴)

کِتَابٌ مُّبَارَكٌ | برکتوں والی کتاب۔ (۶: ۹۲، ۱۵۵ و ۳۸: ۲۹)

کِتَابٌ مُّبِینٌ | واضح کتاب۔ (۵: ۱۵ و ۱۲: ۱ و ۲۶: ۲ و ۲۷: ۱ و ۲۸: ۲ و ۴۳: ۲ و ۴۴: ۲)

کِتَابٌ مُّفَصَّلٌ | صاف صاف مضامین والی کتاب (۶: ۱۱۴ و ۱۱: ۱ و ۴۱: ۳)

کِتَابٌ عَزِیْزٌ عزت والی کتاب۔ (۴۱ : ۴۱)

کِتَابٌ عَلِیٌّ بڑے رتبوں والی کتاب۔ (۴۳ : ۴)

ف۔ یوں تو دنیا میں بے شمار چیزیں لکھی ہوئی موجود ہیں اور کتابیں تو سب ہی لکھی ہوئی ہیں، مگر کتاب اللہ وہ کتاب ہے جو بہت ہی باعزت، رفیع المکان اور مقدس اوراق میں بڑے ہی مکرم اور نیکو کار ہاتھوں سے لکھی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے نہایت مخفی اور پوشیدہ دفتر میں محفوظ ہے، جس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ لگانے نہیں پاتا۔ (۸۰ : ۱۳-۱۶ ؛ ۵۶ : ۷۷-۷۹ ؛ ۴۳ : ۴ ؛ ۸۵ : ۲۱-۲۲) جس کے مضامین حکمتوں سے بھرپور، بابرکت اور واضح ہیں اور جس کی ایک ایک آیت بالکل صاف اور واضح ہے۔ (۱۱ : ۱ ؛ ۳۸ : ۲۹ ؛ ۱۴ : ۳)۔ کسی جھوٹی بات کا تو اس میں کسی طرف سے بھی گزر نہیں ہے۔ (۴۱ : ۴۱-۴۲)۔

اَلْفُرْقَانُ حق اور باطل کو جدا کرنے والا۔ معجزہ۔ (۲ : ۱۸۵ ؛ ۲۵ : ۱)

ف۔ قرآنِ مجید (فرقانِ حمید) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ جاوید معجزہ ہے، جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ قیامت تک تمام جن وانس مل کر بھی اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز رہیں گے۔ اس کی مثل نہ آج تک کوئی لا سکا اور نہ آئندہ لا سکے گا۔ چاہے سب مل کر کتنی ہی کوشش کر لیں۔ (۱۷ : ۸۸ ؛ ۵۲ : ۳۳-۳۴) پورے قرآن کے مثل تو کیا، اس کی سورتوں جیسی دس سورتیں بھی نہیں لا سکتے۔ (۱۱ : ۱۳-۱۴) اور آخر میں تو چیلنج صرف ایک ہی سورت لانے کا ہے، مگر مخالفین اسلام اس کے مثل ہرگز نہ لا سکیں گے۔ (۲ : ۲۳-۲۴) یہ اس لیے ہے کہ جس کا یہ کلام ہے بس وہی برحق ہے اور اس کے علاوہ سب باطل ہی باطل ہے۔ (۲۲ : ۶۲ ؛ ۳۱ : ۳۰)

واہ کیا شان ہے اس فرقان کی جس نے حق کو حق اور باطل کو باطل کر دیا !!

بُرْهَانٌ دلیل۔ سند۔ (۴ : ۱۷۴)

بَيِّنَةٌ دلیل ظاہر۔ (۶ : ۱۵۷؛ ۹۸ : ۱؛ ۲ : ۱۸۵)

ف :۔ ہر ہر بات جو قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برہان ہے۔ (۴ : ۱۷۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قیامت تک ایسا دور آنے والا تھا، جس میں ہر بات کو دلائل و براہین سے پرکھا جانا تھا۔ اور جب تک ایسی کھلی اور واضح دلیل نہ آتی، کفار و مشرکین و اہل کتاب باز آنے والے ہی نہ تھے (۹۸ : ۱) اس لیۓ باری تعالیٰ نے ایسی کھلی اور واضح دلیل نازل فرما دی جس نے ان سب کو لاجواب کر دیا۔ اب اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو اس کی تکذیب کرے اور اس سے کترائے۔ (۲ : ۱۸۵؛ ۶ : ۱۵۷)

نُوْرٌ روشنی۔ (۷ : ۱۵۷؛ ۴۲ : ۵۲؛ ۶۴ : ۸)

نُوْرٌ مُّبِيْنٌ واضح روشنی۔ (۴ : ۱۷۴)

بَصَائِرُ بصیرت افروز باتیں۔ (۶ : ۱۰۴؛ ۴۵ : ۲۰)

ف :۔ انوار کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں۔ سرسوں کے تیل کے چراغ سے بھی نور پیدا

ہوتا ہے۔ موم بتی، مختلف طاقتوں کے لیمپ، مختلف واٹس کے برقی بلب بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق روشنی دیتے ہیں لیکن ان سب سے مختلف ایکسرے کی روشنی ہے جو انسان کے جسم میں سے گذر کر دوسری طرف رکھی ہوئی فلم پر اندرونِ جسم کے ذرہ ذرہ کا نقش چھوڑتی ہے، جس کو کیمیاوی عمل سے اس فلم پر پختہ کیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو نور بنا کر نازل فرمایا، جو قلبِ مؤمن میں داخل ہو کر اس کی بصیرت کو اجاگر کر کے اس کو براہین کا جامہ پہناتا ہے، اس کا اندھا پا دُور ہو جاتا ہے، حق اور باطل بالکل واضح ہو کر صاف نظر آنے لگتے ہیں اور وُہ ہدایت یافتہ نفس صراطِ مستقیم پر گامزن ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے مالامال ہو جاتا ہے (۴۲ : ۵۲ ؛ ۴ : ۱۷۴-۱۷۵ ؛ ۶ : ۱۰۴ ؛ ۴۵ : ۲۰)

رَحْمَةٌ رحمت۔ (۶ : ۱۵۷ ؛ ۷ : ۵۲ ؛ ۱۰ : ۵۷ ؛ ۱۲ : ۱۱۱ ؛ ۱۶ : ۶۴، ۸۹ ؛ ۱۷ : ۸۲ ؛ ۲۷ : ۷۷ ؛ ۲۹ : ۵۱ ؛ ۳۱ : ۳ ؛ ۴۵ : ۲۰)

هُدًى ہدایت۔ (۲ : ۲، ۱۸۵ ؛ ۳ : ۱۳۸ ؛ ۶ : ۱۵۷ ؛ ۷ : ۵۲ ؛ ۱۰ : ۵۷ ؛ ۱۲ : ۱۱۱ ؛ ۱۶ : ۶۴، ۸۹ ؛ ۲۷ : ۲، ۷۷ ؛ ۳۱ : ۳ ؛ ۳۹ : ۲۳ ؛ ۴۱ : ۴۴ ؛ ۴۵ : ۲۰ ؛ ۵۳ : ۲۳)

شِفَاءٌ شفاء۔ (۱۰ : ۵۷ ؛ ۱۷ : ۸۲ ؛ ۴۱ : ۴۴)

ف :۔ ایکسرے کے بعد اصل علاج شروع ہوتا ہے۔ اس کے لیے معالج پر پختہ اعتقاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اعتقاد کی پختگی علاج میں رہنمائی کا ذریعہ بن کر معالج کی رحمتوں اور

شفقتوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور شفاء کی شکل میں نمودار ہوتی ہے اور تمام روگ دُور ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے موعظت (یعنی نصیحت) آچکی ہے جو دلوں کے امراض کے لیئے شفا ہے اور ایمان والوں کے لیئے ہدایت اور رحمت ہے۔ (۱۰ : ۵۷) ہم نے قرآن میں ایسی چیزیں نازل کی ہیں جو ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہیں اور ان سے ظالموں کے نقصان میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ (۱۷ : ۸۲) یہ نیکی کرنے والوں کے لیئے ہدایت اور رحمت ہے جو نماز کو قائم رکھتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں بس یہی لوگ ہدایت یافتہ اور فلاح یافتہ ہیں۔ (۳۱ : ۲ - ۵)۔ ان کے ہدایت یافتہ ہونے کی پہچان یہ ہے کہ وُہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے لگتے ہیں اور ان کے ابدان و قلوب نرم ہو کر یادِ الٰہی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ (۳۹ : ۲۳)

مَوْعِظَةٌ نصیحت۔ (۳ : ۱۳۸؛ ۱۰ : ۵۷؛ ۱۱ : ۱۲۰؛ ۲۴ : ۳۴)

ذِكْرٌ نصیحت۔ (۷ : ۲؛ ۱۱ : ۱۲۰؛ ۲۰ : ۹۹؛ ۲۹ : ۵۱؛ ۳۶ : ۶۹؛ ۳۸ : ۱، ۴۳، ۴۹، ۸۷؛ ۴۳ : ۴۴؛ ۶۸ : ۵۲؛ ۸۱ : ۲۷)

تَذْكِرَةٌ نصیحت۔ (۶۹ : ۴۸؛ ۷۳ : ۱۹؛ ۷۴ : ۵۴؛ ۷۶ : ۲۹؛ ۸۰ : ۱۱)

ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ برکتوں والی نصیحت۔ (۲۱ : ۵۰)

بَیَانٌ

نصیحت۔ (۳ : ۱۳۸)

تِبْیَانٌ

کھلا اور واضح بیان۔ (۱۶ : ۸۹)

ف :۔ قرآن حکیم ایک ایسی کتاب ہے جس میں ہر چیز کا کھُلا اور واضح بیان موجود ہے یہ تمام دنیا جہان والوں کے لیئے برکتوں والی نصیحت ہے۔ مگر اس سے نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو اہلِ عقل ہیں، جن کے دِلوں میں خدا کا ڈر ہے اور جو حق بات کو ماننے اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے ہیں۔ (۱۶ : ۸۹؛ ۲۹ : ۵۱؛ ۳۸ : ۴۳، ۸۷؛ ۸۱ : ۲۷-۲۸؛ ۳ : ۱۳۸؛ ۶۹ : ۴۸؛ ۱۱ : ۱۲۰) اب جس کا جی چاہے۔ اس سے نصیحت حاصل کرے اور اس کو قبول کر کے اپنے رب کی راہ اختیار کر لے۔

(۷۳ : ۱۹؛ ۷۴ : ۵۴-۵۵؛ ۷۶ : ۲۹؛ ۸۰ : ۱۱-۱۲)۔

بُشْرٰی

خوشخبری۔ (۱۶ : ۸۹؛ ۲۷ : ۲؛ ۴۶ : ۱۲)

بَشِیْرٌ

خوشخبری سُنانے والا۔ (۴۱ : ۴؛ ۱۷ : ۹)

نَذِیْرٌ

ڈر سُنانے والا۔ (۴۱ : ۴؛ ۴۶ : ۱۲)

ف :۔ قرآنِ حکیم ان لوگوں کے لیئے بشارت ہے جو اپنے رب کے احکام کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں۔ ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، اور ان لوگوں کو ڈر سناتا ہے جو ظالم اور گنہگار ہیں۔ (۱۶ : ۸۹؛ ۲۷ : ۲-۳؛ ۱۷ : ۹؛ ۴۶ : ۱۲)

اَحْسَنُ الْحَدِیْث
بہترین بات۔ (۳۹ : ۲۳)

اٰیٰتُ اللّٰہِ
اللہ تعالیٰ کی نشانیاں۔ (۲ : ۹۹؛ ۲۹ : ۴۹؛ ۵۷ : ۹؛ ۶۵ : ۱۱)

اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ
اللہ تعالیٰ کی واضح نشانیاں۔ (۲ : ۹۹؛ ۲۹ : ۴۹؛ ۵۷ : ۹؛ ۶۵ : ۱۱)

ف :۔ اللہ تعالیٰ نے بہترین بات نازل فرمائی ہے جو ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں بار بار دہرائی جاتی ہیں جس سے ان لوگوں کے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے ابدان اور قلوب یادِ الٰہی کے لیئے نرم ہو جاتے ہیں (۳۹ : ۲۳) اللہ تعالیٰ کی ایسی واضح آیات سے وہی لوگ کفر کرتے ہیں جو حکم عدولی کے عادی ہوتے ہیں۔ (۲ : ۹۹) یہ صاف اور واضح آیات ان لوگوں کے سینوں میں موجود ہیں جن کو علم عطا ہوا ہے۔ اور ان سے انکار تو صرف ظالم، ضدی اور بے انصاف لوگ ہی کرتے ہیں۔ (۲۹ : ۴۹)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ واضح آیات اس لیئے نازل فرمائی ہیں تاکہ وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لائیں اور اللہ تعالیٰ تو تمہارے حال پر بڑا شفیق مہربان ہے (۵۷ : ۹) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر اللہ تعالیٰ کی یہ واضح آیات پڑھتے ہیں تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لا کر نیک عمل کریں، اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر نیک عمل کرے گا، تو باری تعالیٰ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو بہترین روزی عطا فرمائے گا۔ (۶۵ : ۱۱)

ب۔ عظمت و جلال

قرآن کریم کے عظمت و جلال کا یہ حال ہے کہ) اگر اللہ تعالیٰ اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتا تو تم دیکھ لیتے کہ وہ پہاڑ خوفِ الٰہی سے دب کر پھٹ جاتا۔ یہ مثالیں اس لیئے بیان کی جاتی ہیں تاکہ لوگوں میں غور و فکر (کا مادہ) پیدا ہو۔ (۵۹ : ۲۱)

(ابتدائے آفرینش میں) اللہ تعالیٰ نے (اپنی اس) امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا، تو انہوں نے اس (ذمہ داری کے بوجھ) کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے، اور انسان نے اس (ذمہ داری) کو اٹھا لیا۔ بے شک وہ (انسان) بڑا ہی ظالم و جاہل (یعنی بے ترس نادان) ہے۔ (۳۳ : ۷۲)

ف ۱۔ ظالم و جاہل وُہ کہلاتا ہے جو بالفعل عدل اور علم سے خالی ہو، مگر استعداد و صلاحیت ان صفات کے حصول کی رکھتا ہو۔ (حواشی علامہ عثمانیؒ)

ف ۲۔ شاید اسی لیئے قرآنِ حکیم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآنی تعلیمات کے ذکر کے ساتھ اہلِ عرب کے ان پڑھ اور گمراہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۳ : ۱۶۴؛ ۲ : ۶۲) کیونکہ قرآنِ کریم کے اوّل مخاطب وہی لوگ تھے (۶ : ۹۲؛ ۴۲ : ۷) وُہ ظالم تھے، جاہل تھے، اجڈ تھے، سب ہی کچھ تھے، مگر ان کے اندر وُہ صلاحیتیں موجود تھیں کہ جب قرآن پڑھنے سے ان کے قلوب کا زنگ اترا تو کتاب و حکمت کی تعلیم نے ان کی استعداد کو مزید ابھار کر، ان کو ساری دنیا کا معلّم بنا دیا۔ (مؤلف)

ج- تقدّس

(قرآن کریم کے تقدس کی یہ کیفیت ہے کہ) جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں، اس قرآن سے ان کے جسم پر بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے بدن اور ان کے دِل یادِ الٰہی کے لئے نرم ہو جاتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دیتا ہے۔ (۳۹ : ۲۳)

اور جب وُہ قرآن کو سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں میں آنسو اُمنڈ آتے ہیں، اس لیے کہ انہوں نے حق بات کو پہچان لیا اور وُہ یوں کہتے ہیں کہ ہم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم کو حق کے ساتھ بھیجی (یعنی قرآن کریم) ایمان نہ لا دیں، اور اس بات کی توقع رکھیں کہ ہم کو ہمارا رب نیک بختوں کے ساتھ داخل کرے گا۔ (۵ : ۸۳-۸۴)

د- قولِ فیصل

کیا (یہ لوگ) قرآنِ حکیم میں فکر و تدبّر نہیں کرتے (اور یہ نہیں دیکھتے کہ اس میں اختلاف نہیں ہے) اگر قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات ہوتے۔ (۴ : ۸۲)

قرآن کریم تو بنی اسرائیل کی بہت سی مختلف فیہ باتوں کو بیان کرتا ہے جن میں وُہ جھگڑتے ہیں (تاکہ وُہ ان اختلافات کو دُور کر کے ہدایت کی طرف متوجّہ ہوں اور ایمان لا کر رحمتِ الٰہی کے مستحق ہو جائیں)۔ (۲۷ : ۷۶-۷۷)

قرآنِ کریم میں ہنسی اور دل لگی کی باتیں نہیں ہیں۔ (۸۶ : ۱۴)

بلکہ وُہ تو ایک فیصلہ کُن کلام ہے۔ (۸۶ : ۱۳)

۸۔ ہدایت

(۱) مقصدِ نزول

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو حق کے ساتھ مفصّل نازل فرمایا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں اس چیز کے ساتھ انصاف کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سمجھائی ہے۔
(۴: ۱۰۵ ؛ ۶: ۱۱۴)

(سب سے پہلے) مکّہ معظمہ اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کو ڈرائیں۔ (۴۲: ۷)
جن کے پاس آپؐ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ (۳۲: ۲-۳ ؛ ۳۶: ۶)
اور (اس کے بعد) تمام جہان والوں کو ڈرائیں۔ (۲۵: ۱)
اور ان لوگوں کو ڈر سنائیں جو زندہ ہوں (یعنی جن کی رُوح مردہ نہ ہو چکی ہو)۔ (۳۶: ۶۹-۷۰)
اور جس جس کو بھی یہ پیغام پہنچے، سب کو خبردار کر دیں۔ (۶: ۱۹)
ان کو ڈرائیں، اور مشرکوں کو ایک آفت (یعنی قیامت) کا ڈر اور وعیدیں سُنائیں، اور ان کے سامنے طرح طرح کی مثالیں بیان کریں، تاکہ وُہ ڈر جائیں اور ان میں سوچ پیدا ہو اور وُہ نصیحت حاصل کر لیں اور نیک عمل مؤمنوں کو خوشخبری دیں کہ ان کے لیئے اچھا اجر ہے۔ (۱۸: ۱-۴ ؛ ۲۰: ۱۱۳ ؛ ۲۶: ۱۹۲-۱۹۵ ؛ ۳۹: ۲۷-۲۸)
قرآن کریم کو لوگوں تک پہنچانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وُہ چونک جائیں اور جان لیں کہ معبود تو صرف ایک ہی ہے اور تاکہ عقلمند لوگ نصیحت حاصل کریں۔ (۱۴: ۵۲)
ان میں غور و فکر اور تدبّر کا مادہ پیدا ہو، ان کے دِل ڈر جائیں اور لوگ تقویٰ اختیار کر لیں۔ (۱۶: ۴۴ ؛ ۲۰: ۱۱۳ ؛ ۳۸: ۲۹ ؛ ۳۹: ۲۷-۲۸)

اور تاکہ آپ ان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں اور ان کے رب کے حکم سے اس اللہ کے راستہ پر لے آئیں جو عزیز اور حمید ہے اور زمین و آسمان کی تمام چیزیں جس کی ملک ہیں۔ (۱۴ : ۱-۲ نیز ۵۷ : ۹ نیز ۶۵ : ۱۰-۱۱)

اور منکرین پر حجت قائم ہو جائے۔ (۳۶ : ۶۹-۷۰)

(۲) قرآن اور ہدایت

قرآن سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ (۶ : ۱۲۶ نیز ۱۷ : ۹)

قرآن میں ہر طرح کی مثال موجود ہے۔ (۱۷ : ۸۹ نیز ۱۸ : ۵۴ نیز ۳۰ : ۵۸)

قرآن بھلائی کی راہ دکھاتا ہے۔ (۷۲ : ۱-۲)

قرآن کے تاریخی قصّوں میں عقلمندوں کے لیئے عبرت ہے۔ (۱۲ : ۱۱۱)

قرآن میں اللہ تعالیٰ کے عبادت گذار بندوں کے لیئے مقصود تک پہنچنے کے کافی مضامین موجود ہیں۔ (۲۱ : ۱۰۶)

قرآن میں صاف اور واضح باتیں، سابقہ لوگوں کے قِصّے اور اللہ سے ڈرنے والوں کیلیئے نصیحت کی باتیں درج ہیں۔ (۲۴ : ۳۴)

قرآن میں عام لوگوں کے لیئے سوجھ کی باتیں، اور یقین لانے والوں کے لیئے ہدایت اور رحمت موجود ہے۔ (۴۵ : ۲۰)

سُورۂ نور میں نصیحت کے لِیئے واضح نشانیاں موجود ہیں۔ (۲۴ : ۱)

قرآن میں مختلف عنوانات کے تحت بار بار فہمائش کی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ تاکہ لوگ سوچیں۔ (۱۷ : ۴۱)

اور اللہ تعالیٰ نے واضح اور مفصّل آیات اسی لیئے نازل فرمائی ہیں تاکہ لوگ ان کو سمجھیں

اور نصیحت حاصل کریں۔(۲۲ : ۱۶ ؛ ۴۴ : ۴۶ ؛ ۵۷ : ۱۷)
قرآن تو نصیحت ہی نصیحت ہے۔ جس کا جی چاہے اس کو اختیار کرے، یاد رکھے اور اپنے رب کے سیدھے راستے پر قائم ہو جائے۔ (۷۳ : ۱۹ ؛ ۷۴ : ۵۴-۵۵ ؛ ۷۶ : ۲۹ ؛ ۸۰ : ۱۱-۱۲)
بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیئے آسان کر دیا ہے، پس کوئی ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے! (۵۴ : ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰)
(قرآن تو ایسی مقدس کتاب ہے کہ اس کو پڑھ کر یا سن کر) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے بدن اور دل یادِ الٰہی کے لیئے نرم ہو جاتے ہیں۔ (۳۹ : ۲۳)
(اور قرآن کا جلال تو اتنا زبردست ہے کہ) اگر یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کر دیا جاتا، تو پہاڑ خوفِ الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ (۵۹ : ۲۱)
مگر یہ کفار تو ایسے سنگدل ہیں کہ ان کے قلوب پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں کیونکہ پتھروں میں تو ایسے بھی ہیں جن میں نہریں جاری ہو جاتی ہیں، اور بعض پتھر ایسے بھی ہیں کہ جب وُہ شق ہوتے ہیں تو ان میں سے پانی نکل آتا ہے اور بعض پتھر ایسے بھی ہیں کہ وُہ خوفِ الٰہی سے گر جاتے ہیں۔ (۲ : ۷۴)
یہ کفّار تو جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہو گئے ہیں اور اپنے حواس سے بالکل کام ہی نہیں لیتے۔ (۷ : ۱۷۹)
قیامت میں شک کرنے والے بھی قرآن کو نہیں مانتے، حالانکہ آفاق اور انفس (یعنی دُنیا میں اور خود اپنی ذات) میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھ کر یہ جان گئے ہیں کہ قرآن برحق ہے۔ (۴۱ : ۵۳-۵۴)
(بات دراصل یہ ہے کہ) قرآن سے صرف وہی لوگ ہدایت پا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ

سے ڈرتے ہوں، تقویٰ اختیار کرنے والے ہوں، ایمان لانے والے ہوں، احسان کرنے والے ہوں اور سیدھے راستے کے متلاشی ہوں۔ (۲:۲ ؛ ۷ : ۲ ؛ ۱۱ : ۱۲۰ ؛ ۲۰ : ۳ ؛ ۳۱ : ۲-۳ ؛ ۴۹ : ۴۸ ؛ ۸۱ : ۲۷ - ۲۸)

(اسی لیئے تو) بہت سے لوگ قرآن کو پڑھ کر ہدایت پا گئے اور بہت سے گمراہ ہو گئے۔ (۲ : ۲۶)

(یاد رکھو کہ) قرآن سے گمراہ وہی ہوتے ہیں جو فاسق ہوں، اللہ کے عہد کو توڑنے والے ہوں، جن رشتوں کو اللہ تعالیٰ نے ملائے رکھنے کا حکم دیا ہے ان کو قطع کرتے ہوں اور ملک میں فساد پھیلانا ان کا کام ہو۔ (۲ : ۲۶ - ۲۷)

(پس اے لوگو! خوب کان کھول کر سُن لو کہ) دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں۔ بلاشبہ حق گمراہی سے واضح ہو چکا ہے، پس جو کوئی گمراہ کرنے والوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے اللہ تعالیٰ پر یقین لے آئے تو گویا اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں۔ (خوب سمجھ لو کہ) اللہ تعالیٰ خوب سنتا اور جانتا ہے۔ (۲ : ۲۵۶)

(۳) صداقتِ قرآن

۱۔ قرآن کی صداقت پر گواہیاں

قرآنِ کریم تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے اور بالکل سچی کتاب ہے (۱۰ : ۱۰۸ ؛ ۱۱ : ۱۲۰ ؛ ۱۳ : ۱ ؛ ۴۷ : ۲)

اس کی صداقت میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ (۲ : ۲)

اللہ تعالیٰ اور فرشتے خود اس کی صداقت پر گواہ ہیں۔ (۴ : ۱۶۶)
اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ جیسے تمہارے بولنے میں کوئی شبہ نہیں۔ بالکل اسی طرح قرآن کے برحق ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (۵۱ : ۲۳)
جنات نے بھی قرآن کی صداقت کی گواہی دی۔ (۴۶ : ۲۹-۳۲)
تمام اہلِ علم قرآن کی صداقت کے قائل ہیں۔ (۱۷ : ۱۰۶-۱۰۹ ، ۳۴ : ۶)
اہلِ کتاب تو خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن منزّل من اللہ ہے۔ (۶ : ۱۱۴)
اور قرآن کی صداقت کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچان لیتے ہیں۔ (۶ : ۲۰)
قرآن کا ذکر سابقہ کتابوں میں بھی ہے۔ (۲۶ : ۱۹۶)
اور اہلِ کتاب کے علماء قرآن کی صداقت کو خوب جانتے ہیں۔ (۲۶ : ۱۹۷)
مگر طرح طرح کے بغض و عناد کی وجہ سے مانتے نہیں ہیں۔ (۲ : ۹۷-۹۹)
ف :۔ کتبِ سابقہ سے صداقتِ قرآن پر چند شہادتیں ہدیۂ قارئین ہیں :۔

۱۔ حضرت موسیٰؑ کی پانچویں کتاب استثناء (باب ۱۸۔ فقرہ ۱۸-۱۹)

مَیں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں ان سے کہوں گا وُہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وُہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سُنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔

۲۔ یسعیاہؑ نبی کی کتاب۔ (باب ۴۲۔ فقرہ ۴)

اس کا زوال نہ ہو گا اور نہ مسلا جائے گا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے اور بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ تکیں o

۳- یوحنا عارف کا مکاشفہ- (باب ۵- فقرہ ۱)

اور جو تخت پر بیٹھا تھا- میں نے اس کے دہنے ہاتھ میں ایک کتاب دیکھی جو اندر سے اور باہر سے لکھی ہوئی تھی اور اسے سات مہریں لگا کر بند کیا گیا تھا ٥

ف :- یہ کتاب قرآنِ کریم اور سات مہریں سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں-

ب- قرآن کی پیشینگوئیاں

(۱)ـــ وہ پیشینگوئیاں جو حضور صلعم کے زمانہ میں پوری ہو چکیں-

(۱) مسلمانوں کے غالب و منصور اور کفّار کے مغلوب و مقہور ہونے کی پیشینگوئیاں :-

آپؐ کافروں سے کہہ دیجیئے کہ تم عنقریب (مسلمانوں کے ہاتھوں) مغلوب کیئے جاؤ گے- (۳ : ۱۲)

بے شک کفار اپنے مال اللہ کی راہ سے روکنے کے لیئے خرچ کرتے ہیں- وہ ابھی اور بھی خرچ کریں گے- پھر وہ خرچ کیئے ہوئے مال ان کے لیئے حسرت و افسوس کا ذریعہ بنیں گے اور آخر کار وہ لوگ مغلوب ہوں گے- (۸ : ۳۶)

آپؐ ان کافروں سے کہہ دیجیئے کہ اگر وہ باز آجائیں تو ان کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے- اور اگر وہ پھر وہی حرکتیں کریں گے تو سابقہ کفار کے بارے میں ہمارا قانون نافذ ہو چکا ہے- (وہی ان کے ساتھ بھی ہو گا)- (۸ : ۳۸)

کفّار یہ نہ سمجھیں کہ وہ بچ نکلے- وہ یقیناً ہم کو تھکا نہ سکیں گے- آپؐ ان کے مقابلہ میں ہر ممکن طریقے سے تیاری کریں- اللہ تعالیٰ اور آپؐ کی اتباع کرنے والے مسلمان آپؐ کو کافی ہیں- (۸ : ۵۹-۶۴)

ان سے قتال کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے گا اور ان کے دلوں کے غصّہ کو دُور کرے گا اور جس کو چاہے گا، توبہ نصیب کرے گا۔ (۹: ۱۴-۱۵)

ہمارا حکم ہمارے ان بندوں کے حق میں جو رسول ہیں، پہلے ہی مقرر ہو چکا ہے کہ بلا شبہ ان ہی کو مدد دی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا، پس آپؐ کچھ عرصہ کے لیئے ان سے منہ پھیر لیں اور ویسے ان پر نگاہ رکھیں۔ عنقریب وُہ بھی دیکھ لیں گے۔ کیا وُہ ہمارا عذاب جلد مانگ رہے ہیں؟ پھر جب وُہ عذاب ان کے آنگنوں میں اترے گا تو وُہ ان لوگوں کے لیئے جن کو ڈرایا جا چکا ہے، بہت ہی بُرا وقت ہوگا۔ پس آپؐ کچھ عرصہ کے لیئے ان سے منہ پھیر لیں اور یوں ان پر نگاہ رکھیں، عنقریب وُہ بھی دیکھ لیں گے۔ (۳۷: ۱۷۱-۱۷۹)

پس تم ہمت نہ ہارو اور صلح کے لیئے نہ پکارنے لگو۔ تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔ (۴۷: ۳۵)

کیا تمہارے (زمانہ کے) کافر ان سب (سابقہ کفار) سے بہتر ہیں؟ یا کیا ان کے لیئے آسمانی کتابوں میں کوئی معافی کا اعلان درج ہے؟ یا کیا یہ اپنے آپ کو بڑا بھاری جتھا سمجھتے ہیں جو غالب ہی رہے گا؟ (نہیں! ہرگز نہیں!!) یہ جتھا عنقریب شکست کھا جائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا۔ (۵۴: ۴۳-۴۵)

ب۔ منافقوں کے ذلیل و معذّب ہونے کی پیشینگوئی :-

وُہ لوگ جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے، تم دیکھتے ہو کہ ایسے لوگ دوڑ دوڑ کر ان (یہود و نصارٰی) میں گھستے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی افتاد نہ آ پڑے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ (آپؐ کے لیئے) کامل فتح کا یا اپنی طرف سے کسی اور بات کا ظہور فرمادے پھر وُہ (منافق) اپنے جی کی چھپی ہوئی باتوں پر پشیمان ہوں۔

(۵۲:۵)

کچھ تمہارے گردوپیش والوں میں اور کچھ مدینہ والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حدِ کمال پر پہنچے ہوئے ہیں۔ آپؐ ان کو نہیں جانتے، ان کو ہم جانتے ہیں۔ ہم ان کو دوہری سزا دیں گے۔ پھر وُہ بڑے بھاری عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (۹:۱۰۱)

ج۔ روم کے ایران پر غالب آنے کی پیشینگوئی:۔

اہلِ روم قریب کے ملک میں مغلوب ہوگئے ہیں اور وُہ عنقریب اپنے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں غالب ہوجاویں گے۔ پہلے بھی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو تھا اور بعد میں بھی (اسی کو ہے) اور اس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس مدد پر خوش ہوں گے۔ وُہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وُہ زبردست رحم والا ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا، لیکن بہت سے لوگ جانتے نہیں ہیں، وُہ صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں۔

(۳۰:۲-۷)

ف:۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے حواشی میں تحریر فرمایا ہے:۔

"ان آیات میں قرآن نے ایک عجیب و غریب پیشینگوئی کی ہے جو اس کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ کی بڑی بھاری دو سلطنتیں فارس (جسے ایران کہتے ہیں) اور روم مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آتی تھیں۔ ۶۰۲ء سے لے کر ۶۱۴ء کے بعد تک ان کی حریفانہ نبرد آزمائیوں کا سلسلہ جاری رہا کیا۔ جیساکہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی تصریحات سے ظاہر ہے۔ ۵۷۰ء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ اور چالیس سال بعد ۶۱۰ء میں آپؐ کی بعثت ہوئی۔ مکہ والوں میں جنگِ روم و فارس کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ اسی دوران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت اور اسلامی تحریک نے ان لوگوں کے لیے

ان جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی۔

فارس کے آتش پرست مجوس کو مشرکینِ مکّہ مذہباً اپنے سے نزدیک سمجھتے تھے، اور روم کے نصاریٰ اہلِ کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے بھائی یا کم از کم ان کے قریبی دوست قرار دیئے جاتے تھے۔ جب فارس کے غلبہ کی خبر آتی، مشرکینِ مکّہ مسرور ہوتے اور اس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے اور خوش آئند توقعات باندھتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی طبعاً صدمہ ہوتا کہ عیسائی اہلِ کتاب آتش پرست مجوسیوں سے مغلوب ہوں۔ ادھر ان کو مشرکینِ مکّہ کی شماتت کا ہدف بننا پڑے۔

آخر ۶۱۴ء کے بعد (جبکہ ولادتِ نبوی کو قمری حساب سے تقریباً پینتالیس سال اور بعثت کے پانچ سال گزر چکے) خسرو پرویز (کیخسرو ثانی) کے عہد میں فارس نے روم کو ایک مہلک اور فیصلہ کُن شکست دی۔ شام، مصر، ایشیائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ہرقل قیصرِ روم کو ایرانی لشکر نے قسطنطنیہ میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور کر دیا اور رومیوں کا دارالسّلطنت بھی خطرہ میں پڑ گیا۔ بڑے بڑے پادری قتل یا قید ہو گئے۔ بیت المقدّس سے عیسائیوں کی سب سے بڑی صلیب بھی ایرانی فاتحین لے اڑے۔ قیصرِ روم کا اقتدار بالکل فنا ہو گیا۔ بظاہر اسباب کوئی صورت رُوم کے اُبھرنے اور فارس کے تسلّط سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔ یہ حالات دیکھ کر مشرکینِ مکّہ نے خوب بغلیں بجائیں، مسلمانوں کو چھیڑنا شروع کیا، بڑے بڑے حوصلے اور توقعات قائم کرنے لگے، حتیٰ کہ بعض مشرکین نے (حضرت) ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے بھائی ایرانیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹا دیا ہے کل ہم بھی تمہیں اسی طرح مٹا ڈالیں گے۔

اس وقت قرآن نے سلسلۂ اسباب ظاہری کے بالکل خلاف عام اعلان کر دیا کہ بیشک اس وقت رومی فارس سے مغلوب ہو گئے ہیں، لیکن نو سال کے اندر اندر وہ پھر غالب

منصور ہوں گے۔ اسی پیشینگوئی کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے بعض مشرکین سے شرط باندھ لی۔ (اس وقت تک ایسی شرط لگانا حرام نہ ہوا تھا) کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں سو اونٹ تم کو دوں گا، ورنہ اسی قدر اونٹ تم مجھ کو دو گے۔ شروع میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنی رائے سے 'بضع سنین' کی میعاد کچھ کم رکھی تھی۔ بعدہٗ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے 'بضع' کے لغوی مدلول یعنی نو سال پر معاہدہ ٹھہرا۔

اِدھر ہرقل قیصرِ روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیّہ کر لیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فارس پر فتح دی تو حمص سے پیدل چل کر ایلیا (بیت المقدس) تک پہنچوں گا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآنی پیشینگوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر (یعنی ہجرت کا ایک سال گزرنے پر) عین بدر کے دِن جبکہ مسلمان اللہ کے فضل سے مشرکین پر نمایاں فتح و نصرت حاصل ہونے کی خوشیاں منا رہے تھے، یہ خبر سُن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہلِ کتاب کو خدا تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب فرمایا اور اس ضمن میں مشرکینِ مکہ کو مزید خذلان و خسران نصیب ہوا۔ قرآن کی اس عظیم الشان اور محیر العقول پیشینگوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے سو اونٹ مشرکینِ مکہ سے وصول کیے جن کے متعلق حضورؐ نے حکم دیا کہ صدقہ کر دیئے جائیں"۔

د۔ فتح مکہ اور فتح خیبر کی پیشینگوئیاں:-

بالتحقیق اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ وُہ آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وُہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور لگے ہاتھوں ان کو ایک فتح بھی دے دی، اور بہت سی غنیمتیں بھی، جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمتوں والا ہے۔

(۴۸ : ۱۸-۱۹)

اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے پس سرِ دست تم کو یہ غنیمت دے دی ہے۔ اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے تاکہ اہلِ ایمان کے لیئے یہ قدرت کا ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک سیدھی راہ پر چلائے اور ایک فتح اور بھی ہے جو (ابھی) تمہارے قابو میں نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ اس کو احاطہ میں لیئے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (۴۸ : ۲۰-۲۱)

ف :۔ حضرت علاّمہ شبّیر احمد عثمانیؒ نے حواشی میں تحریر فرمایا ہے :۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکّہ میں امن وامان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے حلق و قصر کیا۔ آپؐ نے یہ خواب صحابہؓ سے بیان فرمایا گو آپؐ نے مدّت کی تعیین نہیں فرمائی تھی۔ مگر شدّتِ اشتیاق سے اکثروں کا خیال اس طرف گیا کہ امسال عمرہ میسر ہوگا اور اتفاقاً آپؐ کا مقصد بھی عمرہ کا ہو گیا۔ آپؐ تقریباً ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو ہمراہ لے کر بغرض عمرہ مکّہ کی طرف روانہ ہوئے اور ہدیٰ بھی آپؐ کے ساتھ تھی۔ یہ خبر مکّہ پہنچی تو قریش نے بہت سا مجمع کر کے اتفاق کر لیا کہ آپ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے حالانکہ ان کے ہاں حج و عمرہ سے دشمن کو بھی روکا نہیں جاتا تھا۔ بہر حال حدیبیہ پہنچ کر جو مکّہ سے قریب ہے آپؐ کی اونٹنی بیٹھ گئی اور کسی طرح اٹھنے کا نام نہ لیا۔ آپؐ نے فرمایا حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ (یعنی اس اونٹنی کو اس نے روکا ہے جس نے اصحاب فیل کو روکا تھا) اور فرمایا کہ خدا کی قسم اہلِ مکّہ مجھ سے جس بات کا مطالبہ کریں گے۔ جس میں حرمات کی تعظیم قائم رہے میں منظور کروں گا۔ آخر آپؐ نے وہیں قیام فرمایا (اسی مقام کو آج کل شمیسیہ کہتے ہیں)

آپؐ نے مکّہ والوں کے پاس قاصد بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے، ہم کو آنے دو۔ عمرہ کر کے چلے جائیں گے، جب اس کا کچھ جواب نہ ملا تو آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ

عنہ کو وہی پیغام دے کر بھیجا اور بعض مسلمان مرد و عورت جو مکہ میں مغلوب و مظلوم تھے ان کو بشارت پہنچائی کہ اب عنقریب مکہ میں اسلام غالب ہو جائے گا۔ حضرت عثمان رضؓ کو قریش نے روک لیا۔ ان کی واپسی میں جو دیر لگی یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضؓ قتل کر دیئے گئے۔ اس وقت آپؐ نے اس خیال سے کہ شاید لڑائی کا موقع ہو جائے سب صحابہ سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی جب قریش نے بیعت کی خبر سنی ڈر گئے اور حضرت عثمان رضؓ کو واپس بھیج دیا۔

پھر مکہ کے چند رؤسا بغرض صلح آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح نامہ لکھنا قرار پایا۔ اس سلسلہ میں بعض امور پر بحث و تکرار بھی ہوئی اور مسلمانوں کو غصہ اور جوش آیا کہ تلوار سے معاملہ ایک طرف کر دیا جائے لیکن آخر حضورؐ نے مکہ والوں کے اصرار کے موافق سب باتیں منظور فرمالیں اور مسلمانوں نے بھی بے انتہا ضبط و تحمل سے کام لیا اور صلح نامہ تیار ہو گیا جس میں ایک شرط کفار کی طرف سے یہ تھی کہ آپ اس سال واپس چلے جائیے اور سال آئندہ غیر مسلح آکر عمرہ کر لیجئے اور یہ کہ فریقین میں دس سال تک لڑائی نہ ہو گی۔ اس مدت میں جو مرد ہمارے ہاں سے تمہارے پاس جائے، اسے آپ اپنے پاس نہ رکھیں، اور جو تمہارا آدمی ہمارے ہاں آئے گا ہم واپس نہ کریں گے۔ صلح کا تمام معاملہ طے ہو جانے پر آپؐ نے حدیبیہ ہی میں ہدی کا جانور ذبح کیا اور حلق و قصر کر کے احرام کھول دیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستہ ہی میں یہ سورہ (الفتح) نازل ہوئی اور یہ سب واقعہ اواخر ۶ھ میں پیش آیا۔ حدیبیہ سے واپس تشریف لا کر اوائل ۷ھ میں آپؐ نے خیبر فتح کیا جو مدینہ سے شمالی جانب چار منزل پر شام کی سمت یہود کا ایک شہر تھا۔ اس حملہ میں کوئی شخص ان صحابہؓ کے علاوہ شریک نہ تھا جو حدیبیہ میں آپؐ کے ہمراہ تھے، سال آئندہ یعنی ذیقعدہ ۷ھ میں آپؐ حسبِ معاہدہ عمرۃ القضاء کے لئے تشریف لے گئے

اور امن و امان کے ساتھ مکہ پہنچ کر عمرہ ادا کیا اور فرمایا۔ عہد نامہ میں جو دس سال تک لڑائی بند رکھنے کی شرط تھی، قریش نے نقض عہد کیا۔ آپؐ نے مکہ پر چڑھائی کر دی اور رمضان ۸؁ھ میں اس کو فتح کر لیا۔"

(۲)۔ وُہ پیشینگوئیاں جو زمانہ خلافت راشدہ میں پوری ہوئیں۔

۱۔ نیک عمل مؤمنوں کے لئے خلافت کی پیشینگوئی :۔

تم میں سے جو لوگ ایمان لا کر نیک عمل کریں گے، اللہ تعالیٰ ان سے وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور ان کے لئے اس دین کو قوت دے گا جسے اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا (بشرطیکہ) وُہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جو کوئی اس کے بعد ناشکری کرے گا تو وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔ (۲۴ : ۵۵)

حدیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

حضرت ابو حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا۔ میں نے خود سُنا کہ وُہ یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :۔

بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء علیہم السّلام کیا کرتے تھے، جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دُوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیتا تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ (یہ سُن کر صحابہؓ نے

عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! ان خلفاء کے متعلق آپؐ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت پوری کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی رعیت کے متعلق ان سے سوال کرے گا۔ (بخاری، مسلم، احمد، ابن ماجہ، ابنِ جریر، ابن ابی شیبہ)

ف:۔ الحمدللہ کہ یہ وعدۂ الٰہی چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر پورا ہوا اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشینگوئی کے ایک ایک حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خلفائے اربعہ کے بعد بھی کچھ بادشاہان اسلام وقتاً فوقتاً اس نمونہ کے آتے رہے اور جب اللہ چاہے گا، آئندہ بھی آئیں گے۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخری خلیفہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہوں گے جن کے متعلق عجیب و غریب بشارات سنائی گئی ہیں۔ وہ خدا کی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور خارق عادت جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سے اسلام کا کلمہ بلند کریں گے۔ (حواشی علامہ عثمانیؒ)

ب۔ فتح خیبر کے بعد فارس و روم وغیرہ پر فتحیاب ہونے کی پیشینگوئی:۔

جو لوگ (غزوہ حدیبیہ سے) پیچھے رہ گئے تھے، وہ عنقریب جب تم (خیبر کی) غنیمتیں لینے چلو گے تو کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں، وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ خدا تعالیٰ نے پہلے سے یوں ہی فرما دیا ہے۔ اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو حالانکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں۔ آپؐ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو تم ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع ہو جائیں۔ پس اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو اللہ تعالیٰ اچھا بدلہ دے گا اور اگر تم روگردانی کرو گے جیسا کہ اس سے قبل روگردانی کر چکے ہو، تو اللہ تعالیٰ تم کو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔ (۴۸: ۱۵-۱۶)

ف:۔ حدیبیہ سے واپس ہو کر حضورؐ کو خیبر پر چڑھائی کرنے کا حکم ہوا، جہاں غدار یہود

آباد تھے جو بد عہدی کر کے جنگِ احزاب میں کافر قوموں کو مدینہ پر چڑھا لائے تھے۔ حق تعالیٰ نے حضورؐ کو خبر دی کہ وہ گنوار جو حدیبیہ نہیں گئے اب خیبر کے معرکہ میں تمہارے ساتھ چلنے کو کہیں گے، کیونکہ وہاں خطرہ کم اور غنیمت کی امید زیادہ ہے۔ آپؐ ان سے فرما دیں کہ تمہاری استدعا سے پیشتر اللہ ہم کو کہہ چکا ہے کہ تم (اس سفر میں) ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے۔ اندریں صورت کیا تم ہمارے ساتھ جا سکتے ہو؟ اگر جاؤ گے تو یہ معنیٰ ہوں گے کہ گویا اللہ کا کہا بدل دیا گیا جو کسی طرح ممکن نہیں۔ ذرا صبر کرو۔ اس لڑائی میں تو نہیں جا سکتے، لیکن آگے بہت معرکے پیش آنے ہیں بڑی سخت جنگجو قوموں سے مسلمانوں کے مقابلے ہوں گے جن کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک کہ وہ قومیں مسلمان ہو کر یا جزیہ وغیرہ دے کر اسلام کی مطیع ہو جائیں اگر واقعی تم کو شوقِ جہاد ہے تو اس وقت میدان میں آ کر دادِ شجاعت دینا اس موقع پر خدا کا حکم مانو گے تو اللہ بہترین بدلہ دے گا۔

(تنبیہ) اِن جنگجو قوموں سے بنو حنیفہ وغیرہ مراد ہیں جو مسیلمہ کذاب کی قوم تھی یا ہوازن و ثقیف وغیرہ جن سے حنین میں مقابلہ ہوا، یا وہ مرتدین جن پر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کی، یا فارس و روم اور کرد وغیرہ جن سے خلفائے راشدین کے زمانہ میں لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں بہت سے بے لڑے بھڑے مسلمان ہوئے اور مالِ غنیمت بھی بہت آیا۔ (حواشی علامہ عثمانیؒ)

(۳) وہ پیشینگوئیاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پوری ہو رہی ہیں اور قیامت تک پوری ہوتی رہیں گی۔

۱- تحدیِ قرآن :- دنیا کے سب لوگ مل کر بھی قرآن کے مثل نہیں لا سکتے چاہے

وُہ جس سے مدد لے لیں۔ اور پورا قرآن تو کیا قرآن کی سورتوں جیسی ایک سُورت بھی نہیں لا سکتے۔ (۱۷: ۸۸؛ ۵۲: ۳۳-۳۴؛ ۱۱: ۱۳-۱۴؛ ۲: ۲۳-۲۴)

ب۔ حفاظتِ قرآن:۔

بے شک ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (۱۵: ۹)

ج۔ واقعۂ معراج لوگوں کے لیئے آزمائش ہے:۔

ہم نے یہ رؤیا (معراج) جو آپ کو دکھلایا ہے اس کو لوگوں کے لیئے آزمائش بنایا ہے (جس کے بیان سے لوگ جانچے گئے۔ سچّوں نے سُن کر مانا اور کچّوں نے جھوٹ جانا)۔ (۱۷: ۶۰)

د۔ غلبۂ مومنین کا وعدہ:۔

تم ہی سر بلند رہو گے اگر تم مومن ہو۔ (۳: ۱۳۹)

ہ۔ اخبارِ قرآن کا سچّا ہونا:۔

قرآنِ کریم میں جو خبریں دی گئی ہیں اور جن کا کفّار مذاق اڑاتے ہیں۔ ان کے متعلق ہم عنقریب دُنیا میں اور ان کی اپنی جانوں میں ایسے ایسے نمونے دکھائیں گے جن سے قرآن کی صداقت واضح ہو جائے گی۔ (۳۸: ۸۸؛ ۶: ۴-۵؛ ۴۱: ۵۲-۵۳)

ف:۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ قرآنِ کریم کی خبریں کس طرح پوری ہو رہی ہیں۔ تختِ سلیمانی کی تصدیق ہوائی جہازوں سے اور واقعہ معراج کی خلائی ایٹمی سیاروں سے ہو رہی ہے۔ قیامت کے دن اعضاءِ جسمانی اور بے شمار دیگر اشیاء کی شہادت کا ثبوت ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے بہم پہنچ رہا ہے۔ شریعتِ قرآنی کی تصدیق وُہ تمام اقوامِ یورپ و امریکہ وغیرہ بزبانِ حال کر رہی ہیں جو قرآنی قوانین کو مختلف انداز سے اپنے ہاں نافذ کر رہی ہیں (مؤلّف)

(۴) وہ پیشینگوئیاں جو آئندہ پوری ہونے والی ہیں۔

۱۔ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام:۔

(بنی اسرائیل کو جو عذاب میں مبتلا کیا گیا، اس کے اسباب میں سے ایک سبب) ان کا یہ کہنا بھی ہے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ کو جو اللہ کے رسول ہیں، قتل کر دیا حالانکہ نہ انہوں نے ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سُولی پر چڑھایا، بلکہ ان کو اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں، وُہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور انہوں نے یقیناً ان کو قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے اہل کتاب میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آپ کی موت سے قبل ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وُہ ان پر گواہ ہوں گے۔ (۴: ۱۵۷-۱۵۹)

احادیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابنِ مریمؑ نازل ہوں گے جو ایک عادل حاکم ہوں گے۔ وُہ صلیب کو توڑ دیں گے سؤر کو قتل کریں گے، جزیہ کو اٹھا دیں گے، مال کو بڑھائیں گے یہاں تک کہ کوئی اس کا خواہشمند نہ رہے گا یہاں تک کہ صرف ایک سجدہ کرنا اس وقت دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہو گا۔

اس کے بعد ابو ہریرہؓ نے کہا کہ (اگر تم کو اس میں کچھ شک و شبہ ہو تو) اس آیت کو پڑھو۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ الخ (یعنی کوئی اہلِ کتاب ایسا باقی نہ رہے گا جو حضرت عیسیٰؑ پر آپ کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے)۔ (بخاری، مسلم)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خدا کی قسم!! البتہ ابن مریمؑ نازل ہوں گے جو ایک عادل حاکم ہوں گے، وہ صلیب کو توڑیں گے، سؤر کو قتل کریں گے، جزیہ کو اُٹھا دیں گے جوان اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا اور ان سے سواری و بار برداری کا کام نہ لیا جائے گا۔ لوگوں کے دلوں سے کینہ، بغض اور حسد جاتا رہے گا اور حضرت عیسیٰؑ لوگوں کو مال و دولت کی طرف بلائیں گے، لیکن مال و دولت کی کثرت کے سبب کوئی قبول نہ کرے گا۔ (مسلم)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق کے واسطے جنگ کرتی رہے گی اور قیامت کے دن تک دشمنوں پر غلبہ حاصل کرتی رہے گی۔ پھر عیسیٰ ابن مریمؑ نازل ہوں گے اور مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا۔ "آئیے ہم کو نماز پڑھائیے" حضرت عیسیٰؑ کہیں گے۔ نہیں۔ کیونکہ تم میں سے بعض لوگ بعض پر امیر و امام ہیں اور اللہ نے اس امت کو بزرگی دی ہے۔ (مسلم)

(۴) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ زمین پر نازل ہوں گے، نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔ وہ پینتالیس ۴۵ برس تک دُنیا میں رہیں گے، پھر وہ وفات پائیں گے اور میری قبر میں دفن کئے جائیں گے۔ (قیامت کے دن) میں اور عیسیٰ بن مریمؑ ایک قبر سے ابی بکرؓ اور عمرؓ کے درمیان اٹھیں گے (مشکوٰۃ بحوالہ کتاب الوفاء)

ب۔ وقوعِ قیامت :۔

قیامت کا آنا بالکل برحق ہے۔ قیامت آکر رہے گی۔ (۱۰ : ۵۳، ۵۵ ع۱۸، ۲۱: ع۶)

۴۰: ۵۹؛ ۴۵: ۳۲)

ف :۔ قیامت کے بارے میں مفصل بیان بابِ قیامت میں ملاحظہ ہو۔

ب۔ کفّار کی حجّت بازیاں اور اُن کے جوابات

(۱) قرآن کا مذاق اڑانا

(قرآنِ کریم کے تقدس کا لوگوں پر بہت اثر ہوتا تھا) قرآن کو سُن کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کے جسم اور دِل یادِ الٰہی کے لیے نرم ہو جاتے تھے۔ (۳۹: ۲۳)

(اس اثر سے بچنے کے لئے کفار نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ) جب قرآن پڑھا جاتا تو وُہ اس کو سُن کر بھاگتے تھے، کیونکہ ان کے دل پر پڑتا تھا اور وُہ تکذیب کرتے تھے۔ (۱۷: ۴۵-۴۷؛ ۲۵: ۴؛ ۳۴: ۴۳)

قرآن کو سابقہ لوگوں کی کہانیاں بتلاتے تھے۔ (۱۶: ۲۴؛ ۲۵: ۵؛ ۶۸: ۱۵)

قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ (۱۵: ۹۰-۹۱)

اور ایک دُوسرے سے یوں کہتے تھے کہ اس قرآن کو سننے کے لئے کان مت دھرو اور (جب آپؐ پڑھیں تو) اس میں بک بک کر دیا کرو تاکہ تم غالب رہو۔ (۴۱: ۲۶)

قرآن کی آیتیں سن کر ان کے چہرے متغیّر ہو جاتے تھے اور وُہ قرآن پڑھنے والوں پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ (۲۲: ۷۲)

(۲) قرآن کسی سردار پر کیوں نہ نازل ہُوا ؟

(کفارِ مکّہ یہ) کہتے تھے کہ قرآن ہم میں سے کسی سردار پر کیوں نہ نازل ہُوا ؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ رحمت و رزق کی تقسیم اور مراتب کی کمی بیشی تو ہمارے اختیار میں ہے۔ اگر سب لوگوں کے ایک گروہ ہو جانے کا خیال نہ ہوتا تو ہم ان کفّار کے گھروں کو سونے چاندی کا بنا دیتے اور یہ سرداری تو دُنیا کی چیز ہے۔ آخرت تو بس متقیوں ہی کے لیئے ہے۔ (۴۳ : ۳۱-۳۵)

(۳) لکھی ہوئی کتاب لانے کا مطالبہ

ایک دفعہ کفّار نے مل کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ مطالبات پیش کرتے ہوُئے کہا کہ ہم آپؐ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپؐ آسمان پر چڑھ کر وہاں سے ایک لکھّی ہوئی کتاب نہ لے آئیں جس کو ہم خود پڑھ کر دیکھ لیں۔ (۱۷ : ۹۳ ؛ ۴ : ۱۵۳)

(اس پر ارشادِ باری ہوا کہ) اگر ہم لکھی ہُوئی کتاب بھی اتار دیں کہ یہ لوگ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھُو کر دیکھ لیں۔ جب بھی یہ آپؐ کو جادوگر کہنے کے سوا کچھ نہ کریں گے۔ (۶ : ۷) اگر انہیں ماننا ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو مان لیتے۔ ان پر تو ہم نے لکھی ہوُئی تختیاں نازل کی تھیں۔ (۷ : ۱۴۵، ۱۵۴)

(اور ہم لکھی ہوئی کتاب کیا اتاریں) ان میں سے تو ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھُلے ہوُئے ورق ملیں۔ (یہ تو محض ان کی بیہودہ باتیں ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ) یہ عذابِ آخرت سے نہیں ڈرتے۔ (۷۴ : ۵۲-۵۳)

اور لکھی ہُوئی کتاب تو کیا، اگر کوئی ایسا قرآن بھی ہوتا کہ اس کے ذریعہ سے پہاڑ چلائے جاتے، یا زمین کاٹی جاتی، یا مردے زندہ کیئے جاتے، جب بھی یہ ایمان نہ لاتے۔ (۱۳: ۳۱)

اگر ان کو اب بھی قرآن کی صداقت میں شبہ ہے، اور وُہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے قرآن خود گھڑ لیا ہے تو یہ بھی اسی طرح کا کوئی کلام بنا لائیں۔ اگر یہ سچے ہیں۔ (۵۲: ۳۳-۳۴)
لیکن یہ قرآن کے مثل ہرگز نہیں لا سکتے، چاہے تمام جن و انسان اکٹھے ہو کر ایک دوسرے کے مددگار کیوں نہ بن جائیں۔ (۱۷: ۸۸)

پورا قرآن تو کیا یہ تو اس کی سورتوں جیسی چھوٹے موٹے کی دس سورتیں بھی نہیں لا سکتے۔ چاہے جس سے مدد لے لیں۔ جب یہ اس چیلنج کو منظور نہیں کر سکتے تو خوب جان لیں کہ قرآن اللہ کے علم سے نازل ہوا ہے۔ (۱۱: ۱۳-۱۴)

اگر ان سے یہ بھی نہیں ہو سکتا، اور اس کے باوجود قرآن کے بارے میں شک میں ہیں تو کم از کم ایک ہی سورت بنا لائیں اور اگر یہ ایسا بھی نہیں کر سکتے، اور ہرگز نہیں کر سکیں گے تو جہنم کی آگ سے ڈریں جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جو کافروں ہی کے لیئے تیار ہُوئی ہے۔ (۲: ۲۳-۲۴)

(اس پر کفّار نے یہ کہا کہ) اگر ہم چاہیں تو قرآن کے مثل ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ (اس میں رکھا ہی کیا ہے) یہ تو محض سابقہ لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ (۸: ۳۱)

اور یہ دعائیں مانگنے لگتے ہیں کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن (یا رسولؐ) آپ کی طرف سے واقعی برحق ہے، تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے، یا ہم پر کوئی اور دردناک عذاب لے آ۔ (۸: ۳۲)

بھلا اللہ تعالیٰ عذاب کیسے نازل کر دیتا جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہو کر ان میں موجود تھے اور وُہ کفّار بھی بخشش مانگتے رہتے تھے۔ (۸: ۳۳ ۲۱: ۱۰۷)

کفار نے حق کو دیکھ کر یہ بھی کہا کہ آپ کو ایسی کتاب کیوں نہ ملی جیسی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی تھی (یعنی لکھی ہوئی تختیاں) ۔ اس پر ارشادِ باری ہوا کہ جو کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی تھی، کیا ان سے پہلے لوگ اس کے منکر نہ ہوئے تھے، اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کو جادوگر کہہ کر کفر نہیں کیا تھا؟ (۲۸ : ۴۸)
آپؐ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی اور کتاب اللہ کے ہاں سے لے آؤ جو ان دونوں (یعنی توریت اور قرآن) سے بہتر راہ دکھلانے والی ہو، میں اس کی پیروی کرنے لگوں گا۔ پھر اگر یہ لوگ آپ کا کہنا نہ کر سکیں تو آپ سمجھ لیجیے کہ یہ محض اپنی خواہشاتِ نفسانی پر چلتے ہیں اور خواہشاتِ نفسانی پر چلنے والوں سے زیادہ گمراہ اور کون ہو سکتا ہے!! (۲۸ : ۴۹ - ۵۰)

(۴) طریقہ نزولِ قرآن پر اعتراض

قرآن تو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ (بالکل نپا تلا) نازل فرمایا اور اس کے ساتھ میزان (یعنی عقلِ سلیم) بھی نازل فرمائی ۔ (۴۲ : ۱۷)
سورتوں اور آیتوں کو الگ الگ تھوڑا تھوڑا، ضرورت کے موافق نازل فرمایا تاکہ موقع کے مناسب لوگوں کو سناتے، سمجھاتے، اور ذہن نشین کراتے رہیں ۔ (۱۷ : ۱۰۶؛ ۴۱ : ۳؛ ۷۶ : ۲۳) ۔
کفار نے قرآن کے ایسے نزول پر بھی اعتراض کر دیا اور کہنے لگے کہ اللہ نے قرآن کو ایک دم سے کیوں نہ اتار دیا۔ اس پر ارشادِ باری ہوا کہ (اے رسولؐ!) ہم قرآن کو تھوڑا تھوڑا نازل کر کے اس کے ساتھ آپؐ کے دِل کو قوی رکھتے ہیں ۔ یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپؐ کے سامنے پیش کریں مگر ہم آپؐ کو ٹھیک ٹھیک اور وضاحت میں

بڑھا ہُوا جواب عنایت کر دیتے ہیں اور ان کافروں کو تو ہم منہ کے بل جہنم میں ڈال دیں گے ان کا بُرا درجہ ہے اور وُہ راستے سے بہت بھٹکے ہوئے ہیں۔ (۲۵ : ۳۲-۳۴)

آپؐ ان سے کہہ دیجئے کہ تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، اہل علم قرآن کو خوب سمجھتے ہیں اور اس کی صداقت کے قائل ہیں اور اس کو سُن کر روتے ہُوئے سجدے میں گر جاتے ہیں اور ان کی عاجزی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ (۱۷ : ۱۰۷-۱۰۸ ؛ ۳۴ : ۶)

اگر اللہ چاہتا تو (کفار کی ان نافرمانیوں کی وجہ سے) قرآن کو واپس لے لیتا مگر اس نے اپنی رحمت اور فضل سے ایسا نہیں کیا۔ (۱۷ : ۸۶-۸۷)

بلکہ قرآن میں (لوگوں کو سمجھانے کے لیئے) ہر طرح کی مثالیں بیان فرمائیں (۱۷ : ۸۹)

اور دین کو قائم کرنے والی سورتیں نازل فرمائیں۔ (۹۸ : ۳)

اور بالکل سچی اور ٹھیک آیتیں اتاریں۔ (۳ : ۱۰۸)

جھُوٹی بات کا تو قرآن میں کسی طرف سے بھی دخل نہیں ہے۔ (۴۱ : ۴۲)

اور نہ ہی قرآن میں کسی طرح کا اختلاف ہے۔ (۴ : ۸۲)

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آیتوں کو بار بار، پھیر پھیر کر بیان کیا ہے تاکہ مطلب خوب واضح ہو جائے اور کوئی بات الجھی ہوئی نہ رہ جائے۔ (۶ : ۱۰۵)

اور ہر حکم کو اپنے علم کامل سے خوب مفصّل بیان فرمایا ہے۔ (۷ : ۵۲)

سورۂ اعلیٰ میں وُہ باتیں بیان فرمائیں جو صحف سالقہ اور حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں بھی تھیں۔ (۸۷ : ۱۸-۱۹)

(اور خود ہی بتا دیا کہ) قرآن میں محکم اور متشابہ دونوں طرح کی آیتیں موجود ہیں ان میں سے متشابہ آیات کا مطلب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اور فتنہ پھیلانے والے لوگ محکم کو چھوڑ کر متشابہ کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ (۳ : ۷)

پھر اللہ تعالیٰ نے محکم آیات کی تفصیل خود ہی بتا دی۔ (۱۱ : ۱)

پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود قرآن سکھایا اور پڑھایا اور اس کی شرح بتائی۔ پھر لوگوں کو سمجھانے کے لیئے آپؐ کی زبانِ مبارک سے قرآن کو آسان کر دیا۔ (۹۶ : ۱-۵ ؛ ۵۵ : ۲-۴ ؛ ۷۵ : ۱۶-۱۹ ؛ ۲۷ : ۶ ؛ ۱۱ : ۱ ؛ ۱۹ : ۹۷ ؛ ۴۴ : ۵۸)

(۵) نسخ آیات پر اعتراض

اللہ تعالیٰ نے موقع کے مناسب بعض آیات کو بعض کے ذریعے منسوخ فرمایا، کیونکہ وُہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لیکن اپنے فضل سے جب بھی کوئی حکم منسوخ کیا تو اس کے بعد اس سے بہتر یا ویسا ہی حکم نازل فرمایا۔ (۲ : ۱۰۶ ؛ ۱۶ : ۱۰۱ ؛ ۸۷ : ۶-۷) چونکہ زمین و آسمان کی سلطنت اللہ ہی کی ہے، اس لیئے اس کو ایسا کرنے کا پورا اختیار ہے۔ (۲ : ۱۰۷)

مگر کفّار نے اس پر بھی اعتراضات شروع کر دیئے، اور آپؐ کو مفتری کہنا شروع کر دیا اس پر ارشادِ باری ہوا کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ ان کفار میں سے اکثر جاہل ہیں۔ آپؐ ان سے کہہ دیجیئے کہ بلاشبہ قرآن تو اللہ ربّ العزّت کی طرف سے پاک فرشتے نے اتارا ہے تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھّے، اور ان کے لیئے ہدایت اور خوشخبری ہو اور فرمایا کہ ہم کو خوب معلوم ہے کہ کفار یہ کہتے ہیں کہ آپؐ کو قرآن ایک آدمی سکھاتا ہے (یہ بے وقوف یہ نہیں سوچتے کہ جس آدمی کی طرف یہ تعریض کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن خالص عربی زبان ہے۔ (بھلا ایک عجمی ایسی فصیح اور جامع عربی عبارت کیسے بول یا لکھ سکتا ہے جس کا آج تک کوئی مقابلہ نہیں کر سکا) ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کبھی ہدایت نہیں پاتے اور ان کے لیئے دردناک عذاب ہے (وُہ آپؐ کو

مفتری کہتے ہیں؟ حالانکہ) افتراء پرداز تو یہی لوگ ہیں جو اللہ کی باتوں پر یقین نہیں لاتے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ (۱۶: ۱۰۱-۱۰۵)

(۶) نصیحت

(پس اے لوگو، خبردار ہو جاؤ!) قرآنِ کریم کی ہر بات یقینی ہے۔ (۶۹: ۵۱)
تم قرآن کو مضبوط پکڑو۔ (۴۳: ۴۳)
اس کے احکام کے مطابق فیصلے کرو، اور کفار کی خواہشاتِ نفسانی پر مت چلو۔
کہیں وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بچلا نہ دیں۔ (۵: ۴۹)
تم قرآن میں غور و تدبر کیوں نہیں کرتے؟ کیا تمہارے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں؟ خوب سن لو کہ جو لوگ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد پھر جائیں تو گویا ان کے دل شیطان کے دھوکے میں آگئے۔ یہ اس لیے ہوا کہ وہ لوگ قرآن سے بیزار ہو گئے اور (دوسروں سے یہ کہنے لگے کہ ہم بعض باتوں میں تو قرآن کو مانیں گے اور) بعض باتوں میں تمہاری بات مانیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مشوروں کو خوب جانتا ہے۔ (ذرا سوچو تو سہی کہ) جان کنی کے وقت ان کا کیا حال ہوگا جب کہ فرشتے ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر ماریں گے، کیونکہ وہ ایسی راہ چلے جس سے اللہ تعالیٰ بیزار ہے، اور انہوں نے اللہ کی رضامندی کو ناپسند کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے سب اعمال ضائع کر دیئے۔ (۴۷: ۲۴-۲۸)
(یہ بھی سن لو کہ) جو کوئی قرآن کو اس غرض سے سیکھے اور پڑھے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر کے اس کو عاجز کر دے گا، وہ جہنمی ہے، اور اس کے لیے سخت عذاب ہے۔ (۳۴: ۵، ۳۸)

۴۔ حفاظتِ قرآن

۱۔ اللہ کا ذمّہ

نزولِ قرآن کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک میں قرآن کو جمع رکھنے کا ذمّہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا۔ (۷۵ : ۱۷)

(اور جب پورا قرآن نازل ہو چکا تو اس سارے کی حفاظت بھی اپنے ہی ذمّہ رکھی اور ارشاد فرمایا کہ) ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (۱۵:۹)

یہ قرآن تو ہمارے پاس نہایت عزّت واحترام کے ساتھ لوح میں بھی محفوظ ہے جو ایک پوشیدہ کتاب ہے (اور سب سے پہلے لکھے جانے کی وجہ سے) اس کو امّ الکتاب بھی کہتے ہیں۔ (۴۳ : ۴ ؛ ۵۶ : ۷۷-۷۹ ؛ ۸۵ : ۲۱-۲۲)

ف :۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمۃ نے حواشی میں تحریر فرمایا ہے :۔

(آیت اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝ یعنی) یاد رکھو! اس قرآن کو اتارنے والے ہم ہیں اور ہم نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذِمّہ لیا ہے۔ جس شان اور ہیأت سے وُہ اترا ہے، بدوں ایک شوشہ یا زبر زیر کی تبدیلی کے چار دانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا، اور قیامت تک ہر طرح کی تحریفِ لفظی ومعنوی سے محفوظ و مصئون رکھا جائے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول واحکام کبھی نہ بدلیں گے۔ زبان کی فصاحت وبلاغت اور علم وحکمت کی موشگافیاں کتنی ہی ترقی کر جائیں، پر قرآن کے صوری ومعنوی اعجاز میں اصلا ضعف وانحطاط محسوس نہ ہوگا۔ قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے یا کم کر دینے میں ساعی ہوں گی لیکن اس کے ایک نقطہ کو کم نہ کر سکیں گی۔

حفاظتِ قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدۂ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا ہے جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب و مغرور مخالفوں کے سر نیچے ہو گئے۔

"میور" کہتا ہے۔ جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔

ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہٖ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے منہ سے نِکلے ہُوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں۔

واقعات بتلاتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک جمِّ غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے، ایسا رہا کیا جس نے قرآن کے علوم و مطالب اور غیر منقضی عجائب کی حفاظت کی۔ کاتبوں نے رسم الخط کی، قاریوں نے طرزِ ادا کی، حافظوں نے اس کے الفاظ و عبارت کی وُہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک زیر زبر تبدیل نہ ہو سکا، کسی نے قرآن کے رکوع گِن لیئے، کسی نے آیتیں شمار کیں، کِسی نے حروف کی تعداد بتلائی، حتّٰی کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کر ڈالا۔

آنحضرت صلعم کے عہدِ مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جا سکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظِ قرآن کی موجود نہ رہی ہو۔ خیال کرو، آٹھ دس سال کا ہندوستانی (یا پاکستانی یا کسی بھی عجمی ملک کا) بچّہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جزء کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے، وُہ ایک اجنبی زبان کی اتنی ضخیم کتاب جو متشابہات سے پُر ہے، کس طرح فر فر سنا دیتا ہے پھر کسی مجلس میں ایک بڑے با وجاہت عالم و حافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا اعراب کی فروگزاشت ہو جائے تو ایک بچّہ اس کو ٹوک دیتا ہے۔ چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے للکارتے ہیں، ممکن نہیں

کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں۔

ب۔حروفِ مقطعات

الٓمّٓ۔ (۲: ۱؛ ۳: ۱؛ ۲۹: ۱؛ ۳۰: ۱؛ ۳۱: ۱؛ ۳۲: ۱)
الٓمّٓصٓ۔ (۷: ۱)
الٓرٰ۔ (۱۰: ۱؛ ۱۱: ۱؛ ۱۲: ۱؛ ۱۴: ۱؛ ۱۵: ۱)
الٓمّٓرٰ۔ (۱۳: ۱)
کٓھٰیٰعٓصٓ۔ (۱۹: ۱)
طٰہٰ۔ (۲۰: ۱)
طٰسٓمّٓ۔ (۲۶: ۱؛ ۲۸: ۱)
طٰسٓ۔ (۲۷: ۱)
یٰسٓ۔ (۳۶: ۱)
صٓ۔ (۳۸: ۱)
حٰمٓ۔ (۴۰: ۱؛ ۴۱: ۱؛ ۴۲: ۱؛ ۴۳: ۱؛ ۴۴: ۱؛ ۴۵: ۱؛ ۴۶: ۱)
عٓسٓقٓ۔ (۴۲: ۲)
قٓ۔ (۵۰: ۱)
نٓ۔ (۶۸-۱)

فا :۔ حروفِ مقطعات اللہ تعالیٰ اور حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کچھ بھید ہیں، جن کی صحیح تعبیر اور معانی تک انسان کی رسائی نہیں ہے۔

قرآن کریم ایسی معجز نما کتاب ہے کہ اس کے عجائبات قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے اور پھر بھی ختم نہیں ہوں گے۔ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ کلام کلمات سے بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات کبھی ختم ہونے لے نہیں چاہے ان کو لکھنے کے لیئے دنیا کے تمام درختوں کی قلمیں اور سات سمندروں کی روشنائی کیوں نہ بنالی جائے اور اس کے ختم ہو جانے پر اتنی ہی روشنائی اور قلم اور مہیا کر لیئے جائیں۔ (۱۸: ۱۰۹ ؛ ۳۱: ۲۷)

(۲) اللہ تعالیٰ نے جو چیز جس جگہ بھی رکھی ہے اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے آثار اور قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حروفِ مقطعات قرآن کریم کی صداقت کو جانچنے کا پیمانہ ہیں۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل واقعہ سے سمجھ میں آسکتی ہے ـــ

انگریزی دورِ حکومت میں ایک شخص حج کے لیئے گیا اور اپنے جواہرات ایک بکس میں بند کر کے مہر لگا کر اپنے ایک دوست کے پاس امانت رکھ گیا کہ واپس آ کر لے لوں گا۔ حجازِ مقدس میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس امین نے وہ بکس اس کے ورثاء کے حوالہ کر دیا۔ جب انہوں نے کھول کر دیکھا تو اس میں جواہرات کے ساتھ پتھر بھی تھے۔ انہوں نے امین پر الزام لگایا کہ تم نے جواہرات نکال کر پتھر رکھ دیئے ہیں۔ بات بہت بڑھ گئی اور معاملہ عدالت تک جا پہنچا۔ حاکمِ وقت انگریز تھا وہ اس معمے کو حل نہ کر سکا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلویؒ اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے لیئے مشہور تھے۔ انگریز حاکم نے ان سے مشورہ مانگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک ترازو منگوائی اور اس بکس میں جتنے جواہرات تھے وہ ایک پلڑے میں اور جتنے پتھر تھے وہ دوسرے پلڑے میں رکھ کر ترازو کو اٹھایا تو دونوں پلڑے برابر نکلے۔

آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی خیانت نہیں ہوئی۔ سچ کو جاننے والا جواہرات کے ساتھ اتنے ہی وزن کے پتھر بھی رکھ گیا تھا کہ دوبارہ آ کر امانت کے صحیح طور پر محفوظ رہنے کی تسلی کر سکے۔

معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں حروف مقطعات کی موجودگی مذکورہ بالا واقعہ کی طرح قرآن کریم کی صداقت کو جانچنے کے لئے ایک پیمانہ ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳) قرآن کریم میں انیس ۱۹ کے عدد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

ا۔ قرآن کریم میں ہر سورۃ کے ساتھ، سوائے سورہ التوبہ کے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم موجود ہے۔ اس کے حروف کی تعداد انیس ۱۹ ہے۔

ب۔ قرآن کریم کی تمام سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ ۱۱۴ ہے جو ۱۹ پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔ اگر سورہ الانفال اور سورہ التوبہ کو درمیان میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ سے ایک سورت شمار کر لیا جاتا تو کل سورتوں کی تعداد ایک سو تیرہ ۱۱۳ رہ جاتی جو انیس ۱۹ پر پوری تقسیم نہ ہوتی۔

ج۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ایک آیت سورہ النمل میں ع۳۰ پر موجود ہے۔ اگر سورۃ التوبہ کے ساتھ بھی بسم اللہ ہوتی تو اس آیت کی تعداد پورے کلام مجید میں ایک سو پندرہ ۱۱۵ ہو جاتی جو انیس پر تقسیم نہ ہو سکتی تھی۔

د۔ قرآن کریم کی سب سے پہلی سورۃ جو نازل ہوئی وہ قرآن کریم کے اخیر سے انیسویں نمبر پر ہے۔

ھ۔ سورہ المدثر کی آیت ع۳۰ میں دوزخ کے نگران فرشتوں کی تعداد بھی ۱۹ ہی مذکور ہے۔

ان تمام حقائق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انیس کے عدد کو قرآن کریم کی ہئیتِ ترکیبی میں بڑا دخل ہے۔ آئیے اب ہم دیکھیں کہ اس عدد ۱۹

کا حروفِ مقطعات کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

امریکہ میں بسنے والے مصر کے ایک نوجوان ماہر کیمسٹری ڈاکٹر رشاد خلیفہ کے قلب پر باری تعالیٰ نے اس سلسلے میں کچھ باتیں منکشف فرمائی ہیں، جن کو "انٹرنیشنل پراڈکشنز (انکارپوریٹڈ) ۵۸۳۷۔ ایسٹ پیما سٹریٹ ٹیکسن آری زونا ۸۵۷۱۱۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ" نے شائع کیا ہے۔ ان میں سے بعض کا خلاصہ ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے۔

الٓمٓ۔ یہ تینوں حروف جن سورتوں کے شروع میں وارد حروف مقطعات میں شامل ہیں ان تمام سورتوں میں وارد آ اور ل اور م کی تعداد گن لی جائے تو ان تینوں حروف کی مجموعی تعداد ۱۹ پر پوری پوری تقسیم ہو جائے گی اور یہی حال باقی تمام حروف مقطعات کا بھی ہے۔ تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو:۔

ا کی تعداد = البقرۃ + آل عمران + الاعراف + یونس + ھود

۴۵۹۲ + ۲۵۷۸ + ۲۵۷۲ + ۱۳۵۳ + ۱۴۰۲

یوسف + الرعد + ابراھیم + الحجر + العنکبوت

۱۳۳۵ + ۶۲۵ + ۵۹۴ + ۵۰۳ + ۷۸۴

الروم + لقمٰن + السجدۃ

۵۴۵ + ۳۴۸ + ۲۶۸ } = ۱۷۴۹۹

ل کی تعداد = البقرۃ + آل عمران + الاعراف + یونس + ھود

۳۲۰۴ + ۱۸۸۵ + ۱۵۲۳ + ۹۱۲ + ۷۸۸

یوسف + الرعد + ابراھیم + الحجر + العنکبوت

۸۱۲ + ۴۷۹ + ۴۵۲ + ۳۲۳ + ۵۵۴

الروم + لقمٰن + السجدۃ

۳۹۶ + ۲۹۸ + ۱۵۴ } = ۱۱۷۸۰

م کی تعداد = البقرۃ + آل عمران + الاعراف + الرعد + الشعراء

۲۱۹۵ + ۱۲۵۱ + ۱۱۶۵ + ۲۶۰ + ۴۸۹

القصص + العنکبوت + الروم + لقمٰن + السجدۃ

۴۶۱ + ۳۴۷ + ۳۱۸ + ۱۷۷ + ۱۵۸

المؤمن + حٰمٓ السجدۃ + الشوریٰ + الزخرف + الدخان

۳۸۹ + ۲۷۶ + ۳۰۸ + ۳۱۷ + ۱۴۵

الجاثیہ + الاحقاف
۲۰۰ + ۲۲۷ } = ۸۶۸۳

الٓمٓ = ا + ل + م = ۱۷۴۹۹ + ۱۱۷۸۰ + ۸۶۸۳ = ۳۷۹۶۲ ÷ ۱۹ = ۱۹۹۸

الٓمٓصٓ = ا + ل + م + ص

الٓمٓ کی تعداد = (تفصیل الٓمٓ کے تحت ملاحظہ ہو) = ۳۷۹۶۲

صٓ کی تعداد = الاعراف + مریم + صٓ
۹۸ + ۲۶ + ۲۸ } = ۱۵۲

الٓمٓصٓ کے تمام حروف کی کل تعداد = ۳۷۹۶۲ + ۱۵۲ = ۳۸۱۱۴ ÷ ۱۹ = ۲۰۰۶

الٓرٰ = ا + ل + ر

ا کی تعداد = (تفصیل الٓمٓ کے تحت ملاحظہ ہو) = ۱۷۴۹۹

ل کی تعداد = (〃 〃 〃 〃 〃) = ۱۱۷۸۰

ر کی تعداد = یونس + ہود + یوسف + الرعد + ابراہیم + الحجر
۲۵۷ + ۳۲۴ + ۲۵۸ + ۱۳۷ + ۱۶۰ + ۹۹ } = ۱۲۳۵

الر کے تمام حروف کی کل تعداد = ۱۷۴۹۹ + ۱۱۷۸۰ + ۱۲۳۵ = ۳۰۵۱۴ ÷ ۱۹ = ۱۶۰۶

المر = ا + ل + م + ر

المر کے حروف ا ل م کی تعداد = ۳۷۹۶۲ (تفصیل الم کے تحت ملاحظہ ہو)

ر کی تعداد = ۱۲۳۵ (تفصیل الر کے تحت ملاحظہ ہو

المر کے تمام حروف کی کل تعداد = ۳۷۹۶۲ + ۱۲۳۵ = ۳۹۱۹۷ ÷ ۱۹ = ۲۰۶۳

کھیعص = حروف مقطعات میں ابتدائی حروف کے لحاظ سے اس سے ملتا جلتا گروپ کسی اور سورت میں نہیں ہے۔ اس لیے حرف سورۂ مریم ہی کے حروف گنے جائیں گے۔

سورۂ مریم میں ان حروف کی تعداد =

ک + ہ + ی + ع + ص

۱۳۷ + ۱۶۸ + ۳۴۵ + ۱۲۲ + ۲۶ = ۷۹۸ ÷ ۱۹ = ۴۲

طہ = ط + ہ

ط کی تعداد = طہ + الشعراء + النمل + القصص

۲۸ + ۳۳ + ۲۷ + ۱۹ = ۱۰۷

ہ کی تعداد = مریم + طہ

۱۶۸ + ۳۱۴ = ۴۸۲

طہ کے تمام حروف کی کل تعداد = ۱۰۷ + ۴۸۲ = ۵۸۹ ÷ ۱۹ = ۳۱

طٰسٓ = ط + س

ط کی تعداد = (تفصیل طٰہٰ کے تحت ملاحظہ ہو) = ۱۰۷

س کی تعداد = الشعراء + النمل + القصص + یٰسٓ + الشوریٰ
۹۳ + ۹۳ + ۱۰۰ + ۴۸ + ۵۳ = ۳۸۷

طٰسٓ کے تمام حروف کی کل تعداد = ۱۰۷ + ۳۸۷ = ۴۹۴ ÷ ۱۹ = ۲۶

طٰسٓمٓ = ط + س + م

طٰسٓ کی تعداد = (تفصیل طٰسٓ کے تحت ملاحظہ ہو) = ۴۹۴

م کی تعداد = (تفصیل الٓمٓ کے تحت ملاحظہ ہو) = ۸۶۸۳

طٰسٓمٓ کے تمام حروف کی کل تعداد = ۴۹۴ + ۸۶۸۳ = ۹۱۷۷ ÷ ۱۹ = ۴۸۳

یٰسٓ = ی + س

ی کی تعداد = مریم + یٰسٓ
۲۴۵ + ۲۳۷ = ۵۸۲

س کی تعداد = (تفصیل طٰسٓ کے تحت ملاحظہ ہو) = ۳۸۷

یٰسٓ کے تمام حروف کی کل تعداد = ۵۸۲ + ۳۸۷ = ۹۶۹ ÷ ۱۹ = ۵۱

صٓ = ص

ص کی تعداد = الاعراف + مریم + ص
۹۸ + ۲۶ + ۲۸ = ۱۵۲ ÷ ۱۹ = ۸

حٰمٓ = ح + م

ح کی تعداد = المؤمن + حٰمٓ السجدۃ + الشوریٰ + الزخرف
۶۴ + ۵۸ + ۵۳ + ۴۸
الدخان + الجاثیۃ + الاحقاف
۱۶ + ۳۱ + ۳۶
= ۳۰۶

م کی تعداد = (تفصیل الٓمّٓ کے تحت ملاحظہ ہو) = ۸۶۸۳

حٰمٓ کے تمام حروف کی کل تعداد = ۳۰۶ + ۸۶۸۳ = ۸۹۸۹ ÷ ۱۹ = ۴۷۳٫۱

عٓسٓقٓ = ع + س + ق

ع کی تعداد = مریم + الشوریٰ
۹۹ + ۱۲۲
= ۲۲۱

س کی تعداد = (تفصیل طٰسٓ کے تحت ملاحظہ ہو) = ۳۸۷

ق کی تعداد = الشوریٰ + قٓ
۵۷ + ۵۷
= ۱۱۴

عٓسٓقٓ کے تمام حروف کی کل تعداد = ۲۲۱ + ۳۸۷ + ۱۱۴ = ۷۲۲ ÷ ۱۹ = ۳۸

قرآنِ کریم میں جہاں کہیں بھی حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کا ذکر آیا ہے وہ قَوۡمُ لُوۡطٍ کے الفاظ سے آیا ہے۔ لیکن سورۂ قٓ میں اِخۡوَانُ لُوۡطٍ کے الفاظ ہیں۔ اگر یہاں بھی قَوۡمُ لُوۡطٍ ہی ہوتا تو اس سورت میں ق کی تعداد ۵۸ ہوجاتی جو انیس ۱۹ پر پوری تقسیم نہ ہوتی۔ نیز سورۂ الشوریٰ اور سورۂ ق میں وارد حرف ق کی مجموعی تعداد ۱۱۵ ہوجاتی۔ حرف ق لفظ قرآن کا ابتدائی حرف ہے

اور قرآنِ کریم کی کل سورتیں ۱۱۴ ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآنِ کریم کا ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتوں پر مبنی ہے۔

④ حروفِ مقطعات میں حرف ص تین سورتوں الاعراف، مریم اور ص میں آیا ہے۔ سورہ الاعراف کی آیت ۶۹ میں بَصۜطَۃً کا لفظ اسی طرح لکھا ہوا ہے اور چودہ سو سال سے اسی طرح لکھا چلا آرہا ہے حالانکہ عربی زبان میں یہ لفظ بسطۃ لکھا جاتا ہے۔ اگر یہاں بھی یہ بجائے ص کے س سے لکھا جاتا تو ان تینوں سورتوں میں ص کی تعداد ۹۷ + ۲۶ + ۲۸ = ۱۵۱ رہ جاتی جو انیس ۱۹ پر پوری تقسیم نہ ہوتی۔ اس لیئے وحی الٰہی کے مطابق اس کو بصطۃ ہی لکھوایا گیا جس میں تبدیلی کرنا کسی مخلوق کے بس کی بات نہیں ہے۔

⑤ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف کی تعداد انیس ۱۹ ہے اور یہ آیتِ کریمہ چار الفاظ اسم، اللہ، رحمٰن اور رحیم پر مشتمل ہے۔ قرآنِ کریم میں ذاتِ باری تعالیٰ کے لیئے یہ الفاظ جتنی مرتبہ کلامِ مجید میں وارد ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر لفظ کی مجموعی تعداد انیس ۱۹ پر پوری تقسیم ہوجاتی ہے :-

۱- لفظ اسم کی تعداد = (۵ : ۴ ؛ ۶ : ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۳۸ ؛ ۲۲ : ۲۸،
۳۴، ۳۶، ۴۰ ؛ ۴۹ : ۱۱ ؛ ۵۵ : ۷۸، ؛ ۵۶ : ۷۴،
۹۶ ؛ ۶۹ : ۵۲ ؛ ۷۳ : ۸ ؛ ۷۶ : ۲۵ ؛ ۸۷ : ۱،
۱۵ ؛ ۹۶ : ۱) = ۱۹ ÷ ۱۹ = ۱

۲- لفظ اللہ کی تعداد = ۲۶۹۸ ÷ ۱۹ = ۱۴۲

۳- لفظ رحمٰن کی تعداد = ۵۷ ÷ ۱۹ = ۳

۴- لفظ رحیم کی تعداد = ۱۱۴ ÷ ۱۹ = ۶

ف :- اللہ، رحمٰن اور رحیم کی گنتی کی تفصیل "تسہیل الفرقان" کے حصہ

"توحید و رسالت" میں "صفاتِ خداوندی" کے ذیل میں دی جاچکی ہے جو حضرات چاہیں وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

ان تمام حقائق سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن کریم کی تمام آیات ایک پختہ اور پر حکمت کتاب کی آیتیں ہیں (۱۰: ۱)، جن میں آج تک کسی طرح کی تحریف نہیں ہوسکی اور نہ قیامت تک ہوسکے گی۔ کیونکہ جس ذاتِ اقدس نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے وہی اس کی محافظ بھی ہے۔ (۱۵: ۹)

۵۔ تلاوتِ قرآن

ا۔ طریقۂ تلاوت

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور قرآنِ پاک کی تلاوت کیا کرو۔ (۲۷: ۹۱-۹۲؛ ۱۸: ۲۷؛ ۲۹: ۴۵)

قرآنِ پاک کو خوب صاف صاف پڑھا کرو۔ (۷۳: ۴)

اور جتنا آسانی سے پڑھا جاسکے اتنا پڑھ لیا کرو۔ (۷۳: ۲۰)

عورتوں کو بھی تاکید ہے کہ کلامِ پاک کی تلاوت کیا کریں۔ (۳۳: ۳۴)

جب قرآن کو چھوؤ تو خوب پاک صاف ہوکر چھوا کرو۔ (۵۶-۷۹)

اور جب تلاوت کرنے لگو تو (ان الفاظ کے ساتھ) شیطانِ مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرلیا کرو۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط (۱۶: ۹۸)

(صبح کا وقت تلاوتِ قرآن کے لیئے بہت موزوں ہے) پس تم فجر کے وقت قرآن

پڑھا کرو۔ بلاشبہ فجر کے وقت قرآن پڑھنا (ان فرشتوں کے) روبرو ہوتا ہے (جو تمہارے ساتھ رہتے ہیں)۔ (۱۷ : ۷۸)

ف :۔حدیث میں ہے کہ فجر و عصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے۔ لہذا ان دو وقتوں میں لیل و نہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہماری قرارت اور نماز ان کے روبرو ہوئی جو مزید برکت و سکینہ کا موجب ہے اور اس وقت اوپر جانے والے فرشتے خدا کے یہاں شہادت دیں گے کہ جب گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز (اور قرآن) پڑھتے دیکھا، اور جب آئے تب بھی۔ اس کے علاوہ صبح کے وقت یوں بھی آدمی کا دل حاضر اور مجتمع ہوتا ہے (حواشی علامہ عثمانیؒ)

کلام مجید کی تلاوت، نماز کو قائم کرنا اور ظاہر و پوشیدہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ایک ایسی تجارت ہے جس میں نقصان کا احتمال نہیں۔ (۳۵ : ۲۹)

ب ۔ تلاوتِ قرآن کی سماعت

جب کوئی دوسرا شخص قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہو تو تم چپکے ہو کر سنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۔ (۷ : ۲۰۴)

مومنوں کی تو شان ہی یہ ہے کہ قرآن کو سن کر (یا پڑھ کر) ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنکھوں میں آنسو امنڈ آتے ہیں اور وہ یوں دعائیں مانگنے لگتے ہیں۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ یعنی "اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے، پس تو ہم کو تصدیق کرنے والوں کے ساتھ لکھ

لے اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو حق ہم تک پہنچا ہے (یعنی قرآنِ عظیم) اس پر ایمان نہ لائیں اور ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک بختوں کی معیت میں داخل کرے گا۔" پھر اس دُعا پر اللہ تعالیٰ ان کو ایسے باغات عطا فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور وُہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور نیکوں کا یہی بدلہ ہوا کرتا ہے۔ (۳۹: ۲۳ و ۵: ۸۳-۸۵)

ج۔ حفظِ قرآن اور غور و فکر

قرآنِ کریم تو نصیحت ہے، پس جو کوئی چاہے اس کو یاد کرے اور اس سے نصیحت حاصل کرے۔ قرآن کو یاد کرنا اور اس سے نصیحت حاصل کرنا مشیّتِ الٰہی کے بغیر نہیں ہوتا۔ (۷۴: ۵۴-۵۶)

قرآنِ کریم تو بابرکت کتاب ہے جو آپؐ پر اس لیئے نازل کی گئی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور عقلمند لوگ نصیحت حاصل کریں۔ (۳۸: ۲۹)

کیا لوگ قرآنِ کریم میں غور و فکر نہیں کرتے یا کیا ان کے دِلوں پر قفل لگ رہے ہیں؟ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً تم اس میں بکثرت اختلافات پاتے (مگر قرآن میں کوئی اختلاف نہیں ہے)۔ (۴۷: ۲۴ و ۴: ۸۲)

پس تم اس قرآن کو چھوڑ کر کس بات پر ایمان لاؤ گے؟ (۷۷: ۵۰)

اٰمنّا بِالقرآنِ المجیدط

د-احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (آخرت میں) قرآن پڑھنے والے شخص سے کہا جائے گا کہ تو قرآن پڑھ اور جنّت کے درجوں پر چڑھتا جا، اور اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ تیرا آخری درجہ (جنّت میں) قرآن کی آخری آیت پر ہو گا۔ (احمد-ترمذی-ابوداؤد-نسائی)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص جس کے دل میں قرآن میں سے کچھ نہ ہو، ویران گھر کی مانند ہے۔ (ترمذی-دارمی)

(۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کتاب اللہ میں سے ایک حرف پڑھے، اس کو ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ میں الٓمٓ کو ایک حرف نہیں کہتا بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، اور میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی-دارمی)

(۴) حضرت معاذ جہنی رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن کو پڑھے اور جو چیز اس میں ہے اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں اور باپ کو تاج پہنایا جائے گا۔ اور تاج کی روشنی دنیا کے آفتاب کی روشنی سے بہتر ہوگی جبکہ آفتاب تمہارے گھروں کے اندر روشن ہو۔ پھر تم سمجھ سکتے ہو کہ جب ماں باپ کا یہ مرتبہ ہو گا تو اس شخص کا کیا درجہ ہے جس نے قرآن پر عمل کیا۔ (احمد-ترمذی)

(۵) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور اس کو یاد کیا، پھر اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا، تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے ان دس اشخاص کے حق میں ان کی سفارش قبول کی جائے گی جو قطعی دوزخی ہوں گے۔ (احمد۔ترمذی۔ابن ماجہ۔دارمی)

(۶) حضرت عبداللہ بن اوس ثقفی رضؓ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔قرآن کا حفظ پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآن میں دیکھ کر پڑھنا (اس سے) دوگنے ثواب کا موجب ہے۔ (یعنی ناظرہ پڑھنے پر دو ہزار درجے ثواب ملتا ہے)۔ (بیہقی)

(۷) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کی خبر گیری کرو! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!! کہ وہ سینہ سے جلد نکل جاتا ہے بہ نسبت اونٹ کے رسی سے نکل جانے کے (یعنی جس طرح اونٹ مالک کی تھوڑی سی غفلت سے رسی سے نکل بھاگتا ہے، اسی طرح قرآن مجید نہ پڑھنے سے بھلا دیا جاتا ہے)۔ (بخاری، مسلم)

(۸) حضرت جندب بن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید کو اس وقت تک پڑھو جب تک اس میں دل لگا رہے۔پھر جب طبیعت اکتا جائے تو اٹھ کھڑے ہو۔ (بخاری، مسلم)

(۹) حضرت سعد بن عبادہ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص قرآن پڑھے اور پھر بھول جائے، وہ قیامت کے دن خدا سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔ (ابوداؤد۔دارمی)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس

کسی نے تین رات سے کم میں قرآن کو ختم کیا اس نے قرآن کو نہیں سمجھا۔
(ترمذی - ابوداؤد - دارمی)

(۱۱) حضرت حذیفہ رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کو عرب کے لہجوں اور عرب کی آوازوں میں پڑھو اور اپنے آپ کو عشقیہ نغموں اور اہل کتاب کے طریقوں میں قرآن پڑھنے سے بچاؤ۔ میرے بعد ایک قوم آئے گی جو قرآن کو بنا بنا کر اور گا گا کر پڑھے گی جس طرح راگ اور نوحے گائے جاتے ہیں اور حالت یہ ہوگی کہ قرآن ان کے حلق سے نہ اترے گا۔ ان لوگوں کے دل فتنہ میں پڑے ہوں گے اور ان لوگوں کے دل بھی جن کو یہ گا گا کر پڑھنا اچھا معلوم ہوگا۔
(رزین، بیہقی)

۸- سجدۂ تلاوت

ف :- قرآن مجید میں چودہ آیات ایسی ہیں جن کے تلاوت کرنے یا دوسرے سے سننے پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس سجدے کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔
ان آیات کی فہرست ذیل میں پیش کی جاتی ہے :-

۱- **الاعراف** - آیت نمبر ۲۰۶
۲- **الرعد** - آیت نمبر ۱۵
۳- **النحل** - آیات نمبر ۴۹ - ۵۰
۴- **بنی اسرآئیل** - آیات نمبر ۱۰۷ تا ۱۰۹
۵- **مریم** - آیت نمبر ۵۸
۶- **الحج** - آیت نمبر ۱۸

۷- الفرقان - آیت نمبر ۶۰

۸- النمل - آیت نمبر ۲۶

۹- السجدۃ - آیت نمبر ۱۵

۱۰- صٓ - آیت نمبر ۲۴

۱۱- حٰمٓ السجدۃ (فُصِّلَت) - آیت نمبر ۳۷-۳۸

۱۲- النجم - آیت نمبر ۶۲

۱۳- الانشقاق - آیت نمبر ۲۱

۱۴- العلق - آیت نمبر ۱۹

حدیثِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے اگر وہ سورت پڑھتے جس میں سجدہ ہوتا، تو آپ سجدہ کرتے تھے اور ہم بھی سجدہ کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی شخص (مارے اژدحام کے اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہ پاتا تھا۔ (بخاری)

مسائل سجدۂ تلاوت :-

۱- سجدۂ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے اور اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے۔ سجدہ میں کم سے کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہہ کر سر اٹھالے۔ بس سجدۂ تلاوت ادا ہو گیا۔

۲- بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہہ کر سجدہ کیا جائے۔ اور سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو جائے۔

۳- سجدہ کی آیت پڑھنے اور سننے والے، دونوں پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

۴- جو چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں وہ سجدۂ تلاوت کے لیے بھی شرط ہیں یعنی وضو

کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، قبلہ کی طرف سجدہ کرنا وغیرہ

۵۔ اگر عورت حیض یا نفاس کی حالت میں کسی سے سجدہ کی آیت سُنے تو اس پر سجدہ واجب نہیں۔ اور اگر ایسی حالت میں سُنا جبکہ اس پر نہانا واجب تھا تو نہانے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

۶۔ اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی تو نماز ہی میں فوراً سجدہ کر لینا چاہیئے۔

۷۔ اگر کوئی سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً رکوع میں چلا جائے اور رکوع ہی میں سجدۂ تلاوت کی نیّت بھی کرے تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔

۸۔ اگر نماز پڑھتے ہوئے کسی اور سے سجدہ کی آیت سُنے تو نماز کے بعد سجدہ کرے۔

۹۔ اگر ایک ہی جگہ بیٹھے یا کھڑے سجدہ کی آیت کو کئی بار دہرا کر پڑھا تو ایک سجدہ واجب ہوگا۔ اگر جگہ بدل جائے یا کسی اور کام میں لگ جانے کے بعد پھر وہی آیت پڑھے تو پھر سے سجدہ واجب ہوگا۔ اگر جگہ بدل جائے یا کسی اور کام میں لگ جانے کے بعد پھر وہی آیت پڑھے تو پھر سے سجدہ واجب ہو جائے گا۔

۱۰۔ ساری سورت پڑھنا اور سجدہ کی آیت کو چھوڑ دینا مکروہ اور منع ہے۔

۶۔ حدیث

۱۔ حدیث کی ضرورت

ف: قرآنِ کریم میں مجمل آیات بھی ہیں، جن کی تشریح کی اشد ضرورت تھی، مثلاً نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ (۲: ۴۳، ۱۱۰؛ ۴: ۷۷، ۱۰۳؛ ۶: ۷۲؛

۲۲ : ۷۸ ؛ ۲۴ : ۵۶ ؛ ۳۰ : ۳۱ ؛ ۳۳ : ۳۲ ؛ ۵۸ : ۱۲ ؛ ۷۳ : ۲۰)

تہجد کے نوافل پڑھو۔ (۱۷ : ۷۹)

نمازِ جنازہ۔ (۹ : ۸۴)

اذان۔ (۵ : ۵۸ ؛ ۶۲ : ۹)

ف:۔ نماز کی رکعتیں، نماز پڑھنے کا طریقہ، زکوٰۃ کا نصاب، تہجد کے نوافل کی تعداد اور پڑھنے کا طریقہ، نمازِ جنازہ کا طریقہ، اذان کے الفاظ و طریقہ اور اس طرح کی اور بہت سی باتیں قرآن مجید میں درج نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی شرح میں اپنے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی ہیں اور احادیث میں موجود ہیں۔ ان تمام باتوں کو جاننے اور سمجھنے کے لیے حدیث کی اشد ضرورت ہے۔

ب۔ حدیث کا ثبوت

(۱) حدیث قرآن کی شرح ہے جو اللہ نے خود بتائی:۔

(اے پیغمبرؐ! نزولِ قرآن کے وقت) آپؐ قرآن کے پڑھنے پر اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں کہ آپ اس کو جلدی جلدی لے لیں۔ اس کو آپؐ کے سینہ میں جمع کر دینا اور آپؐ کی زبان مبارک سے) پڑھوا دینا تو ہمارا ذمہ ہے۔ پس جب ہم (فرشتہ کی زبانی اس کو پڑھا کریں تو آپؐ اس پڑھنے کے ساتھ ساتھ رہا کریں۔ پھر اس کو کھول کر بتلا دینا اور (آپؐ کی زبان مبارک سے) اس کا بیان کرا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔
(۷۵ : ۱۶-۱۹)

اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپؐ کو وہ باتیں سکھائیں جو آپؐ

نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپؐ پر بہت بڑا فضل ہے۔ (۴ : ۱۱۳)
(اس طرح) اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی زبان مبارک سے قرآن کو آسان کر دیا، تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں، متقیوں کے لیئے بشارت ہو اور جھگڑا کرنے والوں کو ڈرایا جائے۔ (۴۴ : ۵۸ نیز ۱۹ : ۹۷)
آپؐ پر قرآن اسی لیئے نازل کیا گیا، تاکہ آپؐ لوگوں کو وہ چیز جو آپ پر نازل ہوئی ہے، خوب واضح کر کے بتا دیں۔ (۱۶ : ۴۴)
اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان پڑھ لوگوں میں مبعوث فرمایا تاکہ آپؐ ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائیں، ان کا تزکیۂ نفس کریں اور کتاب و حکمت سکھائیں۔ (۲ : ۱۲۹، ۱۵۱ نیز ۳ : ۱۶۴ نیز ۶۲ : ۲)۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وحی الٰہی ہی ہے :-

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہشِ نفسانی سے کچھ نہیں بولتے، آپؐ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی ہی ہوتا ہے۔ (۵۳ : ۳-۴)
پس اے مسلمانو! حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع فرما دیں اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔ (۵۹ : ۷)

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے :-

ہم نے تو رسول بھیجے ہی اس لیئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ان کی اطاعت کی

جائے۔ (۴ : ۶۴)

بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان لوگوں کے لیئے جو اللہ تعالیٰ (سے ملنے) اور قیامت کے دن (پیشی) کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں، پیروی کے لیئے بہترین نمونہ ہے۔ (۳۳ : ۲۱)

پس تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لاؤ، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے سب کلاموں پر یقین رکھتے ہیں، اور ان کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔ (۷ : ۱۵۸)

(اے رسولؐ!) آپؐ فرما دیجیئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ (خود) تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ تو بخشنے والا مہربان ہی ہے اور یہ بھی کہہ دیجیئے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو۔ پھر اگر وہ اعراض کریں تو (سن لیں کہ) اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ (۳ : ۳۱-۳۲)

---

(۴) حضور صلعم کے فیصلے کو بسر وچشم تسلیم کرنا ہی ایمان ہے:۔

(اے رسولؐ!) آپؐ کے رب کی قسم!! یہ لوگ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں آپؐ کو حاکم بنا کر آپؐ کے فیصلے سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں اور اسے بسر وچشم تسلیم کرلیں۔ (۴ : ۶۵)

مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا حکم صادر فرما دیں تو ان کے حکم کے خلاف ان کو کچھ اختیار رہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے

وہ صریح گمراہی میں جا پڑا۔ (۳۳ : ۳۶)

پس اے ایمان والو! تم اللہ اور رسولؐ اور اپنے میں سے صاحبِ امر لوگوں کی اطاعت کرو اور اگر کسی بات میں تمہارا آپس میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسولؐ کی طرف لوٹا دو (یعنی قرآن و حدیث کی رو سے فیصلہ کرلو) اگر تم کو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔ (۴ : ۵۹)

یہ تو منافقوں کی نشانی ہے کہ جب ان کو اس چیز کی طرف بلایا جاتا ہے جو اللہ نے نازل کی اور رسولؐ کی طرف، تو وہ پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ (۴ : ۶۰-۶۱)

ف :- مذکورہ بالا آیات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ قرآن کریم اور قرآن کی شرح دو الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی گئیں، اور دونوں کا ماننا مومن کے لئے نہایت لازمی اور ضروری ہے۔ ان دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ قرآن وہ الفاظ ہیں جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے گئے اور یہ الفاظ اسی طرح لوحِ محفوظ میں موجود ہیں۔ اور حدیث وہ معانی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تشریح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک پر القا فرمائے اور آپؐ کو اختیار دیا کہ آپؐ ان معانی کو اپنے الفاظ میں بیان فرمائیں۔ اسی لئے قرآن کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو بھی کہتے ہیں۔

۷۔ فقہ

۱۔ فقہ کی ضرورت

ف :۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شرح ہیں۔ ان میں دین کے تمام اصول خوب اچھی طرح بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ان اصولوں پر فروعی مسائل کا مرتب ہونا نہایت لازمی اور ضروری تھا تاکہ روزمرّہ زندگی کے بے شمار مسائل میں رہنمائی ہو سکتی۔ ان تفصیلی مسائل کا نام فقہ ہے۔ فقہ کے لغوی معنیٰ ہیں فہم، سمجھداری اور ذہانت۔ عہدِ رسالت سے تابعین تک کے زمانہ میں فقہ سے پورے دین کی گہری سمجھ مراد لی جاتی تھی چاہے اس کا تعلق کسی بھی شعبۂ زندگی سے ہو بعد میں اس کے تین حصّے عقائد، اعمال اور تصوّف ہو گئے، اور ان میں سے اعمال والے حِصّے کو فقہ کہنے لگ گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلویؒ نے تدوین فقہ کے بارے میں اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" کے ابواب ۸۲ تا ۸۴ میں بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مولٰنا شبلی مرحوم نے اسی کے حوالہ سے "سیرت النعمان" میں تحریر فرمایا ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں احکام کی قسمیں پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے سامنے وضو فرماتے تھے اور کچھ نہ بتاتے تھے کہ یہ رکن ہے، یہ واجب ہے، یہ مستحب ہے۔ صحابہؓ آپؐ کو دیکھ کر اسی طرح وضو کرتے تھے۔ نماز کا بھی یہی حال تھا۔ یعنی صحابہؓ

فرض و واجب وغیرہ کی تفصیل و توثیق نہیں کیا کرتے تھے۔جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا خود بھی پڑھ لی۔حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے کسی قوم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ سے بہتر نہیں دیکھا، لیکن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی میں تیرہ مسئلوں سے زیادہ نہیں پوچھے جو سب کے سب قرآن میں موجود ہیں البتہ جو واقعات غیر معمولی طور سے پیش آتے تھے، ان میں لوگ آنحضرتؐ سے استفتاء کرتے اور آنحضرتؐ جواب دیتے۔اکثر ایسا بھی ہوتا کہ لوگوں نے کوئی کام کیا اور آپؐ نے اس پر تحسین فرمائی یا اس سے ناراضامندی ظاہر کی۔اس قسم کے فتاویٰ اکثر عام مجمعوں میں ہوتے تھے اور لوگ آنحضرتؐ کے اقوال کو محفوظ رکھتے تھے۔آنحضرتؐ کی وفات کے بعد فتوحات کو نہایت وسعت ہوئی اور تمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ اجتہاد و استنباط کی ضرورت پڑی اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا۔"

ایسے تمام تفصیلی مسائل کا قرآن وحدیث سے استنباط ہر شخص کی رسائی سے باہر تھا، اس لیے یہ مناسب سمجھا گیا کہ ان تفصیلی مسائل کو کتابوں کی شکل میں لکھ دیا جائے۔اس کے لئے امتِ محمدیہؐ کے عقل سلیم رکھنے والے حضرات نے، جن کو شریعت کی اصطلاح میں مجتہدین و فقہاء کہا جاتا ہے، ایسے زمانہ میں جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اس کے ساتھ کا زمانہ، پھر اس کے ساتھ کا زمانہ، پھر فتنے شروع ہو جائیں گے" بہت زیادہ محنت و عرق ریزی کے ساتھ فقہ کے اصول باندھے اور ان اصولوں کے تحت فقہ کو مرتب کر دیا۔

ظاہر ہے کہ کسی چیز کی قدر اسی شخص کو ہوتی ہے جو اس کو اپنی محنت سے

حاصل کرتا ہے یا اس کو محنت اور مشقت سے باقی رکھتا ہے۔ قرآن کی قدر ان حفاظ سے پوچھو جو سوکھی روٹیاں کھا کر چودہ سو سال سے اسے اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے آ رہے ہیں اور حدیث کی قدر ان ائمہ حدیث سے پوچھو جنہوں نے اس بے بہا ذخیرہ کو جمع کرنے کے لیئے اپنی عمریں صرف کر دیں اور ایک ایک لفظ کو زبانی یاد کر کے قرآنِ کریم کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق ان کو مرتّب کیا اور ان علماء کرام سے پوچھو جو اس زمانہ سے آج تک اس کی حفاظت کرتے آ رہے ہیں، اور جن کی بدولت آج ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں ہمارا قرآن ہی تمام دنیا میں وُہ واحد کتاب ہے جو آج بھی بعینہٖ اسی طرح محفوظ ہے جس طرح ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور ہمارے رسُولؐ کے ملفوظات بھی چودہ سو سال سے اسی طرح محفوظ ہیں جس طرح زمانۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں محفوظ تھے۔ اسی طرح ائمہ فقہ سے فقہ کی قدر پوچھو جنہوں نے اپنی عمریں اصُول اور مسائلِ فقہ مرتّب کرنے میں صرف کر دیں اور جن کی برکت سے آج شریعتِ اسلامیہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ دنیا کو منور کر رہی ہے۔

بڑا افسوس ہوتا ہے ان لوگوں پر جو حدیث و فقہ کو تو غیر ضروری سمجھتے ہیں لیکن جب خود قرآن کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں تو کئی کئی جلدوں میں اس کی تفسیریں لکھ ڈالتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جب قرآن کو سمجھنے کے لیئے حدیث و فقہ کی ضرورت نہیں تو ان کو یہ تفسیریں لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے، اور ائمہ حدیث و فقہ کی تکذیب کر کے ان کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ وُہ قرآن کی تفسیر خود لکھیں جس شخص کے دماغ میں ذرہ بھر بھی عقلِ سلیم ہوگی وہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کے لوگ قانونِ دین یعنی شریعت

اسلامیہ کو اپنی منشا کے مطابق مسخ کرنا چاہتے ہیں اور ائمہ حدیث و فقہ کو یہ کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حدیث و فقہ قرآن کے مطابق نہیں ہے ظاہر ہے کہ جب قرآن کا مفہوم اپنی خواہشاتِ نفسانی سے متعین کیا جائے گا تو حدیث و فقہ تو اس کے خلاف ہی پڑیں گی۔ اس لیئے ایسے موقع پر اگر یہ کہنے کی بجائے کہ "حدیث و فقہ قرآن کے خلاف ہے" یہ کہا جائے کہ "شریعتِ اسلامیہ ہماری خواہشاتِ نفسانی کے خلاف ہے" تو عین حقیقت ہو گی۔

خوب کان کھول کر سن لو کہ قرآنِ حکیم کے معنیٰ وہ درست ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ط اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بتائے اور اس سے مستنبط کردہ تفصیلی مسائل وہ صحیح ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے خیر القرون میں ائمہ فقہ نے مرتب فرمائے اور عین قرآن کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق مرتب فرمائے۔

حضرت علامہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ۱۹۲۶ء میں دہلی کے محلہ بلبلی خانہ کی مسجد میں درسِ قرآن کے افتتاح کے موقعہ پر ایک واقعہ بیان فرمایا تھا، جس سے ضرورتِ فقہ کی اہمیت خوب واضح ہو جاتی ہے "امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک عورت آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے خاوند کی بہت تعریف کرنے لگی کہ اے امیر المؤمنین! میرا خاوند بہت ہی نیک ہے، سارا دن روزہ رکھتا ہے، ساری رات عبادت کرتا ہے اور ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ جب وہ عورت چلی گئی تو ایک صحابیؓ نے جو وہاں موجود تھے اور سارا قصہ سن رہے تھے، عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپؓ نے دیکھا کہ یہ عورت

اپنے خاوند کی تعریف کر کے گئی ہے یا شکایت؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تعریف کر کے گئی ہے۔ صحابیؓ نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ شکایت کر کے گئی ہے اس عورت کا مطلب یہ ہے کہ اس کا خاوند یادِ الٰہی میں اتنا مشغول رہتا ہے کہ اس کے حقوق کا بالکل خیال نہیں کرتا۔ آپؓ نے عورت کو بلوایا اور پوچھا کہ تو اپنے شوہر کی تعریف کرنے آئی تھی یا شکایت؟ وہ بولی کہ حضرت مَیں تو شکایت ہی کرنے آئی تھی۔

حضرت عمرؓ نے اسی وقت اس کے شوہر کو بلوایا اور واقعہ کی تحقیق کی اور پھر ان صحابیؓ سے فرمایا کہ آپ ہی اس کا فیصلہ فرمائیے۔ صحابیؓ نے یہ فیصلہ دیا کہ اس مرد کو چاہیئے کہ تین دن اپنا پروگرام جاری رکھے اور چوتھے دِن اپنی بیوی کے حقوق پورے کیا کرے۔ دونوں میاں بیوی رخصت ہو گئے۔

ان کے جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے صحابیؓ سے پوچھا، آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے بتایا؟ انہوں نے جواب دیا۔ قرآنِ کریم سے۔ فرمایا قرآن میں یہ مسئلہ کہاں ہے؟ عرض کیا کہ قرآن کریم میں ایک آدمی کو چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے۔ یہ شخص ایک ہی پر اکتفا کرتا ہے۔ اگر چار کر لیتا تو اس عورت کا نمبر چوتھے دن آتا اور اس کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہ ہوتا۔ پس اس کا حق چار دن میں صرف ایک دفعہ ہے"۔

قرآن و حدیث سے احکام و مسائل کا اس طرح استنباط ہر شخص کا کام نہیں یہ کام صرف فقہاء و مجتہدین ہی کا ہے۔ ان بزرگوں کی تقلید کرنے والے عوام یا علماء کو فقیہہ نہیں کہتے، کیونکہ انہوں نے یہ علم اصل ماخوذ سے خود مستنبط نہیں کیا بلکہ جس امام کی وُہ تقلید کرتے ہیں اس کے بتانے سے حاصل ہوا ہے۔ احکامِ شرعیہ مع ان کے دلائل کے جاننا اور چیز ہے اور اصل ماخوذ سے

احکام شرعیہ کا استنباط دوسری چیز، دراصل استنباطِ احکام کی یہ صفت ہی تفقہ فی الدّین ہے اور اسی علم کو فقہ کہتے ہیں۔

ب۔ فقہ کا ثبوت

(۱) کتاب، میزان اور استنباطِ احکام :۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل فرمائی تاکہ لوگ انصاف پر سیدھے رہیں۔ (۵۷ : ۲۵)

جب لوگوں کے پاس امن یا خوف کی کوئی بات پہنچتی ہے تو وہ اس کو (بلاتحقیق) مشہور کر دیتے ہیں۔ اگر وُہ (ایسا کرنے کی بجائے) اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور اپنے صاحبِ امر لوگوں تک پہنچا دیتے، تو ان میں سے وُہ لوگ جو استنباط کرنے والے ہیں اس کی تحقیق کرتے، اگر اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل اور رحمت نہ ہوتی تو سوائے چند آدمیوں کے تم سب شیطان کی اتباع کرنے لگ جاتے۔ (۴ : ۸۳)

پس اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے میں سے صاحبِ امر لوگوں کی اطاعت کرو۔ اگر کسی معاملے میں تمہارا آپس میں اختلاف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہو گا۔ (۴ : ۵۹)

ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ مسلمانوں کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے تاکہ وُہ تفقہ فی الدّین (یعنی دین کی سمجھ) حاصل کریں اور پھر واپس آ کر اپنی قوم کو سمجھائیں، تاکہ وُہ

(بھی گناہوں سے) بچتے رہیں۔ (۹ : ۱۲۲)

(۲) ائمہ اور اُن کے مقلّدین :۔

اللہ کے بندے وُہ ہیں جو یہ دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو ہم کو متقیوں کا امام بنا۔ (۲۵ : ۷۴)

بے شک وُہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیئے تو رحمٰن ان کے لیئے (لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا۔ (۱۹ : ۹۶)

صحابہ کرامؓ اور وُہ لوگ جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی اتباع کی، ان سے اللہ تعالےٰ راضی ہو گا اور وُہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ ان کے لیئے ایسے باغات مہیّا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وُہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے (۹ : ۱۰۰)

پس تم اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا کے طالب ہیں۔ (۱۸ : ۲۸)

اور ان لوگوں کی اتباع کرو جو اللہ کی طرف رجوع ہوں۔ (۳۱ : ۱۵)

جو کوئی اللہ تعالیٰ سے، اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ایمان والوں سے دوستی رکھے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا (یہ) لشکر ہی غالب رہے گا۔ (۵ : ۵۶)

اگر کوئی بات معلوم نہ ہو تو اہلِ ذکر سے پوچھ لیا کرو۔ (۱۶ : ۴۳)

قیامت کے دِن تمام لوگوں کو ان کے اماموں کے ساتھ پکارا جائے گا۔ پھر جن لوگوں کے اعمالنامے ان کے دائیں ہاتھ میں مل جائیں گے وُہ لوگ اپنے اعمالناموں کو (خوشی سے) پڑھیں گے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور جو کوئی اس دنیا میں اندھا رہے گا، وُہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا، اور صحیح راستے سے بہت دُور بھٹکا ہوا ہو گا۔ (۱۷ : ۷۱-۷۲)

(۳) احادیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت عمران بن حصین رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امّت کے بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں۔ پھر وہ لوگ بہتر ہیں جو ان سے متصل و پیوستہ ہیں۔ پھر وہ لوگ بہتر ہیں جو اُن سے متصل ہیں۔ ان تین قرنوں کے بعد لوگوں کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوگی جو بغیر طلب و خواہش کے گواہی دے گی۔ اور ایسے لوگ ہوں گے جو خیانت کریں گے اور ان کی امانت و دیانت پر بھروسہ نہ کیا جائے گا اور ایسے لوگ ہوں گے جو نذر مانیں گے اور اپنی نذر کو پورا نہ کریں گے اور ان میں موٹاپا یعنی فربہی پیدا ہوگی۔ (بخاری مسلم)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب کی تعظیم و تکریم کرو اس لیئے کہ وُہ تمہارے بزرگ ترین لوگ ہیں۔ پھر وُہ لوگ بہتر اور قابلِ عزّت ہیں جو ان کے قریب ہیں اور پھر وُہ لوگ بہتر اور قابلِ تکریم ہیں جو ان سے متصل و پیوستہ ہیں۔ اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا۔ (نسائی بطولہٖ)

(۳) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنی وفات کے بعد صحابہ رضؓ کے درمیان اختلاف کی بابت دریافت کیا۔ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو وحی کے ذریعہ آگاہ کیا کہ اے محمدؐ! تیرے اصحاب میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان پر ستارے۔ بعض ان میں دوسروں سے زیادہ قوی ہیں لیکن بہرحال سب روشن ہیں پس جس شخص نے ان کے اختلاف میں سے کچھ لیا، میرے نزدیک وُہ ہدایت پر ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ حضور رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے اصحاب رضؓ تاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے تم جس کی اقتدار کروگے ہدایت پا جاؤ گے

(رزین)۔

(۴) حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا۔ کس چیز سے مقدمات کا فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا، قرآنِ مجید سے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر اس میں وہ فیصلہ تم کو نہ ملے؟ انہوں نے کہا احادیث سے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اگر احادیث میں بھی اس کے متعلق ہدایت نہ ملے؟ تو انہوں نے کہا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے ایلچی کو توفیق دی جس کو خود اس کا رسولؐ محبوب رکھتا ہے۔ (سیرت النبیؐ جلد دوم تالیف علامہ شبلی نعمانیؒ صٰ بحوالہ ترمذی)

(۴) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا طریقہ:۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے عہدِ خلافت میں جب کوئی معاملہ پیش آتا تو اوّل قرآن پاک سے رجوع کرتے اور اس کے احکام پر عمل کرتے، اگر قرآن مجید میں یہ حکم نہ ملتا تو حدیث شریف کی طرف توجہ فرماتے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل فرماتے۔ اور اگر خود حدیث نہ معلوم ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت کرتے کہ فلاں معاملہ درپیش ہے، تم کو معلوم ہے کہ ایسے معاملہ میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے؟ اکثر ایسا ہوتا کہ بہت سے آدمیوں کو حدیث معلوم ہوتی تو آپ شکریہ کے ساتھ اس کو قبول فرما لیتے، اور اس پر شکر کرتے کہ میری مدد کے واسطے اس قدر سنتِ رسُول کے جاننے والے موجود ہیں۔ جب حدیث بھی نہ ملتی، صحابہ کرامؓ میں سے جو اہل الرائے اور منتخب بزرگ تھے ان کو جمع کر کے مشورہ کرتے، جس رائے پر اجتماع ہو جاتا اس پر کاربند ہوتے۔ (سیرت الصدیقؓ صٰ۳۳ تالیف حضرت مولٰنا مفتی صابر علی صاحب مدظلّہٗ)

(۵) حضرت عمر فاروقؓ کا طریقہ:-

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مشہور قاضی شریحؒ کو عدالتی فیصلوں کے لئے کچھ بنیادی اصول لکھ کر بھیجے۔ حضرت عمرؓ کا یہ سرکاری فرمان امام شعبیؒ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے ـــ

"تم فیصلے قرآنِ حکیم کے مطابق کرو۔ اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مقدمہ آئے جس کا (صریح) حکم قرآن شریف میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کے مطابق فیصلہ کرو۔ اور اگر کوئی ایسا مقدمہ آئے جس کا حکم (صریح طور پر) نہ قرآنِ حکیم میں ہو، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت میں، تو تم اس کے لئے وہ فیصلہ تلاش کرو جس پر سب لوگ متفق ہو چکے ہوں۔ اور اگر کوئی ایسا مقدمہ آجائے جس کے متعلق کسی کا فیصلہ موجود نہ ہو، تو اب دو صورتوں میں سے جس کو چاہو اختیار کر لو۔ یعنی چاہو تو آگے بڑھ (کر اپنے اجتہاد سے فیصلہ کر دو) اور چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ (یعنی اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرنے کی بجائے اہلِ علم سے پوچھ کر عمل کرو) اور میں تمہارے لئے ایسے موقع پر پیچھے ہٹ جانا ہی بہتر سمجھتا ہوں"۔

(ماہنامہ "البلاغ" دار العلوم کراچی بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ صفحہ ۲۸ بحوالہ خطیب بغدادی کی مشہور تصنیف "کتاب الفقیہ والمتفقہ ص ۱۶۶ جزو خامس")

---

(۶) زمانہ تدوینِ فقہ:-

مذکورہ بالا احادیث میں سے پہلی دو حدیثوں میں تین زمانوں کے لوگوں کو زمانۂ خیر کے لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ اوّل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ یعنی صحابہ کرامؓ۔ دوئم وہ لوگ جو ان سے متصل و پیوستہ ہیں یعنی تابعینؒ۔ سوم وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں یعنی تبع تابعینؒ۔ الحمد للہ کہ تدوینِ فقہ کا کام تیسرے دور

کے اختتام سے قبل پورا ہو چکا تھا، جیسا کہ ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہے:۔

۱۔ حضرت امام ابو حنیفہ النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہؒ۔

ابنِ خلکان نے لکھا ہے کہ آپؒ نے چار صحابہؓ کو پایا۔ حضرت انس ۱ بن مالکؓ اور عبد اللہ ۲ بن ابی اوفیٰؓ کو کوفہ میں۔ حضرت سہل ۳ بن سعد الساعدیؓ کو مدینہ منورہ میں اور حضرت ابو الطفیل ۴ عامرؓ بن واثلہ کو مکہ مکرمہ میں۔ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں کوفہ میں اور وفات ۱۵۰ھ میں بغداد میں ہوئی۔

۲۔ حضرت امام مالک بن انس بن مالکؒ۔

آپ تبع تابعین کے طبقہ میں تھے۔ نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کہ امام کے شیوخ کی تعداد نو سو تھی۔ تین سو تابعین اور چھ سو تبع تابعین تھے۔ آپ کی ولادت ۹۳ھ میں اور وفات ۱۷۹ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

۳۔ حضرت امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافعؒ

آپ امام مالکؒ کے شاگرد تھے۔ آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں بیت المقدس سے دو مرحلہ کے فاصلہ پر غزہ یا عسقلان میں ہوئی۔ اور وفات ۱۹۹ھ میں مصر میں ہوئی۔

۴۔ حضرت امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل الشیبانیؒ۔

آپ امام شافعیؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۶۴ھ میں اور وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔

۵۔ حضرت امام القاضی یعقوب ابو یوسفؒ۔

آپ ۱۱۳ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد خاص تھے۔ ابنِ خلکان نے لکھا ہے کہ آپ پہلے شخص تھے جن کو قاضی القضاۃ کا خطاب دیا گیا۔ ابن عماد حنبلی نے ابن عبد البرؒ کے حوالہ سے لکھا

ہے کہ آپ سترہ سال حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ رہے اور سب سے پہلے حنفی اصولِ فقہ انہوں ہی نے مرتّب فرمایا۔ آپ نے ۱۸۲ھ میں اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔

۶۔ حضرت امام محمّد بن الحسنؒ۔

آپ کی ولادت ۱۳۵ھ میں ہوئی۔ امام اعظمؒ کے مشہور تلامذہ میں تھے۔ امام صاحبؒ کے بعد امام ابویوسفؒ سے تکمیل کی۔ امام مالکؒ کی زبان سے آپ نے مؤطا سنا اور تین سال مسلسل آپ کی خدمت میں رہے۔ امام شافعیؒ جیسے امامِ وقت آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ۱۸۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

باب ۳۔ تقدیر

۱۔ لوحِ محفوظ

اللہ تعالیٰ کے پاس کتابِ حفیظ ہے۔ (۵۰ : ۴)
ہر چیز پیدائشِ کائنات سے بھی پہلے سے اس کتاب میں درج ہے۔ (۵۷ : ۲۲)
زمین و آسمان کی ہر پوشیدہ چیز اس میں درج ہے۔ (۲۷ : ۷۵)
اللہ تعالیٰ سے ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں، چھوٹی بڑی ہر چیز اس کتاب میں درج ہے (۳۴ : ۳ ؛ ۵۴ : ۵۳)
ایک ایک دانہ چاہے وہ زمین کے تاریک حصّوں میں ہو، اور ہر گیلی اور سوکھی چیز اس کتاب مبین میں درج ہے۔ (۶ : ۵۹)
اللہ تعالیٰ نے ہر چیز گن کر اس میں لکھ رکھی ہے۔ (۳۶ : ۱۲ ؛ ۷۸ : ۲۹)
قرآن مجید بھی اسی لوح میں محفوظ ہے۔ (۴۳ : ۳ - ۴ ؛ ۵۶ : ۷۷ - ۷۸ ؛ ۸۵ : ۲۱ - ۲۲)
غرضیکہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے اور وہ سب کچھ اس کتاب میں موجود ہے۔ بلا شبہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیئے بہت آسان ہے۔ (۲۲ : ۷۰)

احادیثِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وُہ قلم ہے (اس کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے) اس سے کہا کہ لکھ۔ قلم نے عرض کیا، کیا لکھوں؟ ارشاد فرمایا۔ تقدیر کو لکھ۔ چنانچہ قلم نے لکھا جو کچھ ہو چکا تھا اور جو آئندہ ہونے والا ہے۔ (ترمذی)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا، جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا۔ (مسلم)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حضرت آدمؑ اور موسیٰؑ نے اپنے رب کے سامنے جھگڑا چھیڑا اور آدمؑ نے موسیٰؑ پر غلبہ حاصل کر لیا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا۔ تم وہی آدمؑ ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا، اپنی رُوح تمہارے اندر پھُونکی، ملائکہ سے تم کو سجدہ کرایا، اور جنّت میں تم کو رکھا۔ پھر تم نے اپنے گناہوں کی بدولت لوگوں کو زمین پر اُتار دیا۔ حضرت آدمؑ نے کہا۔ تم وہی موسیٰؑ ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کا منصب دے کر برگزیدہ کیا، تم کو اپنے کلام سے نوازا۔ اور تم کو وُہ تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا اور تم کو اللہ تعالیٰ نے سرگوشی کی عزّت بخشی۔ پس تم نے تورات کو میرے پیدا ہونے سے کتنی مدّت پہلے لکھا ہوا پایا تھا؟ حضرت موسیٰؑ نے کہا۔ تورات تمہارے پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے لکھی گئی تھی۔ حضرت آدمؑ نے پوچھا کیا تم نے تورات میں یہ الفاظ بھی دیکھے تھے وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی (یعنی آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بہک گیا) حضرت موسیٰؑ نے کہا۔ ہاں

(یہ الفاظ تورات میں موجود تھے) حضرت آدمؑ نے کہا۔ پھر تم مجھ کو ایک ایسے کام پر ملامت کر رہے ہو جس کے متعلق اللہ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے ہی یہ مقدر کر دیا تھا کہ میں اس کو کروں گا۔ (یہ قصہ بیان کر کے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح آدم علیہ السلام دلیل کے اعتبار سے موسٰی علیہ السلام پر غالب آگئے۔ (مسلم)

ف :۔ حضرت مولٰنا احمد سعید صاحبؒ دہلوی نے اپنی کتاب "رسول کی باتیں" میں مذکورہ بالا حدیث شریف کی تشریح یوں فرمائی ہے :۔

"تقدیرِ الٰہی کسی عمل کے وجود میں آنے کی حقیقی عِلّت ہے لیکن دنیا میں خدا نے اس کو کسی نہ کسی سبب سے وابستہ کر دیا ہے اور اسی سبب کے ساتھ جزا اور سزا کا تعلق پیدا کر دیا ہے۔ اس عمل میں ہماری نِگاہ اس سبب ہی تک پہنچ سکتی ہے۔ اِس لیئے اسی سبب کی بنا پر ہر حکم لگا سکتے ہیں جس پر ہمیں اختیار حاصل ہے۔ حضرت آدم اور موسٰی علیہما السّلام کی بحث اس عالم کی بحث نہیں ہے بلکہ حظیرۃ القدس اور عالمِ برزخ کی بحث ہے جہاں اسباب کے پردے اٹھ جاتے ہیں اور انسان حقیقی عِلّت کو محسوس کرتا ہے اِسی کی طرف حضرت آدمؑ نے اشارہ فرمایا، کہ آپؑ تو ایک پیغمبر ہیں، تکوین کے رازوں سے واقف ہیں، اور پھر ایسے عالم میں ہیں جہاں تکلیف ذمہ داری اور فرض کا کوئی نشان نہیں ہے۔ اسباب کے پردے اٹھ چکے ہیں، پھر بھی آپ اصل علّت کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ حضرت موسٰی علیہ السّلام عالم اسباب کے مقرّرہ قانون کے ماتحت زمین پر انسانی نسل کے پھلنے پھولنے کا سبب اسی خطا کو قرار دے رہے ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے ظہور میں آئی تھی اور دُنیا میں انسانی نسل کی مصائب و مشکلات کو آدم علیہ السّلام کی اسی خطا کا نتیجہ سمجھتے تھے اس لیئے انہوں نے

آدم علیہ السّلام کو ملامت کی اور جب ان پر تکوین کا راز کھل گیا تو قائل ہو گئے کہ یہ سب کچھ تقدیرِ الٰہی کے ماتحت ظاہر ہوا، ورنہ دنیا میں انسانی نسل کا آنا اور دنیا کی محنت و مصیبت میں مبتلا ہونا اگر آدم علیہ السّلام کی خطا ہی کی وجہ سے ہوتا اور یہ سب کچھ اسی خطا کی سزا ہوتی تو آدم علیہ السّلام کی توبہ قبول ہو جانے کے بعد جس کی قرآن نے شہادت دی ہے کہ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ، (یعنی آدمؑ نے اپنے رب سے کلماتِ توبہ استغفار حاصل کیئے اور خدا نے ان کی توبہ قبول کرلی) یہ سزا باقی نہ رہتی اور انسانی نسل دنیا سے پھر جنّت میں چلی جاتی۔

اس کے علاوہ یہ کہ موسیٰ علیہ السّلام نے حضرت آدمؑ کو ان کی خطا پر ملامت نہیں کی بلکہ اولادِ آدمؑ کے دنیاوی مصائب و آلام پر ملامت کی تھی۔ اور ان کو اِن مصائب کا سبب قرار دیا، حالانکہ یہ صحیح نہیں تھا۔ مصائب تو صرف خدا کی طرف سے مقدّر ہوتے ہیں۔ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ، (یعنی اللہ کے حکم کے بغیر کوئی مصیبت نہیں آتی)۔ حضرت آدمؑ نے اسی تقدیر کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس لیئے اس حدیث کو دلیل و حجّت بنا کر کوئی شخص اپنے گناہوں کے لیئے تقدیر کا عذر پیش نہیں کر سکتا، اس لیئے کہ ارتکابِ گناہ سے قبل اس کو تقدیرِ الٰہی کا علم حاصل نہیں ہے۔ دوسری طرف عزم و ارادہ اور اس کا استعمال جو کسی گناہ کے صادر ہونے کا سبب ہیں اس کے اختیار میں دے دیئے گئے ہیں۔ علمِ الٰہی کے مطابق اگرچہ ایک شخص سے گناہ سرزد ہونا ضروری تھا مگر کم از کم اس نے تو اپنے اختیار کے استعمال سے ہی اس کو حاصل کیا۔

۲۔ تقدیر کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز ایک اندازے کے ساتھ پیدا فرمائی ہے۔ (۵۴ : ۴۹)

اور ہر چیز کو پیدا کر کے اس کے لیئے الگ الگ اندازہ رکھا ہے۔ (۲۵ : ۲ و ۶۵ : ۳)

اس کے ہاں ہر چیز ایک خاص اندازے کے ساتھ موجود ہے۔ (۱۳ : ۸)

یوں تو اس کے پاس ہر چیز کے (بے بہا) خزانے موجود ہیں مگر وہ ان چیزوں کو ایک معیّنہ اندازے سے نازل فرماتا ہے۔ (۱۵ : ۲۱)

ف :۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے آیت ۲۵ : ۲ کے حواشی میں تحریر فرمایا ہے :۔

"(اللہ تعالیٰ نے) ہر چیز کو ایک خاص اندازہ میں رکھا کہ اس سے وہی خواص و افعال ظاہر ہوتے ہیں جن کے لیئے پیدا کی گئی ہے، اپنے دائرے سے باہر قدم نہیں نکال سکتی نہ اپنی حدود میں عمل و تصرّف کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ غرض ہر چیز کو ایسا ماپ تول کر پیدا فرمایا ہے کہ اس کی فطری موزونیت کے لحاظ سے ذرا کمی بیشی یا انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ بڑے بڑے سائنسدان حکمت کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں اور آخر ان کو یہی کہنا پڑتا ہے صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ط (یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو ٹھیک اور مضبوط بنایا ہے۔ ۲۷ : ۸۸) فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (یعنی بڑی برکت ہے اللہ تعالیٰ کی جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ ۲۳ : ۱۴)"

اس کی مزید وضاحت ذیل کی آیاتِ کریمہ سے ہوتی ہے :۔

اللہ تعالیٰ بیج اور گٹھلی کو پھاڑ کر اس میں سے درخت پیدا کرتا ہے، زندہ کو مُردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ وہی اللہ دن نکالتا ہے اور اسی نے تمہارے

آرام کے واسطے رات بنائی ہے اور حساب کتاب کے لیے سورج اور چاند بنائے ہیں۔ پس یہی علیم و عزیز خدا کا اندازہ (تقدیر) ہے۔ (۶ : ۹۵-۹۶)

وہی پاک ذات ہے جس نے زمین سے اگنے والی ہر چیز کا، تمہاری اپنی جانوں کا، اور جن چیزوں کو تم نہیں جانتے، ان سب کا بھی، جوڑا پیدا کیا ہے اسی طرح رات بھی اس کی ایک نشانی ہے کہ اس (کے اندر) سے دن کو کھینچ نکالتا ہے (اور جب دن ختم ہوتا ہے تو) پھر وہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور سورج بھی (ایک نشانی ہے) کہ اپنے مقررہ راستہ پر چلا جاتا ہے۔ یہی تو عزیز و علیم خدا کا اندازہ (تقدیر) ہے اور چاند کو دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی منزلیں بانٹ دی ہیں یہاں تک کہ (کھجور کی) پرانی ٹہنی کی طرح وہ لوٹ کر پھر آجاتا ہے (اور بڑے کمال کی بات یہ ہے کہ) نہ سورج کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات کی یہ مجال ہے کہ دن سے آگے بڑھ جائے، اور یہ سب فضائے آسمانی میں (ایک خاص اندازے کے ساتھ گردش کرتے رہتے ہیں۔ (۳۶ : ۳۶، ۴۰)

کیا تم اس ذات سے منکر ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی، اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو؟ یہی تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے جس نے زمین میں اوپر سے بھاری پہاڑ رکھ دیئے اور چار دن میں اس میں برکت رکھی اور اس میں مختلف قوتیں مقدر فرمائیں۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ (آسمان) دھواں تھا پھر اس نے آسمان اور زمین سے کہا کہ تم خوشی سے یا ناخوشی سے آؤ۔ وہ دونوں بولے کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ پھر دو دن میں سات آسمان بنائے اور ہر آسمان سے اس کے مناسب حکم اتارا اور آسمانِ دنیا کو ستاروں سے زینت بخشی اور اس کو محفوظ کر دیا۔ بس یہ عزیز و علیم خدا کا اندازہ (تقدیر) ہے۔ (۴۱ : ۹-۱۲)

یہ سارا نظام اسی طرح اجلِ مسمّٰی (یعنی قیامت) تک چلتا رہے گا۔ (۱۳ : ۲)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر چیز کے وقوع کا ایک وقت مقرر ہے۔ (۶ : ۶۷)
اور اس وقتِ مقررہ تک ڈھیل ملتی ہے پھر جب وُہ وقت آجاتا ہے تو ایک ساعت بھی آگے یا پیچھے نہیں ہوتا۔ (۱۶ : ۶۱)

قوموں کی ترقی و تنزل، عروج و زوال، حکومت و غلامی اور ہلاکت وغیرہ کے اوقات بھی پہلے سے طے شدہ اور لکھے ہوئے ہوتے ہیں اور جب وُہ مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر ایک لمحہ بھی آگے یا پیچھے نہیں ہوتا۔ (۷ : ۳۴ ؛ ۱۰ : ۴۹ ؛ ۱۵ : ۴ - ۵ ؛ ۲۳ : ۴۳ ؛ ۳۴ : ۲۹ - ۳۰)

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ یہ تو (ساری کائنات کے لیئے) خداوندِ عزیز و علیم کی مقرر کردہ تقدیر یا اندازہ ہے۔ (۶ : ۹۶ ؛ ۳۶ : ۳۸ ؛ ۴۱ : ۱۲)

ف :۔ تقدیرِ انسانی کے بارے میں بیان آگے آرہا ہے۔

۳۔تقدیرِ انسانی

۱۔نوشتۂ خداوندی

تمہاری جانوں پر یا ملک میں کوئی آفت نہیں آتی مگر وہی جو کتاب میں، انسان کے دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے، لکھی ہوتی ہے، یہ بات (یعنی وقوع سے قبل کسی بات کا صحیح اندازہ کر کے لکھ دینا) اللہ تعالیٰ کے لیئے بہت آسان ہے۔ (۵۷ : ۲۲)
اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفے سے پیدا کر کے ٹھیک ٹھاک کیا اور اس کی تقدیر لکھی۔ (۸۰ : ۱۹ ؛ ۸۷ : ۲ - ۳)

اللہ تعالیٰ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے پیدا کیا، پھر تم کو جوڑے جوڑے بنا دیا اور جو کچھ کوئی مادہ (اپنے پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے یا جنتی ہے، وہ سب کچھ اس کے علم میں ہے۔ کوئی معمر شخص جتنی عمر پاتا ہے اور کسی کی عمر میں جتنی کمی ہوتی ہے، وہ سب پہلے سے کتاب میں درج ہوتی ہے۔ اور یہ سب کچھ (یعنی ان تمام باتوں کا اندازہ کر کے پہلے سے لکھ دینا) اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ (۳۵ : ۱۱)

انسان کی تقدیر میں اللہ تعالیٰ نے موت کو لازمی رکھا ہے۔ (۵۶ : ۶۰)

اسی کو اجلِ مسمّٰی کہتے ہیں۔ (۶ : ۶۰)

ہر شخص کی تقدیر اس کی گردن میں لگا دی گئی ہے۔ (۱۷ : ۱۳)

ہر مصیبت کا نزول تقدیر میں پہلے سے لکھا ہوتا ہے، تاکہ انسان نقصان پر غم نہ کھائے اور انعام پر اترانے نہ لگے۔ (۵۷ : ۲۲-۲۳)

اسی طرح ہر فائدہ پہنچنے کی مدت بھی مقرر ہوتی ہے۔ (۱۱ : ۳)

(غرضیکہ تقدیر اچھی یا بُری) سب اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ (۴ : ۷۸)

احادیثِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم :-

(۱) حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سچے ہیں اور سچے کئے گئے ہیں، ہم سے بیان کیا کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی صورت یہ ہے کہ چالیس دن نطفے کو پیٹ کے اندر رکھا جاتا ہے۔ پھر (یہ نطفہ) جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل ہو کر چالیس دن تک رہتا ہے۔ پھر چالیس دن گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ اس کے بعد خداوند تعالیٰ اس مضغہ کے پاس ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو (اس کی لوحِ تقدیر پر) اس کے اعمال، موت کا وقت، ذریعۂ رزق اور اس کا بدبخت یا نیک بخت ہونا لکھتا ہے۔ پھر اس میں رُوح پھونکی جاتی ہے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود

نہیں کہ تم میں سے ایک شخص جنتیوں کے سے کام کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنّت کے درمیان صرف ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتۂ تقدیر اس پر غالب آتا ہے اور وہ دوزخیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں داخل ہوجاتا ہے اور ایک شخص دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے حتّٰی کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتۂ تقدیر اس پر غلبہ حاصل کرتا ہے اور وہ جنتیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اور جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۲) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے ہر ایک بندہ کے متعلق پانچ باتوں سے فراغت (حاصل) کرلی ہے (یعنی ان پانچ باتوں کو اس کی تقدیر میں لکھ چکا ہے) اس کی موت[1] (یعنی عمر)، اس کا[2] نیک و بد عمل، اس کے رہنے[3] کی جگہ، اس کی واپسی[4] کی جگہ، اور اس کا رزق[5]۔ (احمد)

۲۔تقدیر اور اختیار

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اور ہمارے آباؤ اجداد کا شرک کرنا اور کسی چیز کو حرام کرلینا اللہ کی مرضی کے ساتھ ہوتا ہے (وہ بالکل غلط کہتے ہیں) ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح (حق کو) جھٹلایا تھا حتّٰی کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزا چکھا۔ (اے پیغمبر ﷺ!) آپ ان سے کہہ دیجئے کیا تمہارے پاس اس بارے میں کوئی علمی دلیل بھی ہے؟ اگر ہے تو اس کو ہمارے سامنے پیش کرو۔ تم تو صرف اٹکل پر چلتے ہو اور صرف تخمینے ہی لگاتے ہو۔ اللہ کی حجت تم پر پوری ہوچکی۔ (اگر تمہارے کہنے کے

مطابق اللہ تعالیٰ نے تم کو مجبور محض ہی پیدا کرنا ہوتا تو) اگر وُہ ایسا کرنا چاہتا تو تم سب کو (زبردستی) ہدایت دے دیتا۔ (۶ : ۱۴۸-۱۴۹)

اللہ تعالیٰ نے تو حضرت آدم علیہ السّلام کو پیدا کر کے آپ کی پشت سے آپ کی اولاد (کی ارواح) کو نکال کر اپنی ربوبیّت کا اقرار کرایا تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی۔ یا یہ نہ کہنے لگو کہ شرک تو ہم سے پیشتر ہمارے آباؤ اجداد نے نکالا تھا، ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے، کیا آپ ہم کو ان گمراہوں کے فعل کی وجہ سے ہلاکت میں ڈال رہے ہیں؟ (۷ : ۱۷۲-۱۷۳)

(اس کے بعد فرمایا کہ) اے بنی آدمؑ! اگر تمہارے پاس میری طرف سے رسُول آویں اور میری آیتیں تم سے بیان کریں، تو تم میں سے جو کوئی تقویٰ اختیار کرے گا اور نیکی کرے گا، اس کو کوئی خوف اور غم نہ ہو گا اور جس کسی نے تکبّر کیا اور ان کو جھٹلایا تو ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دوں گا۔ (۷ : ۳۵-۳۶)

پھر حضرت آدم و حوا علیہما السّلام کو کافی عرصہ تک جنّت میں رکھا۔ جب انہوں نے شجرِ ممنوعہ میں سے کھا لیا تو ارشادِ خداوندی ہُوا کہ تم دونوں جنت سے (زمین پر) اتر جاؤ، اور جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو کوئی بھی اس کی پیروی کرے گا وُہ خوف اور غم سے محفوظ رہے گا۔ نہ وُہ گمراہ ہو گا اور نہ ہی اس کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور جس نے کفر کیا، میری نشانیوں کو جھٹلایا اور میری یاد سے منہ موڑا، تو دُنیا میں اس کے لیے رزق کی تنگی ہو گی اور آخرت میں اس کو اندھا اٹھایا جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (۲ : ۳۵-۳۹ و ۲۰ : ۱۱۶-۱۲۶)

اس بات کی یاددہانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے پے در پے اپنے رسُول بھیجے۔ (۲۳ : ۴۴) ان کو کھلی نشانیوں کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان کے ساتھ کتاب اور (عقلِ سلیم) کی

ترازو بھی نازل فرمائی، تاکہ لوگ عدل و انصاف پر سیدھے رہیں۔ (۲۵ : ۵۷)
اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھی شکل و صورت پر پیدا کر کے اس کو آنکھ، کان، دل اور تندرستی جیسی نعمتوں سے نوازا۔ (۳ : ۶؛ ۲۳ : ۷۸؛ ۶۷ : ۲۳؛ ۸۲ : ۶-۸؛ ۹۵ : ۴)
اس کو دو آنکھیں، دو ہونٹ اور زبان عطا کرنے کے ساتھ ساتھ دو راہیں بھی واضح کر کے بتا دیں۔ (۹۰ : ۸-۱۰)
اور یہ بھی بتا دیا کہ شیطان کے حکموں پر مت چلنا، وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور یہ کہ اللہ ہی کی عبادت کرنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔ (۳۶ : ۶۰ - ۶۱)
اس بات پر بھی متنبہ فرما دیا کہ شیطان تم کو تنگدستی کا وعدہ دیتا ہے اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور وہ تو بڑا کشائش والا جاننے والا ہے۔ (۲ : ۲۶۸)
بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم کو عدل اور قرابت داروں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیتا ہے اور بُری باتوں اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ (۱۶ : ۹۰)
اس کے باوجود اگر تم شیطان کی اتباع کرو گے تو یاد رکھو شیطان اور اس کے متبعین سے جہنم کو بھر دیا جائے گا۔ (۷ : ۱۸)
پس اے لوگو! حق اور باطل بالکل الگ الگ واضح کر کے بتا دیئے گئے ہیں، اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے۔ دین کے معاملہ میں کوئی سختی نہیں ہے۔ نیز یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے جو ان کو گھیر لے گی۔ (۲ : ۲۵۶؛ ۱۸ : ۲۹)
جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں کجروی کرتے ہیں وہ خدا سے مخفی نہیں ہیں، تم جو چاہو عمل کرو وہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ (۴۱ : ۴۰)

اگر تم نیک عمل کرو گے تو اپنے لیئے، اور بُرے عمل کرو گے تو اپنے لیئے۔ تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ (۴۱ : ۴۶)

(مذکورہ بالا آیات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ) ہر شخص اپنے ڈھنگ پر عمل کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ سیدھے راستہ پر ہے۔ (۱۷ : ۸۴)

اس طرح جو مصیبت بھی انسان کو پیش آتی ہے وہ اس کے اپنے ہاتھوں ہی کی کمائی ہوئی ہوتی ہے۔ ابھی تو اللہ تعالیٰ (اپنے فضل سے) بہت سے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (۴۲ : ۳۰)

۳۔ تقدیر اور تدبیر

ف :۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور اپنی قدرتِ کاملہ سے دنیا میں رونما ہونے والے واقعات کو اسباب کے ساتھ منسلک فرمایا ہے، حالانکہ وہ ان اسباب کا محتاج نہیں ہے، وہ تو از خود براہِ راست سب کچھ کر سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا کر دیا کرتا تو دنیا کا نظام ٹھیک طرح سے نہ چل سکتا اور لوگوں میں غیر یقینی کی سی کیفیت رہتی۔ اس لیئے اس نے اسباب کو پیدا فرمایا اور انسان کے لیئے ان اسباب کو اختیار کر کے کوشش کرنے کو لازمی قرار دیا۔ اسی کو تدبیر کہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرے۔ (۵۳ : ۳۹)

اس کی کوشش ضرور (دیکھی اور) دکھلائی جاتی ہے۔ (۵۳ : ۴۰)

پھر اس کے مطابق اس کو پورا پورا بدلہ دیا جاتا ہے۔ (۵۳ : ۴۱)
ہر شخص کی کوشش مختلف ہوتی ہے۔ (۹۲ : ۴)
جو کوئی (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور بھلی بات کا حکم کرتا ہے تو اس کو باری تعالیٰ آہستہ آہستہ آسانی میں پہنچا دیتا ہے۔ (۹۲ : ۵-۷)
اور جو کوئی بھلی بات کو جھٹلاتا ہے اور بخل (بے پرواہی) اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو آہستہ آہستہ تنگی میں پہنچا دیتا ہے۔ (۹۲ : ۸-۱۰)
جو کوئی عجلت (یعنی جلد ملنے والی دنیا) کا ارادہ کرتا ہے تو باری تعالیٰ اس کو اسی دنیا میں جتنا چاہتے ہیں اور جس کے لئے چاہتے ہیں، جلدی سے دے دیتے ہیں پھر اس کے لئے جہنم تجویز کرتے ہیں۔ وہ اس میں مذمت کا مارا ہوا دھکیل دیا جائے گا۔ (۱۷ : ۱۸)
اور جو کوئی آخرت کا ارادہ کرتا ہے، اور اس کے لیۓ اس کے شایانِ شان کوشش بھی کرتا ہے، بشرطیکہ وُہ ایمان دار بھی ہو، تو ایسے لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگ جاتی ہے۔ (۱۷ : ۱۹)

احادیثِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا ٹھکانا لکھا نہ گیا ہو۔ یعنی یا تو اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا یا جنّت میں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسُول اللہ! تو پھر ہم اپنے نوشتۂ تقدیر ہی پر بھروسہ نہ کرلیں اور اعمال کو چھوڑ دیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ عمل کرو، اس لیۓ کہ جو شخص جس چیز کے لئے پیدا کیا گیا ہے، وُہ چیز اس کے لیۓ آسان کی گئی ہے۔ یعنی جو شخص نیک بخت ہے، اس کے لیۓ نیک بختی کے کام آسان کر دیئے جاتے ہیں اور جو بد بخت ہے، اس کے لیۓ

بدبختی کے کام سہل کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ آیات پڑھیں۔
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ○ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ○
(یعنی جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور اللہ سے ڈرتا رہا اور اچھی بات کو سچا جانا تو ہم اس کو آہستہ آہستہ آسانی میں پہنچا دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کو آہستہ آہستہ تنگی میں پہنچا دیں گے) (بخاری، مسلم)

② حضرت ابوخزامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضورؐ! یہ تو بتلائیے کہ جو منتر ہم پڑھواتے ہیں اور جو دوا دارو کرتے ہیں اور اپنے بچاؤ کی جو تدبیریں (مثلاً جنگ میں ڈھال وزرہ وغیرہ کا استعمال) ہم کرتے ہیں۔ کیا یہ چیزیں خدا کی تقدیر کو بدل دیتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ یہ چیزیں بھی تقدیر ہی میں شامل ہیں۔ (احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

③ حضرت مطر بن عکامس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب خداوند تعالیٰ کسی شخص کی موت کو کسی زمین پر مقدر کر دیتا ہے، تو اس زمین کی طرف اس کی حاجت کو بھی پیدا کر دیتا ہے۔ (تاکہ وہ وہاں جانے پر مجبور ہو اور وہاں جا کر موت کا شکار ہو)۔ (احمد۔ ترمذی)

ف :۔ روزنامہ "جنگ" کراچی کی ۲ جنوری ۱۹۷۹ء کی اشاعت میں ایک عجیب و غریب خبر شائع ہوئی ہے، جس کی نقل ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے :۔

سانپ کے ڈسنے کی عجیب وغریب واردات

جیکب آباد۔ یکم جنوری (نمائندہ جنگ) یہاں کے قصبہ کندھ کوٹ میں سانپ کے

ڈسنے کی عجیب واردات کی اطلاع ملی ہے۔ کندھ کوٹ سے آمدہ اطلاع سے معلوم ہوا ہے کہ وہاں دیہی علاقہ میں ایک باز ایک زہریلے سانپ کو پکڑ کر پنجوں میں دبا کر محوِ پرواز تھا کہ ایک سڑک کے اوپر سے پرواز کرتے ہوئے سانپ شِکرے کے پنجوں سے نکل کر سڑک پر گذرتی ہوئی ایک بس کی چھت پر گر پڑا، جہاں بہت سے مسافر بیٹھے ہوئے تھے۔ سانپ دو مسافروں کو ڈسنے کے بعد بس سے نیچے گر گیا۔ مار گزیدہ دونوں افراد تھوڑی دیر کے بعد فوت ہو گئے۔

اس واقعہ سے مذکورہ بالا حدیث شریف کی لفظ بلفظ تائید ہوتی ہے۔ ان دونوں اشخاص کی موت اس سڑک پر، اس بس میں، اسی مقررہ وقت پر مقدر تھی ان دونوں کی حاجت بھی اسی علاقہ میں خاص اسی وقت پر متعین ہوئی، اور وُہ اپنی مرضی سے سفر کا ارادہ کر کے گھر سے نِکلے۔ جب وُہ اس مقررہ مقام پر پہنچے تو ان کی موت تقدیرِ الٰہی میں طے شدہ پروگرام کے عین مطابق واقع ہو گئی۔

۴۔ تقدیرِ مُبرم اور معلّق

اللہ تعالیٰ جو چاہے مٹاتا ہے اور جو چاہے باقی رکھتا ہے، اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔ (۱۳ : ۳۹)

ف :۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے اس آیتِ کریمہ کے فوائد میں تحریر فرمایا ہے :۔

"دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے۔ بعض اسباب ظاہر ہیں بعضے چھپے۔ اسباب کی تاثیر کا ایک طبعی اندازہ ہے۔ جب اللہ چاہے اس کی تاثیر اندازہ

سے کم یا زیادہ کر دے، جب چاہے ویسی ہی رکھے۔ آدمی کبھی کنکر سے مرتا ہے اور کبھی گولی سے بچتا ہے اور ایک اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہے جو ہرگز نہیں بدلتا۔ اندازے کو تقدیر کہتے ہیں۔ یہ دو تقدیریں ہوئیں۔ ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی۔ جو تقدیر بدلتی ہے اس کو مُعلّق اور جو نہیں بدلتی اس کو مُبرم کہتے ہیں۔"

ف ۲: حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی نے اپنی کتاب "الہدیۃ السنیہ فی الاحادیث القدسیہ" موسومہ بہ "خدا کی باتیں" میں احمد، بخاری اور نسائی کے حوالہ سے یہ حدیث مع تشریح کے تحریر فرمائی ہے:۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ابنِ آدم کو نذر دینے سے وہ شے حاصل نہیں ہو سکتی جس کو میں نے اس کے لیے مقدر نہ کیا ہو اور اس کی تقدیر میں نہ لکھا ہو، ہاں اس کا نذر دینا اس کو اس تقدیر سے ملا دیتا ہے جو نذر کے ساتھ میں نے معلّق کر رکھی ہے اور جس کی وجہ سے میں نے بخیل کے ہاتھ سے مال نکلوانا مقدّر کیا ہوتا ہے پس بخیل مجھ کو اس کی وجہ سے مال دیتا ہے جو اس سے پہلے نہ دیتا۔ (احمد۔ بخاری۔ نسائی)

مطلب یہ کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں ایک مُبرم جو کسی حالت میں نہیں بدلتی دوسری مُعلّق جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ نیک کام کرنے یا صدقہ دینے سے بدل جاتی ہے۔ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے صدقہ یا خیرات کرنے سے مُبرم تو نہیں بدلتی، البتہ صدقہ خیرات سے تقدیر معلّق پر اثر پڑتا ہے اور اس طرح بخیل کے ہاتھ سے کچھ نکل جاتا ہے۔ ورنہ بخیل مصیبت میں مبتلا ہونے سے پہلے مال نہیں نکالتا۔ تقدیر معلّق کی مثال یوں سمجھنی چاہیئے

کہ فلاں شخص کی عمر مثلاً پچاس سال کی ہو گی اور اگر اس نے ماں باپ کی خدمت کی تو اس کی عمر ساٹھ سال ہو گی۔ اب اگر وہ ماں باپ کی خدمت کرتا ہے تو اس کی عمر زیادہ کر دی جاتی ہے۔

اسی طرح یوں سمجھنا چاہئیے کہ فلاں بیمار اگر خیرات کرے گا تو اس کو صحت ہو جائے گی اور اگر خیرات نہ کرے گا تو مر جائے گا۔ اب اگر اس نے خیرات کی تو مرض سے اچھا ہو جائے گا۔ یہ ایک طریقہ حضرت حق فرماتے ہیں بخیل سے مال نکلنے کا ہے۔ جو کنجوس صحت و عافیت میں کچھ نہیں دیتا وہ بیماری میں مبتلا ہو کر دے دیتا ہے۔

یہ مُبرم اور معلق ہمارے اعتبار سے ہے۔ ورنہ علمِ الٰہی کے اعتبار سے ہر شے متعین ہے۔ اسے یہ معلوم ہے کہ بیمار خیرات کرے گا یا نہیں اور وُہ صحت یاب ہو گا یا نہیں۔ حضرت حق کے علم میں کوئی شے معلق نہیں ہے۔

۴۔تقدیر پر ایمان

۱۔تقدیر اچھی اور بُری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے

اجمال | تقدیر اچھی یا بُری سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (۴ : ۷۸)

تفصیل | نیکی اور بھلائی اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔ سختی اور برائی اپنے اعمال کی شامت ہے۔ (۴ : ۷۸)

توکّل | ہر مصیبت کا نزول اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ

پر ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز معلوم ہے۔پس تم کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا حکم مانو، پھر اگر تم اعراض کرو گے تو ہمارے رسولؐ کا کام تو صرف یہ ہے کہ خوب واضح طریقے سے احکام کو پہنچا دے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔مومنوں کو چاہیئے کہ صرف اسی پر بھروسہ کریں۔ (۶۴ : ۱۱-۱۳)

۲۔تقدیر پر ایمان لانے کا فائدہ

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہوتی ہے قبل اس کے کہ ہم ان (جانوں) کو پیدا کریں۔بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان (کام) ہے۔تاکہ (اس پر ایمان لاکر) جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر تم غم نہ کھاؤ، اور جو چیز تم کو عطا ہو اس پر اترانے نہ لگو اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی بگھارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔(۵۷ : ۲۲-۲۳)

۳۔احادیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ مسئلہ تقدیر پر بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے (اور ہماری گفتگو کو سن کر) غصہ سے آپؐ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔اتنا سرخ گویا انار کے دانوں کا پانی آپ کے رخساروں پر نچوڑ دیا گیا ہو۔پھر آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم کو یہی حکم دیا گیا ہے؟ کیا میں تمہارے درمیان اسی لیئے بھیجا گیا ہوں؟

تم سے پہلے جو قومیں گزری ہیں، جب انہوں نے اس مسئلہ پر مناقشہ کیا تو ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ میں تم کو قسم دیتا ہوں اور مکرّر قسم دیتا ہوں کہ تم (آئندہ) اس مسئلہ میں بحث نہ کرنا۔ (ترمذی)

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان چار باتوں کا یقین نہ رکھے۔ (۱) اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسُول ہوں، مجھ کو خدا نے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ (۲) موت کو حق جانے۔ (۳) مرنے کے بعد جی اٹھنے کو سچ مانے اور (۴) تقدیر پر ایمان رکھے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ میری امّت میں خَسف (یعنی زمین میں دھنسنا) اور مَسْخ (یعنی صورت بدل جانا) دونوں عمل ہوں گے اور اس میں وہ لوگ مبتلا ہوں گے جو تقدیر کا انکار کریں گے۔ (ابوداؤد)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص مسئلہ تقدیر پر کچھ بحث و گفتگو کریگا اس سے قیامت کے دِن اس کی باز پرس ہوگی۔ اور جو شخص (اس معاملہ میں) خاموش رہے گا اس سے کچھ دریافت نہیں کیا جائے گا۔ (ابنِ ماجہ)

(۵) حضرتِ ابنِ دیلمی رضؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت اُبَیؓ بن کعبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ تقدیر کے متعلق میرے دل میں کچھ شبہات پیدا ہوئے ہیں، تم کوئی حدیث بیان کرو، شاید میرے شبہات دُور ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر خداوند تعالیٰ آسمان والوں اور زمین والوں کو عذاب میں مبتلا کر دے تو وہ ان پر

ظلم کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ ان پر رحم کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر و برتر ہوگی۔ اور اگر تو احد کے برابر بھی خدا کی راہ میں سونا خرچ کرے تو تیرا یہ عملِ خیر اس وقت تک خدا کے ہاں قبول نہ ہوگا جب تک کہ تو تقدیر پر کامل اعتقاد و ایمان نہ رکھے، اور تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ جو کچھ تجھ کو پہنچا ہے وہ رکنے اور خطا ہونے والا نہ تھا، اور جو چیز کہ تجھ کو نہ پہنچنے والی تھی وہ ہرگز ہرگز تجھ کو نہ پہنچتی۔ اگر تو اس اعتقاد کے خلاف عقیدہ رکھے گا تو تُو دوزخ میں جائے گا۔

ابنِ دیلمیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ کا یہ بیان سن کر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس پہنچا، انہوں نے بھی یہی بیان کیا۔ پھر حذیفہ بن الیمانؓ کے پاس گیا، انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر میں زید بن ثابتؓ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی قسم کی حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

(احمد۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

۴۔خلاصہ

ف:۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ نے اپنی کتاب "رسول کی باتیں" میں تقدیر کے بارے میں تمام تفصیلات کا خلاصہ یوں بیان فرمایا ہے:۔

"خدا کی (توحید) اس کی ذات و صفات پر ایمان لانے کے ساتھ ہی یہ ضروری ہے کہ تقدیرِ الٰہی کی بھی تصدیق کی جائے۔ تقدیر پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے، اللہ ہی کی قضا و قدر سے ہوتا ہے اور اس کے علم اور طے کردہ فیصلے کے مطابق ہوتا ہے۔

تقدیر کا مسئلہ بہت اہم ہے اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ میں غیر ضروری بحث و تنقیح کو پسند نہیں فرمایا، اس لئے کہ یہ مسئلہ عام سمجھ سے بلند ہے اور اس میں غیر ضروری بحث و مباحثہ بعض دفعہ عقیدے کو نقصان پہنچاتا ہے۔ انسان یا تو اپنے کو مجبور محض سمجھنے لگتا ہے یا بالکل اپنے کو با اختیار خیال کرنے لگتا ہے، حالانکہ یہ بات نہیں۔ اگر انسان ہر اعتبار سے با اختیار ہوتا تو جو چاہتا وہ کر لیا کرتا، اور اگر محض جمادات کی طرح مجبور اور بے بس ہوتا تو کچھ بھی نہ کر سکتا۔ پس ان دونوں حالتوں کے درمیان ایک مرتبہ ہے اور اسی مرتبہ کی بنا پر انسان ہر قسم کی باز پرس اور ثواب و عذاب کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔

جبر اور اختیار کے درمیان یہ مرتبہ ایسا باریک ہے کہ اس کو عوام نہیں سمجھ سکتے، اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے وہی بندہ اس فرق کو سمجھ سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بصیرت عطا کی گئی ہو۔ اولیاء کرام جو نفوس قدسیہ کے مالک ہوتے ہیں یا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو نورِ حقیقی کے مالک اور صاحب ہوتے ہیں، جن کی رُوح قضا و قدر کی تمام حکمتوں اور جملہ رموز کی آئینہ دار ہوتی ہے، وہ اس مرتبہ کو صحیح طور پر سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ کونین اور رسُول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی مجلس میں مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْ لَمْ یَکُنْ (یعنی جو اللہ نے چاہا وہ ہُوا اور جو اسی نے نہیں چاہا وہ نہیں ہوا) بھی فرماتے تھے اور اسی مجلس میں رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ (اے رب میری بخشش فرما دیجئے اور میری توبہ قبول کر لیجئے، آپ ہی توبہ قبول کرنے والے مغفرت کرنے والے ہیں) کہہ کر اپنی خطاؤں کی معافی بھی مانگتے تھے یعنی بیک وقت

اللہ رب العزت کی کمال طاقت اور اپنی مجبوری و بے بسی کا بھی اقرار فرماتے تھے اور اسی وقت اپنی خطاؤں اور لغزشوں کا اعتراف کرتے ہوئے خدا سے مغفرت بھی طلب کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت شعیب علیہ السّلام فرماتے ہیں وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْہُ ط اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط (یعنی میرا یہ ارادہ نہیں ہے کہ میں جس چیز سے تم کو منع کرتا ہوں اس کو میں خود ہی کرنے لگوں۔ میں تو اپنی طاقت اور استطاعت کے موافق تمہاری اصلاح اور سنوار چاہتا ہوں) پھر اسی مجلس میں فرماتے تھے وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ ط (یعنی اس بات کے پورا ہونے میں اللہ کی توفیق اور اس کی امداد کا محتاج ہوں) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے یہ الفاظ اسی عمیق اور باریک فرق کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو جبر اور اختیار کے مابین ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک واقعہ منقول ہے کہ امام موصوف نے ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ اے جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کوئی ایسا امر تفویض کیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے جو چاہیں کریں؟ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ وہ اپنی ربوبیت اور اپنی خدائی بندوں کے سپرد کر دے۔ پھر امام ابو حنیفہؒ نے دریافت کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے بندوں پر جبر کیا ہے اور کسی چیز کے کرنے پر انہیں مجبور کیا ہے؟ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ عدل سے یہ بات بعید ہے کہ وہ بندوں کو کسی بات پر مجبور کرے، اور پھر اس بات پر بندوں کو عذاب کرے۔ امام

ابو حنیفہؒ نے پھر عرض کیا کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے! اصل صورت کیا ہے؟ اگر بندہ مختار بھی نہیں اور مجبور بھی نہیں تو پھر اس کی حالت کیا ہے؟ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حالت بین بین ہے، نہ جبر ہے اور نہ تفویض۔ بالکل اکراہ بھی نہیں اور محض تسلیط اور اختیار بھی نہیں۔

اُردو کے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

چلا عدم سے میں ہستی کو بول اٹھی تقدیر
بلائیں پڑنے کو کچھ اختیار لیتا جا"

باب ۴۔ بعثت

ا۔ موت

ا۔ موت کیا ہے؟

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) ہم نے آدمی کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ پھر اس کو پانی کی بوند (نطفہ) بنا کر ایک محفوظ مقام (رحم مادر) میں رکھا پھر اس بوند سے خون کا لوتھڑا بنایا پھر اس خون کے لوتھڑے کو بوٹی بنایا۔ پھر اس بوٹی سے ہڈیاں بنائیں۔ پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا پھر اس کو ایک دوسری مخلوق (یعنی انسان) بنا دیا۔ پس بڑی برکت اللہ کی ہے جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ (۲۳ : ۱۲-۱۴)

جب پیدا ہوئے تو تم بچے تھے، پھر تم کو جوان کیا، پھر تم بوڑھے ہو جاتے ہو۔ (۲۲: ۵)

پھر تم کو مختلف اوقات میں موت آتی ہے۔ (۴۰: ۶۷)

مرنے کے بعد پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ (۲۳ : ۱۵-۱۶)

ف:۔ ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ موت حالت کی تبدیلی کا نام ہے۔ جس طرح

انسان مٹی سے حالت منتقل ہوتے ہوتے نطفے کی شکل میں رحم مادر میں پہنچتا ہے پھر وہاں کئی تبدیلیوں کے بعد بچے کی شکل میں رونما ہوتا ہے، بالکل اسی طرح ایک خاص وقت پر حالت کا اس طرح بدل جانا کہ انسان اس عالم مادی سے عالم برزخ میں منتقل ہو جائے، موت کہلاتا ہے۔ اسی لئے جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے یعنی اس کی حالت بدل گئی، وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو گیا۔ پھر اس عالم برزخ میں جا کر کئی حالتیں بدلتی ہیں، حتیٰ کہ انسان ابدی طور پر جنت یا دوزخ میں جا پہنچتا ہے اور پھر اس کے بعد حالت کی تبدیلی کا یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ موت کا آنا یقینی ہے

اللہ تعالیٰ نے موت کو ہر شخص کی تقدیر میں لازم رکھا ہے۔ (۵۶ : ۶۰)

(موت تو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے) اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو (آبادی کے بہت بڑھ جانے کے سبب) درویشوں کے خلوت خانے، یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں ڈھا کر بھی گنجائش نہ ہوتی۔ (۲ : ۲۵۱ و ۲۲ : ۴۰)

ہر جان کو موت ضرور آئے گی۔ موت سے تو کسی طرح بھی چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ ہر کسی کو مرنا ضرور ہے۔ (۲۳ : ۱۵ و ۵۵ : ۲۶)

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی فرمایا کہ بلاشبہ آپ کو بھی مرنا ہے اور باقی سب بھی مرتے ہیں (اور مرتے رہیں گے)۔ (۳۹ - ۳)

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر بھی کسی بشر کو ہمیشہ زندہ رہنے والا

نہیں بنایا۔ (۲۱ : ۳۴)
ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ (۳ : ۱۸۵ و ۲۱ : ۳۵ و ۲۹ : ۵۷)
اور سب کو اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ (۶ : ۱۰۸ ، ۱۶۴ و ۱۱ : ۴ و ۳۱ : ۱۵ و ۳۶ : ۸۳)
موت تو بلند اور مضبوط برجوں میں بھی آپکڑتی ہے۔ (۴ : ۷۸)
موت سے تو بھاگ کر بھی نہیں بچ سکتے۔ (۳۳ : ۱۶ و ۶۲ : ۸)

۳۔ موت کا وقت

سب کے لئے موت کا ایک ہی وقت مقرر نہیں، بلکہ ہر جی کو مختلف اوقات میں موت آتی ہے تاکہ تم سوچو سمجھو۔ (۴۰ : ۶۷)
موت اللہ کے حکم اور وقت مقررہ پہ آتی ہے (۳ : ۱۴۵)
جب موت کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر تاخیر ناممکن ہے۔ (۶۳ : ۱۱ و ۷۱ : ۴)
نیند (موتِ صغریٰ ہے، اس) میں بھی ایک روح قبض کی جاتی ہے۔ (۳۹ : ۴۲)
جس طرح نیند میں روح قبض کی جاتی ہے، اسی طرح موت کے وقت بھی قبض کی جاتی ہے۔ (فرق اتنا ہے کہ موت کے وقت ملک الموت کے ذریعے قبض کی جاتی ہے (۳۲ : ۱۱ و ۶ : ۶۱)

۴۔ جانکنی

موت کی بے ہوشی بھی عجیب حالت ہوتی ہے۔ یہ وہ کیفیت ہے جس سے انسان بدِکتا

ہی رہتا ہے۔(۵۰ : ۱۹)

وہ وقت تو ایسا سخت ہوتا ہے کہ جان ہانس کو آجاتی ہے اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جاتی ہے اس وقت کوئی جھاڑ نے پھونکنے والا بھی کچھ نہیں کرسکتا۔(۷۵: ۲۶-۳۰)

(جبھی تو باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ) ہم نے موت اور زندگی اس لئے پیدا کی ہے تاکہ تمہاری آزمائش کریں کہ (اس سے عبرت حاصل کرکے) تم میں سے کون زیادہ نیک عمل کرتا ہے۔(۶۷: ۲)

ذرا ان لوگوں کی جان کنی کی حالت تو دیکھو جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں، کفر کرتے ہیں اور (اس طرح) اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، قرآن میں غور و خوض نہیں کرتے اور ہدایت واضح ہوجانے کے بعد مرتد ہوجاتے ہیں اور ایسے لوگوں کی اتباع کرتے ہیں جو اس راہ پر چلتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے اور اللہ کی رضا بھی ان کو ناپسند ہے ان لوگوں کی موت کے وقت فرشتے ان کے مونھوں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں اور ان کو ڈانٹ کر کہتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو۔(۶: ۹۳؛ ۸: ۵۰؛ ۱۶: ۲۸؛ ۴۷: ۲۴-۲۸)

(اس کے مقابلے میں) متقیوں کی جان کنی کا وقت بہت آسان ہوتا ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہوتا ہے اور جنت کی بشارت ملتی ہے۔(۱۶ : ۳۰-۳۲)

فرعون جیسے بدکاروں کی موت پر تو زمین و آسمان بھی نہیں روتے اور نہ ان کو مہلت ملتی ہے۔(۴۴ : ۲۹)

احادیث رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم :-

(۱) حضرت بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن پیشانی کے پسینہ کے ساتھ مرتا ہے (ترمذی - نسائی - ابن ماجہ)

(۲) حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مرنے والے کے سامنے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرو۔(مسلم)

(۳) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مرنے والوں کے سامنے سورہ یٰسین پڑھا کرو۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

(۴) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم کسی مریض یا قریب المرگ شخص کے پاس جاؤ تو اس کے سامنے بھلائی کا کلمہ زبان سے نکالو، اس لئے کہ تم جو کچھ کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ (مسلم)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشم کا کپڑا لے کر آتے ہیں اور مومن کی روح سے کہتے ہیں کہ اے روح! جسم سے نکل اور خدا کی طرف چل۔ اس حال میں کہ تو خدا سے راضی ہے اور خدا تجھ سے خوش ہے۔ خدا کی رحمت اور جنت کا رزق تیرے لئے ہے۔ پس روح نکلتی ہے اور اس کی خوشبو مشک کی مانند ہوتی ہے اور فرشتے اس کو ہاتھوں ہاتھ آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ جب فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کے دروازوں پر پہنچتے ہیں تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں۔ کیا خوب ہے یہ خوشبو جس کو تم زمین کی طرف سے لے کر آئے ہو!! پھر یہ فرشتے اس روح کو مومنوں کی ارواح کے پاس لے جاتے ہیں۔ اور وہ اس سے اس قدر خوش ہوتی ہیں جس طرح وہ شخص جس کا کوئی عزیز سفر سے واپس آیا ہو، یا کوئی گم شدہ عزیز آکر ملا ہو۔ پھر مومنوں کی روحیں اس روح سے دریافت کرتی ہیں کہ فلاں فلاں شخص نے کیا کیا؟ (یعنی فلاں شخص کا کیا حال ہے؟) پھر ارواح مومنین آپس میں کہتی ہیں۔ اس کو چھوڑ دو، یہ دنیا کے رنج والم میں گرفتار تھا (جب اس کو سکون حاصل ہو جائے اور آرام کرلے پھر پوچھنا)۔ اس کے بعد یہ روح (آرام پانے کے بعد)

کہتی ہے کہ فلاں شخص تو مرچکا ہے کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا ؟ مومنین کی روحیں کہتی ہیں کہ اس کو (فرشتے) لے گئے اس کی ماں یعنی دوزخ کی طرف۔

اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو عذاب الٰہی کے فرشتے اس کے پاس ٹاٹ لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ نکل اے روح غصہ کی گئی طرف عذاب الٰہی کے! پس وہ روح (جسم سے) مردار کی بدبو کی طرح نکلتی ہے، یہاں تک کہ فرشتے اس کو زمین کے دروازوں کی طرف لاتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کیسی ناپاک اور بدبودار روح ہے!! پھر اس کو کافروں کی ارواح میں لے جاتے ہیں۔ (احمد ۔ نسائی)۔

عِلّیّین اور سجّین

بے شک گنہگاروں کے اعمالنامے سجین میں رہتے ہیں اور آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ سجّین کیا ہے ؟ وہ ایک لکھا ہوا دفتر ہے۔ (۸۳ : ۷ - ۹)

بے شک نیکوں کے اعمالنامے عِلّیّین میں رہتے ہیں اور آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ عِلّیّین کیا ہے ؟ وہ ایک لکھا ہوا دفتر ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے حاضر رہتے ہیں۔ (۸۳ : ۱۸ - ۲۱)

حدیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہم ایک انصاری شخص کے جنازے پر گئے حتیٰ کہ ہم اس کی قبر پر پہنچے۔ ابھی ان کو دفن نہیں کیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد اس طرح سرنگوں اور خاموش بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر

پرندے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں اس وقت ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے۔ پھر (یکایک) آپؐ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا۔ اللہ کی پناہ مانگو قبر کے عذاب سے۔ دو یا تین مرتبہ آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے اور اس کے بعد فرمایا جب بندۂ مومن کا تعلق دنیا سے منقطع ہونے والا ہوتا ہے اور وہ آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے، تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے آتے ہیں جن کے چہرے ایسے روشن ہوتے ہیں گویا ان کے منہ آفتاب ہیں۔ ان کے ساتھ جنت کے کفن اور خوشبوئیں ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس (مرنے والے) سے اس قدر دور بیٹھ جاتے ہیں جتنی دور تک نگاہ جاتی ہے۔ پھر موت کا فرشتہ آتا ہے اور بندۂ مومن کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اے پاک روح! خدا کی بخشش اور رضامندی کی طرف چل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روح اس طرح بہتی ہوئی جسم سے نکلتی ہے جس طرح پانی کا قطرہ مشک سے بہتا ہوا نکلتا ہے۔ پس فرشتۂ موت اس روح کو لے لیتا ہے اور فوراً ہی ملک الموت سے اس روح کو دوسرے فرشتے لے لیتے ہیں اور اس کو اس کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں جس کو وہ لائے تھے اور اس روح سے وہ بہترین خوشبو نکلتی ہے جو روئے زمین پر سب سے بہتر ہوتی ہے۔

پھر فرشتے اس روح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے وہ روح گزرتی ہے وہ جماعت کہتی ہے۔ کون ہے یہ پاک روح؟ وہ فرشتے جو اس روح کو لے جا رہے ہوتے ہیں کہتے ہیں۔ یہ فلاں شخص ہے اور فلاں کا بیٹا ہے۔ یعنی وہ اس نام و لقب کو عمدہ طریق پر بتاتے ہیں جن سے وہ دنیا میں موسوم ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ فرشتے آسمانِ دنیا پر پہنچتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں۔ اسی طرح ہر آسمان

کے دروازے پر ہوتا ہے اور دروازہ اس کے لئے کھولا جاتا ہے اور ہر آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ اس روح کو ساتویں آسمان پر پہنچایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ میرے بندے کے نامۂ اعمال کو مقام علیین میں رکھو اور اس کو زمین کی طرف لے جاؤ۔ میں نے مٹی ہی سے جسموں کو پیدا کیا ہے اور مٹی ہی میں ان کو واپس بھیجتا ہوں اور مٹی ہی سے ان کو دوبارہ نکالوں گا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس روح کو پھر اس کے (مدفون) جسم میں ڈال دیا جاتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور پوچھتے ہیں ۔ تیرا رب کون ہے ؟ اس کے جواب میں وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے ۔ پھر وہ فرشتے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے ؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے ۔ پھر وہ پوچھتے ہیں یہ کون شخص ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا ؟ وہ کہتا ہے کہ وہ خدا کے رسول ہیں ۔ پھر وہ پوچھتے ہیں تو نے ان کا رسول ہونا کس طرح جانا ؟ وہ کہتا ہے میں نے خدا کی کتاب کو پڑھا ، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی ۔ پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکار کر کہتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے ، اس کے لئے جنت کا بستر بچھاؤ اور جنت کا لباس اس کو پہناؤ اور جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دو ۔ چنانچہ کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور اس سے جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے ۔ پھر اس کی قبر کو حدِ نظر تک کشادہ کر دیا جاتا ہے ۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر بندہ جب دنیا سے تعلقات کو ختم کرنے والا اور آخرت کی جانب متوجہ ہونے والا ہوتا ہے تو سیاہ چہروں والے عذاب کے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور ٹاٹ ان کے پاس ہوتے ہیں ۔ وہ اتنی دور جا بیٹھتے ہیں جہاں تک نگاہ جاتی ہے ۔ پھر موت

کا فرشتہ آتا ہے اور اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے۔ اے خبیث و ناپاک روح! خدا کے غضب کی طرف نکل۔ آنحضرت نے فرمایا کہ کافر کی روح (یہ سن کر) بدن میں دوڑتی پھرتی ہے اور جسم سے باہر نکلنے سے ڈرتی ہے۔ پس فرشتہ موت روح کو کھینچتا ہے جس طرح کھینچا جاتا ہے آنکرہ تر صوف میں سے اور اس کو جسم سے (باہر) نکالتا ہے اور پلک جھپکنے میں اس سے اس روح کو وہ فرشتے چھین لیتے ہیں جو اس کو لینے آئے تھے۔ یہ فرشتے اس روح کو ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس سے سخت بدبو نکلتی ہے جیسی مردار کی بدبو جو کہیں زمین پر پائی جاتی ہے۔ پھر فرشتے اس روح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے یہ روح گزرتی ہے وہ یہی کہتی ہے کہ یہ کس کی ناپاک روح ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں۔ فلاں شخص فلاں کا بیٹا۔ یعنی اس کے ان تمام بُرے ناموں اور القاب کا ذکر کرتے ہیں جن سے دنیا میں اس کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو لے کر فرشتے آسمانِ دنیا پر پہنچتے ہیں۔ اور دروازہ کھلواتے ہیں، لیکن اس کے لئے دروازہ کھولا نہیں جاتا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (یعنی کافروں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ گزر جائے)۔ پھر خداوند تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال کو سجین میں رکھو جو ساتویں زمین کے اندر ہے۔ پھر اس کی روح پھینک دی جاتی ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ط

(یعنی جس کسی نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا، وہ گویا آسمان سے منہ کے بل گرا۔ پھر اچک لیتے ہیں اس کو پرندے یا پھینک دیتی ہے اس کو ہوا دور دراز جگہ میں)
اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس کی روح اس کے (مدفون) جسم میں ڈال دی جاتی ہے۔ اور دو فرشتے آکر اسے بٹھلاتے ہیں اور پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں۔ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر ایک پکارنے والا خدا کی طرف سے پکارتا ہے۔ یہ جھوٹا ہے، اس کے لئے آگ کا فرش کرو اور ایک دروازہ دوزخ کی جانب اس کے لئے کھول دو۔ چنانچہ دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور دوزخ کی گرمی اور گرم ہوا اس کو پہنچنے لگتی ہے اور اس کی قبر تنگ کر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر نکل جاتی ہیں۔
پھر ایک بدصورت شخص میلے کچیلے کپڑے پہنے اس کے پاس آتا ہے، جس سے سخت بدبو نکلتی ہے۔ وہ اس سے کہتا ہے کہ تجھ کو اس چیز کی خوشخبری ہے جو تجھ کو بری معلوم ہو۔ یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ میت اس سے پوچھتی ہے تو کون ہے؟ تیرا چہرہ نہایت برا ہے اور تو برائی کو لایا ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرا برا عمل ہوں۔ یہ سن کر میت کہتی ہے۔ اے پروردگار! تو قیامت کو قائم نہ کر۔ (احمد)

۶۔ قبر

۱۔ سب سے پہلی قبر

(اے پیغمبرؐ!) آپ لوگوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں (ہابیلؑ اور قابیلؑ) کا سچا واقعہ سنا دیجئے۔ جب دونوں نے قربانی دی، اور ایک (یعنی ہابیلؑ) کی قربانی مقبول ہوئی اور دوسرے (یعنی قابیلؑ) کی قربانی مقبول نہ ہوئی۔ تو اس (قابیلؑ) نے (ہابیل سے) کہا۔ میں تجھ کو قتل کر ڈالوں گا۔ وہ (ہابیلؑ) بولا۔ اللہ تعالیٰ تو متقیوں ہی کا عمل قبول فرماتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے گا تو میں تیرے قتل کے لئے ہرگز دست درازی نہیں کروں گا۔ میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ سب اپنے سر پر اٹھا کر جہنمیوں میں سے ہو جائے، اور ظالموں کی یہی سزا ہوتی ہے۔ پھر اس (قابیلؑ) کو اس کے نفس نے اپنے بھائی کے خون پر آمادہ کر دیا۔ پھر اس نے اس (ہابیلؑ) کو قتل کر ڈالا جس سے وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ (۵: ۲۷ - ۳۰)

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کریدتا تھا (تاکہ اس میں ایک مُردہ کوّے کو دفن کرے)۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس (قابیلؑ) کو دکھلایا کہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے۔ اس پر وہ (قابیلؑ) بولا کہ ہائے افسوس!! مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ میں اس کوّے کی طرح ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا۔ پھر وہ بڑا شرمندہ ہوا (اور اسی طرح قبر کھود کر اپنے بھائی ہابیل کو دفن کر دیا۔ اس طرح دنیا میں یہ سب سے پہلی قبر بنی)۔ (۵: ۳۱)

ب۔ عالمِ برزخ

کفار کو قیامت کے دن ایسا سخت عذاب ہوگا کہ ان کے ہوش اڑ جائیں گے اور ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکے گی۔ ان ظالموں کے لئے ایک عذاب اس سے ورے بھی ہوگا۔ (۵۲ : ۴۵ - ۴۷)

ان کو صبح و شام آگ کے سامنے لایا جاتا رہے گا اور پھر قیامت کے دن اس سے بھی زیادہ سخت عذاب میں ان کو مبتلا کیا جائے گا۔ (۴۰ : ۴۶)

(یہ ابتدائی عذاب یعنی عذابِ قبر عالم برزخ میں ہوگا اور) یہ برزخ کا عالم قیامت کے دن تک ہوگا۔ (۲۳ : ۹۹ - ۱۰۰)

احادیث رسالتماٰب صلی اللہ علیہ وسلم :-

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو (قبر کے اندر) صبح و شام اس کو اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ یعنی جنتی کو جنت اور دوزخی کو دوزخ دکھائی جاتی ہے۔ اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے، تو اس وقت تک اس کا انتظار کر کہ خدا تجھ کو قیامت میں اٹھا کر وہاں بھیجے (بخاری مسلم)

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی اور اس نے عذابِ قبر کا ذکر کیا اور پھر کہا (عائشہ!) خدا تم کو قبر کے عذاب سے بچائے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کا حال پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں قبر کا عذاب حق ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ کہ آپ نے کوئی نماز پڑھی ہو اور قبر کے عذاب سے پناہ نہ مانگی ہو۔ (بخاری مسلم)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مردہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو اس کے پاس دو فرشتے کالی کیری آنکھوں والے آتے ہیں، جن میں سے ایک کا نام مُنکر اور دوسرے کا نکیر ہے۔ وہ دونوں اس مُردہ سے پوچھتے ہیں۔ تو اس شخص (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتا تھا۔ اگر وہ مردہ مومن تھا تو وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ (یہ سن کر) وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے تو یہی جواب دے گا۔ اس کے بعد اس کی قبر کو ستر ستر گز طول و عرض میں کشادہ کردیا جاتا ہے، قبر میں روشنی کی جاتی ہے۔ اور اس سے کہا جاتا ہے سو رہ! وہ مردہ ان سے کہتا ہے میں اپنے اہل وعیال میں واپس جانے کا خیال رکھتا ہوں تاکہ ان کو اس حال سے آگاہ کروں۔ فرشتے کہتے ہیں، تو سورہ جس طرح دلہن سوتی ہے جس کو جگانے والا صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے، یہاں تک کہ خدا تجھ کو یہاں سے اٹھائے۔

اور جو مردہ منافق ہوتا ہے وہ ان کے جواب میں کہتا ہے کہ میں نے جو کچھ لوگوں کو کہتے سنا تھا وہی میں بھی کہتا تھا۔ لیکن میں اس کی حقیقت سے ناواقف تھا۔ دونوں فرشتے اس کے جواب کو سن کر کہتے ہیں۔ ہم جانتے تھے تو ایسے ہی کہے گا۔ پس زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کو دبائے۔ زمین اس کو اس زور سے دباتی ہے کہ اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر نکل جاتی ہیں۔ اس طرح وہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔ یہاں تک کہ خدا اس کو اس جگہ سے اٹھائے (ترمذی)

(۴) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ مُردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پھر اس کو بٹھاتے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے۔ میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں کہ جو شخص (خدا کی طرف سے) تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ وہ خدا کا رسولؐ ہے پھر فرشتے پوچھتے ہیں کس چیز نے تجھ کو یہ باتیں تبلائیں؟ وہ کہتا ہے۔ میں نے خدا کی کتاب کو پڑھا اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ج (یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں پختہ بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے) آنحضرتؐ نے فرمایا۔ پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکار کر کہتا ہے میرے بندے نے سچ کہا۔ پس اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ، اس کو جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو۔ پس جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس سے ہوائیں اور خوشبوئیں آنے لگتی ہیں اور حدِ نظر تک اس کی قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔

اب رہا کافر۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد فرمایا کہ پھر اس کی روح اس کے جسم میں ڈالی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ وہ پھر پوچھتے ہیں وہ شخص کون ہے جس کو تم میں

بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکار کر کہتا ہے۔ یہ جھوٹا ہے، اس کے لئے آگ کا فرش بچھاؤ، آگ کا لباس اس کو پہناؤ اور اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ پھر دوزخ سے اس کے پاس گرم ہوائیں اور لوئیں آنے لگتی ہیں۔ اور اس کی قبر اس کے لئے تنگ کی جاتی ہے یہاں تک کہ ادھر کی پسلیاں اُدھر ہو جاتی ہیں۔ پھر اس پر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے، جس کے پاس لوہے کا گرز ہوتا کہ اگر اس گرز کو پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی ہو جائے وہ فرشتہ اس گرز سے اس کو مارتا ہے، جس کی آواز مشرق سے مغرب تک تمام مخلوقات سنتی ہے مگر انسان اور جن نہیں سنتے۔ اور اس ضرب سے وہ مٹی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر اس میں روح ڈالی جاتی ہے۔ (احمد۔ ابوداؤد)

(۵) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب میت کو قبر کے اندر دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے سامنے آفتاب کے غروب ہونے کا وقت پیش کیا جاتا ہے۔ (اگر وہ مومن ہے، تو وہ ہاتھوں سے آنکھوں کو ملتا ہوا اٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے، مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔ (ابنِ ماجہ)

(۶) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے ہو کر (لوگوں سے) فرماتے۔ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو اس لئے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

(۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ واپس

ہوتے ہیں تو مردہ جانے والوں کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے۔ (بخاری ومسلم بطولہٖ)

ف:۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی نے اپنی کتاب "رسول کی باتیں" میں تحریر فرمایا ہے ــــ

"حدیث میں عالم برزخ کو قبر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ برزخ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالم ہے جس کو دونوں عالموں کے ساتھ ایک نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے لئے تین دور اور تین دار قرار دیئے ہیں۔ دارِ دنیا دارِ برزخ اور دار قرار یا دار آخرت۔ ان میں سے ہر ایک دور کے لئے چند مخصوص احکام مقرر کئے گئے ہیں۔

دنیا کے احکام میں انسان کے ظاہر کو یعنی اس کے بدن کو براہِ راست پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ روح پر یہ احکام بدن کے واسطے سے جاری ہوتے ہیں چنانچہ شرعی احکام میں اعضاء وجوارح کے ظاہری اعمال ہی پر عمل کا لحاظ رکھا جاتا ہے، روح اور ضمیر کی اندرونی کیفیات پر حکم نہیں لگایا جاتا۔

عالم برزخ میں احکام روح پر مرتب ہوتے ہیں اور بدن رُوح کے واسطے سے ان احکام سے متاثر ہوتا ہے۔ جس طرح دنیا میں روح اعضاءِ جسم کے ذریعہ لذت والم کو محسوس کرتی تھی اور اعضاء براہِ راست راحت ومصیبت کے اسباب سے استفادہ کرتے تھے، اسی طرح برزخ میں بدن رُوح کے تابع ہوکر لذت والم اور نعمت وعذاب کا احساس کرتا ہے اور روح براہِ راست ان کیفیات کو محسوس کرتی ہے۔ دنیا میں بدن ظاہر ہوتا ہے اور روح بدن میں مستور ومدفون ہوتی ہے۔ برزخ میں روح ظاہر ہوتی ہے اور جسم مدفون ومقبور ہوتا ہے اس لئے برزخ کے احکام براہ راست روح ہی پر مرتب ہوتے ہیں

روح ہی ان واردات وکیفیات کو محسوس کرتی ہے اور جسم روح کے واسطے سے لذت وراحت یا درد والم محسوس کرتا ہے۔

جسم کو خواہ دفن نہ کیا گیا ہو، اس کے اجزاء منتشر کردیئے گئے ہوں، روح کو ان اجزاء سے ایک تعلق رہے گا اور اس تعلق کی وجہ سے روح کے احساسات سے جسم جہاں بھی ہو متاثر ہوتا رہے گا۔ احادیث میں لذّت وراحت کی جو کیفیات بیان کی گئی ہیں مثلاً قبر کی ٹھنڈک، وسعت، نور وغیرہ، اسی طرح درد وکرب کی جن کیفیات کا ذکر کیا گیا ہے، مثلاً قبر کے پہلوؤں کا باہم مل جانا، پسلیوں کا اِدھر سے اُدھر ہوجانا، گرز کی ضربیں چیخیں، سانپوں کا ڈسنا وغیرہ، یہ براہِ راست روح ہی کے احساس سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں، جسم ان سے معنوی طور پر روح کے واسطہ سے اثر قبول کرتا ہے اگرچہ ایک دیکھنے والے کو ظاہری طور پر ان میں سے کسی چیز کا احساس نہیں ہوتا۔

دنیا میں اس کیفیت کا اندازہ ایک خواب دیکھنے والے کے احساس راحت والم سے لگایا جاسکتا ہے۔ خواب میں ایک شخص راحت یا تکلیف محسوس کرتا رہتا ہے اور بدن اس سے اثر قبول کرتا ہے۔ لیکن ایک بیدار انسان کو ان میں کوئی ایک چیز بھی نظر نہیں آتی۔ دوسرے یہ کہ خدا نے آخرت اور برزخ کے معاملات کو دنیا کی نگاہوں سے مستور کر دیا ہے، تاکہ ایمان بالغیب کا امتیاز برقرار رہے۔ مشاہدہ کے بعد تو ایک انسان ایمان لانے پر مجبور ہوجاتا ہے اور اس کا ایمان اختیاری نہیں ہوتا۔ اس لئے احادیث میں جو کیفیات بیان کی گئی ہیں، وہ اگرچہ حقیقی طور پر موجود ہوتی ہیں مگر ہم انہیں محسوس نہیں کرسکتے۔"

ج۔ زیارتِ قبور

تم کو کثرت کی خواہش نے ہلاک کر دیا۔ حتیٰ کہ تم نے قبروں کی زیارت کی۔ (۱۰۲:۱-۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو چاہیے کہ دیکھ بھال لے کہ کل (یعنی موت کے بعد) کے لئے کیا (نیک عمل) آگے بھیجا ہے۔ (۵۹: ۱۸)

ف۔ احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہت یاد کیا کرو لذتوں کو کھو دینے والی چیز یعنی موت کو۔ (ترمذیؒ۔ نسائیؒ۔ ابن ماجہؒ)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا۔ دنیا میں اس طرح رہ گویا تو مسافر ہے یا راہگیر۔ حضرت ابن عمرؓ اس کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کر۔ اور صحت کو بیماری سے غنیمت جان صحت میں جو عمل کرے گا، بیماری میں اس کا ثواب پائے گا۔ اور زندگی کو موت سے غنیمت جان۔ (یعنی اس زندگی میں عمل کر لے تاکہ مرنے کے بعد اس کا ثواب پائے) (بخاریؒ)

(۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا۔ اب تم ان کی زیارت کیا کرو، اس لئے کہ قبروں کی زیارت کرنا دنیا سے بیزار کرتا ہے اور آخرت کو یاد دلاتا ہے۔ (ابن ماجہؒ)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی۔ پس آپؐ روئے اور ان لوگوں کو

بھی رلایا جو آپؐ کے گرد تھے۔ پھر فرمایا۔ میں نے اپنے پروردگار سے اجازت چاہی تھی کہ میں اپنی ماں کی بخشش کی دعا مانگوں لیکن مجھ کو اجازت نہیں ملی۔ اور میں نے اجازت چاہی تھی کہ ان کی قبر کی زیارت کروں۔ اس کی مجھ کو اجازت مل گئی۔ پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو، اس لئے کہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے (مسلم)

(۵) حضرت محمد بن نعمان رضؓ اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے، تو اس کی بخشش کی جاتی ہے اور اس کو نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ (یہ حدیث بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً روایت کی ہے)۔

(۶) حضرت بُرَیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو سکھاتے تھے کہ وہ جب قبرستان جائیں تو یہ کہا کریں۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّآ اِنْشَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ (یعنی اے گھر والو! مومنو اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو۔ ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تم سے آکر ملیں گے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کی دعا کرتے ہیں)۔ (مسلم)

۲۔ بعث بعد الموت

۱۔ قبروں سے اٹھائے جانا

اللہ تعالیٰ نیک و بد کو ان کے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے اور کفار کو یہ دکھانے کے لئے کہ وہ جھوٹے ہیں اور اللہ کا یہ وعدہ سچا ہے کہ وہ سب کو دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے گا۔ (۱۰ : ۴ و ۱۶ : ۳۸ - ۲۹ و ۳۹ : ۷)

دوبارہ زندہ کئے جانا اور قبروں سے اٹھائے جانا بالکل برحق ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ (۶ : ۳۶ و ۱۶ : ۳۸ و ۲۰ : ۵۵ و ۲۲ : ۶ - ۷ و ۳۶ : ۱۲ - ۵۱ - ۵۳ و ۴۴ : ۹ و ۶۷ : ۱۵ و ۸۰ : ۲۱ - ۲۲ و ۹۶ : ۸ و ۱۰۰ : ۹)

زمین میں ملنا اور پھر اس میں سے دوبارہ اٹھائے جانا تو بالکل برحق ہے۔ (۷۱ : ۱۷ - ۱۸)

انسان کی ہڈیاں جمع کر کے دوبارہ زندہ کیا جانا برحق ہے۔ (۷۵ : ۳ - ۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر بعث بعد الموت (یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے) کی تصدیق فرمائی۔ (۶۴ : ۷)

یہ دوسری مرتبہ اٹھائے جانا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (۵۳ : ۴۷)

وہی زندہ کرتا ہے، پھر مارتا ہے، پھر قیامت کے دن سب کو اکٹھا کرے گا۔ (۲۲ : ۶۶ و ۴۵ : ۲۶)

اسی نے ہم کو زمین میں پھیلایا اور اسی طرح ہم کو اکٹھے کرے گا۔ (۶۷ : ۲۴)

اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (۸۶ : ۸)

اور وہ ہر طریقے سے پیدا کرنا جانتا ہے۔ (۳۶ : ۷۹)

اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو (بغیر ماں باپ کے براہِ راست) مٹی سے پیدا فرمایا (۲:۵۹ ؛ ۷:۱۱-۱۲ ؛ ۱۷:۶۱ ؛ ۵۵:۱۴)

حضرت حوا علیہا السلام کو (بغیر ماں کے صرف مرد یعنی) حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں سے پیدا کر دیا۔ (۴:۱)

حضرت عیسٰی علیہ السلام کو (بغیر باپ کے صرف ماں یعنی) حضرت مریم علیہا السلام سے پیدا کر دیا۔ (۳:۴۵-۴۷ ؛ ۱۹:۱۶-۳۵ ؛ ۶۶:۱۲)

اس نے عام انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ مرد اور عورت کے ملاپ سے نطفہ کے ذریعے رکھا۔ (۷:۱۸۹-۱۹۰ ؛ ۷۶:۲ ؛ ۱۶:۴ ؛ ۱۸:۳۷ ؛ ۳۵:۱۱ ؛ ۳۶:۷۷ ؛ ۴۰:۶۷ ؛ ۵۳:۴۵-۴۶ ؛ ۸۰:۱۷-۱۹ ؛ ۷۵:۳۷-۳۹ ؛ ۲۳:۱۲-۱۴)

کیا وہ خدا مُردوں کی بوسیدہ ہڈیوں سے دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ (۳۶:۷۸-۸۰ ؛ ۷۵:۴۰)

کیوں نہیں؟ وہ تو بڑا پیدا کرنے والا، خوب جاننے والا ہے۔ (۳۶:۸۱)

وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو "کُن" کہہ دیتا ہے اور وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔ (۲:۱۱۷ ؛ ۳:۴۷ ؛ ۱۶:۴۰ ؛ ۱۹:۳۵ ؛ ۳۶:۸۲ ؛ ۴۰:۶۸)

اے لوگو! اگر تم کو دوبارہ زندہ کئے جانے میں شک ہے، تو (ذرا سوچو تو سہی کہ) ہم نے تم کو مٹی سے بنایا، پھر نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر بوٹی سے کہ پوری ہوتی ہے اور ادھوری بھی، تاکہ ہم تم کو واضح کر کے سنا دیں۔ اور ہم رحمِ مادر میں جس کو چاہتے ہیں ایک مدّت معیّن تک ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر ہم تم کو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں، تاکہ پھر تم اپنی بھری جوانی تک پہنچ جاؤ۔ اور بعض تم میں سے مر جاتے ہیں اور بعض کو (انتہائی بڑھاپے کی) نکمّی عمر تک پہنچا دیا جاتا ہے، جس کے اثر سے وہ جاننے کے بعد بالکل انجان ہو جاتے ہیں۔ اور تم زمین کو دیکھتے ہو کہ خشک پڑی

ہوتی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کے خوشنما نباتات اگاتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی برحق (اور اپنی ہستی میں کامل) ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۲۲ : ۵ - ۶)

۲۔ کفار کی حجت بازیاں اور ان کے جوابات

کفار اور فنا ہونے کا یقین نہ رکھنے والے ، دوبارہ زندہ ہونے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کئے جانے کو نہیں مانتے اور بعثت سے صاف انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادوں سے بھی ایسا ہی کہا گیا تھا۔ اور مومنوں سے یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر کے لے آؤ۔ (۲۷ : ۶۷ - ۶۸ ؛ ۴۲ : ۱۰ ؛ ۴۴ : ۳۴ - ۳۶ ؛ ۶۰ : ۱۳)

(یہ سب ان کی حجت بازیاں ہیں) جب ان کو ان کے ان کے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا یہ (البعثت) سچ نہیں ہے ؟ وہ قسم کھا کر کہیں گے کیوں نہیں !! ارشاد ہوگا۔ اپنے کفر کے بدلے عذاب کا مزا چکھو۔ (۶ : ۲۹ - ۳۰)

کفار مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا مؤثر بیان سن کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ آپ کا یہ بیان تو صریح جادو ہے ، جس نے بہت سے لوگوں کو مرعوب و مسحور کر دیا ہے۔ (۱۱ : ۷)

اور کہنے لگے کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب ہماری ہڈیاں گل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں

گی تو ہم کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔ اس پر ارشاد باری ہوا کہ ذرا تم سوچو تو سہی کہ کس طرح ہم نے مٹی سے نطفہ بنایا، پھر نطفے سے علقہ اور مضغہ بنا کر رحمِ مادر میں تمہاری خوبصورت شکل بنائی، پھر تم کو بچہ بنا کر پیدا کیا، پھر تم کو جوان کیا۔ پھر تم بوڑھے ہوتے ہو۔ تمہاری نسل کی افزائش کے لئے تمہارا جوڑا تمہاری ہی جنس سے پیدا کیا۔ آج تم اپنی پیدائش کو بھول گئے۔ اب تم جھگڑتے ہو اور ہمارے سامنے باتیں بناتے ہو؟ (۱۷: ۴۹-۵۲ و ۱۹: ۶۶-۶۷ و ۲۲: ۵-۷ و ۲۳: ۱۲-۱۴ و ۴۴: ۷-۹ و ۳۰: ۲۰ و ۳۶: ۷۷-۸۰ و ۷۵: ۳۶-۴۰ و ۷۹: ۱۰-۱۴)

کیا وُہ خدا جو منی سے انسان بنا دے، مُردوں کو زندہ نہیں کر سکتا؟ (۷۵: ۳۶-۴۰)

ہاں میرے رب کی قسم بے شک زندہ کرے گا، جس طرح کہ اس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اور پھر اس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔ (۷: ۲۹ و ۳۰: ۱۱ و ۶: ۷)

جس وقت اٹھائے جاؤ گے تو سب پتہ چل جاتے گا کہ ضرور اٹھائے جانا تھا۔ (۳۷: ۱۶-۲۱)

یہ جی اٹھنا ایسا ہی ہو گا جیسا کہ نیند کے بعد جاگ اٹھنا۔ (۶: ۶۰ و ۲۹: ۲۲)

تمہیں تعجب کس بات پر ہے؟ اللہ کے ہاں تمام دنیا کو پیدا کرنا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک فرد واحد کو زندہ کر دینا۔ (۳۱: ۲۸)

ذرا تم اپنے گرد و پیش قدرت کے مظاہرے تو دیکھو۔ (۴۴: ۹)

ذرا دیکھو تو سہی کہ اللہ تعالیٰ نے تو سبز درخت سے آگ پیدا کر دی اور زمین و آسمان بنا دیئے بھلا تم کو دوبارہ پیدا کرنا اسکے لیئے کیا مشکل ہے؟ اس کا تو ہر کام "کُن" کہتے ہی ہو جاتا ہے۔ (۳۶: ۷۷-۸۲)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفے سے بنایا، آسمان کو بنا کر اس کو مزیّن کیا، زمین کو بنا کر اس میں پہاڑ بنائے۔ نظامِ شمسی قائم کر کے دن رات بنائے، اور پھر زمین و آسمان کو قائم کر دیا۔ پھر زمین میں کھیتی باڑی کا سلسلہ جاری کیا اور اس کے لئے بارش کو ذریعہ بنایا۔ تاکہ مردہ زمین زندہ ہو کر سرسبز و شاداب ہوتی رہے۔ پس

اسی طرح اللہ تعالیٰ مردہ انسانوں کو زندہ کرے گا۔(۳۰: ۱۹-۲۷ ؛ ۳۵: ۹ ؛ ۴۱: ۳۹ ؛ ۵۰: ۳-۵)

کفار کہنے لگے کہ یہ عجیب بات ہے کہ جب ہم مرکر مٹی ہوجائیں گے تو پھر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے!! یہ تو بہت ہی بعید بات ہے۔ ارشاد ہوا کہ ہم ان کے ان اجزا کو جانتے ہیں جن کو مٹی کم کرتی ہے۔ اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔(۵۰: ۲-۴)

کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے میں تھک گئے ہیں؟ (ہرگز نہیں)۔ بلکہ ان لوگوں کو از سر نو پیدا کرنے میں شبہ ہے۔(۵۰: ۱۵)

(اگر تم کو اب بھی یقین نہیں آتا تو) تم پتھر یا لوہا بن جاؤ، یا کوئی اور مخلوق بن کے دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں بہت ہی مشکل ہو، اس کو بھی وہ اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کردیگا جس نے پہلی بار پیدا کیا تھا۔(۱۷: ۴۹-۵۱)

۳۔ احیائے موتیٰ

ف:۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف مواقع پر مُردوں کو زندہ کرکے لوگوں کو دکھا دیا کہ وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ بطور نمونہ چند واقعات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:۔

(۱) خدا کو دیکھنے کا مطالبہ کرنے والے اسرائیلی

جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰؑ! ہم ہرگز آپ کا یقین نہ کریں گے جب تک کہ خدا کو سامنے نہ دیکھ لیں۔ اس پر ان کو بجلی نے آلیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی موت کے بعد

زندہ کر دیا تاکہ تم شکر کرو۔ اور یہ سب واقعہ بنی اسرائیل کا آنکھوں دیکھا ہے۔
(۲: ۵۵-۵۶)

② موت سے ڈر کر بھاگنے والے ہزاروں آدمی

(پہلی امت کا ایک واقعہ ہے کہ کئی ہزار افراد گھر بار کو ساتھ لے کر اپنے وطن سے بھاگے۔ ان کو کسی دشمن کے حملے یا کسی وبا کا ڈر تھا پھر ایک منزل پر پہنچ کر بحکم الٰہی سب مر گئے۔ سات دن بعد پیغمبر کی دعا سے پھر زندہ ہو گئے۔ ان کے بارے میں ارشادِ باری ہے) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا۔ جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان کو مار دیا۔ پھر ان کو زندہ کر دیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بہت فضل کرنے والا ہے، مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ (۲: ۲۴۳)

③ ایک اسرائیلی قاتل کی نشان دہی کے لئے مقتول کا زندہ ہونا

(ایک دفعہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے دولت کے لالچ میں اپنے دولت مند چچا کو قتل کر دیا تھا۔ اس پر قاتل کا نام پتہ بتانے کے لئے بواسطہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ارشادِ باری ہوا کہ) تم ایک گائے ذبح کرو (اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر مارو۔ وہ قاتل کا نام بتا دیگا۔ مگر لوگوں کو یقین نہ آیا) وہ بولے (اے موسیٰ ع) کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ خدا کی پناہ کہ میں جاہلانہ بات کروں۔ وہ بولے کہ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجیئے کہ وہ ہم کو بتائے کہ وہ گائے کیسی ہے۔؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسی گائے ہے جو نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی ہے، بڑھاپے اور جوانی کے درمیان ہے۔ پس اب جو حکم تم کو ملا ہے اسے کر ڈالو۔ وہ بولے کہ ہمارے لئے اپنے رب

سے دعا کیجئے کہ وہ ہم کو بتائے۔ کہ اس کا رنگ کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ گہرے زرد رنگ کی گائے ہے۔ اور اس کا رنگ دیکھنے والوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے۔ وہ بولے کہ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہم کو بتائے کہ وہ گائے کس قسم کی ہے؟ ہم کو اس کے متعلق اشتباہ ہے۔ اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور راہ پالیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی نہیں ہے کہ محنت کرنے والی ہو، زمین کو جوتتی یا کھیتی میں پانی دیتی ہو۔ وہ بے عیب ہے، اس میں کوئی داغ نہیں۔ وہ بولے۔ اب آپ ٹھیک بات لاتے ہیں۔ پھر انہوں نے اس گائے کو ذبح کر دیا۔ اور وہ ایسا کرنے والے نہ تھے۔

وہ ایک آدمی کو قتل کر کے ایک دوسرے پر دھر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بات کو جسے وہ چھپا رہے تھے، ظاہر کرنے والا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس (مردے) پر اس گائے (کے گوشت) کا ایک ٹکڑا مارو۔ (پھر انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور وہ مُردہ زندہ ہو گیا۔ اور اپنے قاتل کا نام بتا کر پھر مر گیا)۔ اس طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کریگا۔ اور وہ تم کو اپنی قدرت کے نمونے دکھاتا ہے تاکہ تم غور کرو (اور عقلمند بن جاؤ)۔ (۲ : ۶۷ - ۷۳)

④ حضرت عزیر علیہ السلام اور آپ کا گدھا

ایک پیغمبر حضرت عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل میں گزرے ہیں۔ ان کو پوری توریت یاد تھی۔ بخت نصر کافر بادشاہ نے بیت المقدس کو ویران کیا۔ اور بنی اسرائیل کے بہت لوگوں کو قید کر کے لے گیا۔ جب قید سے رہائی ہوئی تو حضرت عزیر علیہ السلام کا گزر ایک شہر پر ہوا جو اپنی چھتوں پر گرا ہوا تھا۔ آپ بولے کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس شہر کو کیسے زندہ کریگا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی اور سو سال تک مردہ رکھا۔ (سو سال بعد)

پھر ان کو اٹھایا اور فرمایا کہ تم کتنی مدت یہاں رہے ؟ (حضرت عزیرؑ) بولے کہ میں یہاں ایک دن یا ایک دن سے کم رہا۔ ارشاد ہوا کہ نہیں ، بلکہ تم یہاں سو سال رہے اب تم اپنے کھانے پینے (کے سامان) کو دیکھو کہ سڑا نہیں رہے۔ اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو۔ اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے ایک نشان بنانا چاہا۔ اور (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر جوڑتے ہیں ، اور پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں۔ (چنانچہ ان کے گدھے کو ان کے سامنے زندہ کیا گیا)۔ پھر جب ان پر یہ کیفیت واضح ہو گئی تو وہ بول اٹھے کہ مجھ کو معلوم ہو گیا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (۲ : ۲۵۹)

⑤ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار پرندے

ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے میرے پروردگار! تو مجھ کو دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کریگا۔ فرمایا کیا تم کو یقین نہیں ہے ؟ عرض کیا کیوں نہیں ! لیکن اس لئے چاہتا ہوں تاکہ میرے دل کو تسکین ہو جائے۔ ارشاد باری ہوا کہ چار پرندے لو، پھر ان کو اپنے ساتھ ہلا لو۔ پھر ہر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو، پھر ان کو پکارو۔ وہ دوڑتے ہوئے تمہارے پاس چلے آئیں گے اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ (۲ : ۲۶۰)

بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرے گا۔ (۲ : ۷۳)

اس وقت سب لوگ آنکھیں جھکائے ہوئے پراگندہ ٹڈیوں کی طرح قبروں سے نکل پڑیں گے اور پکارنے والے (اللہ) کے پاس دوڑتے ہوئے جائیں گے۔ اور منکرین یہ کہتے جائیں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے۔ (۵۴ : ۶-۸)

کفار جب قبروں سے نکلیں گے تو دوڑتے ہوئے نکلیں گے جیسے (بتوں کے)

استھانوں کی طرف دوڑ رہے ہوں ۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ذلت ان پر چھائی ہوئی ہو گی ۔ یہ وہ دن ہو گا جس کا ان کو وعدہ دیا گیا تھا۔(۷۰ : ۴۳-۴۴)

۴۔ ردِّ تناسخ

(حضرت صالح علیہ السلام کے زمانہ میں بھی کفّار مرنے کے بعد جی اٹھنے سے منکر تھے) اور کہتے تھے کہ اس دنیا کی زندگی کے سوا اور کچھ نہیں ۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور بس یوں ہی ہوتا رہے گا) اور ہم دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے ۔ (۲۳: ۳۵-۳۷)
(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی کفّار یہی) کہتے تھے کہ کچھ نہیں ، بس یہی ہمارا اس دنیا کا جینا ہے ۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم جو مرتے ہیں یہ زمانہ (کے سلسلۂ موت وحیات) سے ہے ۔ ارشاد باری ہوا کہ یہ محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں (اے پیغمبرؐ!) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ ہی نے تم کو زندگی دی ، پھر وہی تم کو مارتا ہے ، پھر وہی تم کو قیامت کے دن اکٹھا کریگا ، جس دن کے واقع ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے ۔ (۴۵ : ۲۴-۲۶)
پس اس طرح مرنا بھی صرف دو مرتبہ ہے اور جینا بھی دو مرتبہ ۔ (۴۰ : ۱۱)
پہلے تم مردہ تھے ، پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زندگی بخشی ۔ پھر تم کو موت دیتا ہے ، پھر (قیامت کے دن) تم کو زندہ کریگا ۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۔ (۲ : ۲۸)
آخرت کے عذاب کو دیکھ کر کفار اور مجرم اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ اے اللہ! ہمیں ایک دفعہ پھر دنیا میں بھیج دے کہ اب کے ہم دنیا میں جاکر تیرے رسولوں پر ایمان لائیں اور نیک عمل کرنے لگیں ۔ مگر ایسا ہرگز نہیں ہو سکے گا ۔ یہ تو محض ایک بات ہے جو وہ کہتے رہیں گے ۔ ان کے برے اعمال ان کو حسرت

دلانے کے لئے انہیں دکھائے جائیں گے۔ (ارشاد باری ہوگا) کیا تم اس سے قبل (دنیا میں) قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تم کو دنیا سے کہیں اور جانا نہیں ہے؟ اور تم ایسے لوگوں کی بستیوں میں آباد تھے جو (تم سے پہلے) اپنے اوپر ظلم کرتے رہے تھے۔ اور تم کو یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا۔ اور تم کو سب قصے سنا دیے گئے تھے (مگر تم نے عبرت حاصل کرکے اپنی اصلاح نہ کی) (۲: ۱۲۶۔ ۱۶۷ ؛ ۱۴ : ۴۴۔ ۴۵؛ ۲۳: ۹۹۔ ۱۰۰ ؛ ۴۰: ۱۱)

اب تو قیامت تک تم کو عالمِ برزخ ہی میں رہنا ہوگا۔ (۲۳: ۱۰۰)

کیا میرے پیغمبروں نے میری نشانیاں تم کو پڑھ کر نہ سنائی تھیں؟ لیکن تم تو تکذیب ہی کرتے رہے۔ وہ کہیں گے۔ اے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم بہکے رہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس میں سے نکال لے۔ اگر ہم پھر گناہ کریں تو ہم خطاوار ہیں۔ ارشاد ہوگا۔ آج اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے کلام بھی مت کرو۔ تم دنیا میں میرے ان بندوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے جو مجھ پر ایمان لائے تھے اور جو مجھ سے بخشش و رحمت کی دعائیں مانگتے رہتے تھے، حتیٰ کہ اسی مشغلے میں تم میری یاد بھول گئے۔ اور تم ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ میں نے آج ان کو ان کے صبر کا بدلہ دے دیا اور وہ کامیاب ہوگئے۔ (۲۳: ۱۰۵۔ ۱۱۱)

۴۔ قیامت

۱۔ قیامت ضرور آئے گی

قیامت پر یقین رکھنا ایمان کا لازمی جزو ہے۔ (۲ : ۴)

قیامت ضرور آئے گی، اس میں کوئی شبہ نہیں۔ (۱۵ : ۸۵ و ۲۲ : ۷ و ۴۰ : ۵۹)

کفار کہتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں! میرے رب کی قسم!! قیامت ضرور آئے گی۔ پھر جو کچھ تم نے کیا ہے، تم کو جتلا دیا جائے گا۔ (۳۴ : ۳ و ۶۴ : ۷)

اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور قیامت کے دن سب کو اکٹھا کریگا۔ اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ بے شک جو لوگ اپنی جانوں کو نقصان میں ڈال چکے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (۳ : ۹ و ۴ : ۸۷ و ۶ : ۱۲ و ۱۵ : ۲۵ و ۴۵ : ۲۶)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے۔ میں اس (کے وقت) کو مخفی رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ہر شخص کو اس کی کوششوں کا بدلہ ملے۔ (۲۰ : ۱۵)

تم کو کیا خبر، شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو۔ ایمان نہ لانے والے اس گھڑی کی جلدی مچاتے ہیں، اور یقین لانے والوں کو اس کا ڈر ہے، وہ جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے خبردار! جو لوگ اس گھڑی کے آنے میں جھگڑتے ہیں، وہ بہک کر دور جا پڑے ہیں۔ (۴۲ : ۱۸)

قیامت کا دن تو بالکل برحق ہے۔ پس جو کوئی چاہے، اپنے رب کے پاس ٹھکانا حاصل کرلے۔ (۷۸ : ۳۹)

پھر کونسی چیز تم کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے؟ (۹۵ : ۷ - ۸)

قیامت کا ذکر قرآن حکیم میں اس لئے کیا گیا ہے کہ لوگ چونک جائیں اور عقل والے نصیحت حاصل کرلیں۔ (۱۴ : ۴۷ - ۵۲)

پس آپ قرآن کے ذریعے ان لوگوں کو خبردار کر دیجئے، جو اس بات کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے سامنے اس حال میں جمع ہوں گے کہ کوئی ان کا حمایتی اور سفارشی نہ ہوگا۔ تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔ (۶ : ۵۱)

۲۔ قیامت کی اہمیّت

قیامت کی خبر تو بہت ہی اہم خبر ہے، اور تم اس سے بے پرواہ ہو رہے ہو۔ (۳۸ : ۶۷ - ۶۸ و ۶۹ : ۱ - ۳ و ۱۰۱ : ۱ - ۳)

قیامت تو انسان کو اس کے اعمال کی یاد داشت کرانے کے لئے ایک بہت بڑی چیز ہے۔ (۷۴ : ۸ - ۱۰ ، ۲۶ - ۳۱)

اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ قیامت بڑی اہم ہے اور اس کا آنا بالکل یقینی امر ہے۔ کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں ہے۔ (۵۲ : ۱ - ۱۱ و ۷۴ : ۳۲ - ۳۷ و ۷۷ : ۱ - ۷)

قیامت کا دن یوم الدّین (یعنی جزا کا دن) ہے۔ اس دن کسی شخص کا کسی دوسرے کے لئے کچھ بس نہ چلے گا۔ اور ہر حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا۔ (۱ : ۳ و ۸۲ : ۱۷ - ۱۹)

قیامت کا دن یوم التغابن (یعنی ہار جیت کا دن) ہوگا۔ اس دن اچھے اعمال سے جنت میں داخلہ ہوگا۔ اور کفار و مکذبین کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیا جائے

گا۔ (۷۴ : ۹-۱۰)
بعثت کا دن بہت بڑا ہے ۔ اس دن لوگ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے (۸۳ : ۴-۶)
قیامت کا نام غاشیہ (یعنی چھا جانے والی) بھی ہے۔ (۸۸ : ۱)
قیامت کا نام قارعہ (یعنی کھڑکھڑا ڈالنے والی) بھی ہے ۔ (۱۰۱ : ۱-۳)
قیامت کا دن یوم الفتح (یعنی فیصلے کا دن) ہے ۔ اس دن کفار کا ایمان لانا ان کو کوئی نفع نہ پہنچائے گا۔ (۳۲ : ۲۸-۲۹)
قیامت کا دن طامۃ الکبرٰی (یعنی بہت بڑے ہنگامے کا دن) ہوگا ۔ (۷۹ : ۳۴)

۳۔ قیامت کب آئے گی ؟

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ (۷ : ۱۸۷ ؛ ۳۱ : ۳۴ ؛ ۳۳ : ۶۳ ؛ ۴۳ : ۸۵ ؛ ۶۷ : ۲۵-۲۶)
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی ارشاد ہوا کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں بھی نہیں جانتا کہ وہ موعودہ گھڑی قریب ہے یا میرے رب نے اس کے لئے کوئی مدت دراز مقرر کر رکھی ہے ۔ وہی غیب کا جاننے والا ہے ۔ پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ۔ (۷۲ : ۲۵-۲۶)
آپ کو کیا خبر، شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو۔ اس کی جلدی تو وہی لوگ مچاتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے ۔ اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ تو اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے ۔ خبردار ! جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں ، وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں ۔ (۴۲ : ۱۷-۱۸)

قیامت تو قریب ہی ہے، مگر غافل لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔ قیامت کی مثال تو آنکھ جھپکنے کی ہے، بلکہ اس سے بھی قریب تر۔ (۱۶: ۷۷ نیز ۲۱: ۱ نیز ۳۲: ۶۳)
معجزہ شق القمر قربِ قیامت کی بہت بڑی نشانی ہے۔ (۵۴: ۱-۲)
لوگوں کو قیامت دور معلوم ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو قریب نظر آرہی ہے۔
(۷۰: ۶-۷)
قیامت تو بہت ہی قریب آپہنچی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو، اور ہنستے ہو، اور روتے نہیں ہو، اور اس بات کو کھیل کود میں ٹال رہے ہو؟ (۵۳: ۵۷-۶۱)
اللہ تعالیٰ عنقریب ہی جنوں اور انسانوں کے حساب کے لئے فارغ ہو جائے گا۔
(۵۵: ۳۱)
اٹکل دوڑانے والوں نے جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ جس دن یہ لوگ آگ میں اُلٹے سیدھے ڈالے جائیں گے، اور ان سے کہا جائے گا کہ یہی تو ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔ (۵۱: ۱۲-۱۴)
کفار کے ایک اور اعتراض کے جواب میں ارشاد ہوا کہ جب قیامت آئے گی، تو آنکھیں چُندھیا جائیں گی، چاند بے نور ہو جائے گا، اور سورج اور چاند اکٹھے ہو جائیں گے۔ اس دن انسان یہ کہے گا کہ میں بھاگ کر کہاں چلا جاؤں؟ کوئی نہیں! کہیں پناہ کی جگہ نہیں!! اس دن صرف تمہارے رب کے پاس ہی جا ٹھہرنا ہوگا۔ اس دن انسان کو اس کے اگلے پچھلے اعمال سب جتلا دیے جائیں گے۔ (۷۵: ۶-۱۳)
کیا لوگ اپنے دلوں میں غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو، اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، کسی حکمت ہی سے ایک میعادِ معیّن کے لئے پیدا

کیا ہے؟ مگر افسوس! کہ بہت سے لوگ اپنے رب سے ملنے سے انکاری ہیں۔ (۳۰ : ۷۔۸)

۴۔قیامت کی نشانیاں

۱۔آنحضرت صلعم کی بعثت

کیا لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ قیامت ان پر دفعتہً آپڑے۔ اس کی نشانیاں تو آچکیں۔ پھر جب وہ (قیامت) آکھڑی ہوگی تو اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا! (۴۷ : ۱۸)

ف۱۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے حواشی میں تحریر فرمایا ہے:۔

شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ بڑی نشانی قیامت کی ہمارے نبیؐ کا پیدا ہونا ہے۔ سب نبی خاتم النبیین کی راہ دیکھتے تھے، جب وہ آچکے (مقصود تخلیق عالم کا حاصل ہوچکا) اب قیامت ہی باقی ہے۔

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ (یعنی میں اور قیامت اس طرح ہیں۔" (ترمذی)

ف۲۔ اس حدیث کا مطلب دو طرح ہوسکتا ہے۔ (۱) ایک تو یہ کہ جس طرح ان دونوں انگلیوں کے درمیان کوئی اور چیز نہیں، اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی نہیں" اور (۲) دوسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ ان دونوں انگلیوں کی لمبائی میں سے درمیانی انگلی جتنی اوپر کو نکلی ہوئی

ہے، بس قیامت کے واقع ہونے میں اتنی ہی مدّت باقی ہے۔" (مؤلف)

ب۔ معجزہ شق القمر

چاند شق ہوگیا۔ اب تو قیامت قریب ہی آپہنچی ہے۔ (۵۴ : ۱)

ف۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ نے حواشی میں تحریر فرمایا ہے:۔

"ہجرت سے پیشتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں تشریف فرما تھے۔ کفار کا مجمع تھا۔ انہوں نے آپ سے کوئی نشانی طلب کی۔ آپ نے فرمایا۔ آسمان کی طرف دیکھو۔ ناگاہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہوگیا۔ ایک ٹکڑا ان میں سے مغرب اور دوسرا مشرق کی طرف چلا گیا۔ بیچ میں پہاڑ حائل تھا۔ جب سب نے خوب اچھی طرح یہ معجزہ دیکھ لیا، دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔ کفار کہنے لگے کہ محمدؐ نے چاند پر یا ہم پر جادو کر دیا ہے۔ اس معجزہ کو شق القمر کہتے ہیں اور یہ ایک نمونہ اور نشانی تھی قیامت کی کہ آگے سب کچھ یوں ہی پھٹے گا۔"

ج۔ فتنوں کا آغاز

ف۔ قیامت کی نشانیوں کی زیادہ تفصیل احادیث میں موجود ہے۔ حدیث شریف کی گیارہ مشہور و معروف اور مستند کتابوں کا انتخاب مشکوٰۃ شریف میں بہت عمدہ طریقے سے یک جا موجود ہے۔ اب تو تمام احادیث پر نمبر شمار بھی ڈال دئیے گئے ہیں اور ان کی مطبوعہ جلدیں بازار میں آسانی سے مل جاتی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی تیسری جلد میں آثار اور واقعاتِ قیامت باب دار جمع

کر دیے گئے ہیں۔ ان تمام احادیث کا خلاصہ بہشتی زیور میں بھی موجود ہے۔ ہم نے اپنی بساط کے مطابق قیامت کی نشانیاں اور واقعات ذیل میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے جو حضرات مزید تفصیل سے مطالعہ کرنا چاہیں وہ ان کتابوں سے رجوع کر سکتے ہیں۔

① فتنوں کی کثرت

فتنے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ظاہر ہوں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین قسم کے فتنوں کا ذکر خاص طور پر فرمایا۔

(ا) احلاس کا فتنہ

اس فتنے میں لوگوں کا مال زبردستی چھینا جائے گا، اور لوگ ایک دوسرے کے خوف سے بھاگیں گے۔

(ب) سَرّاء کا فتنہ

یعنی خوشحالی، اسراف اور عیش وعشرت کا فتنہ۔

(ج) دُہَیماء کا فتنہ

یعنی سیاہ وتاریک فتنہ۔ یہ فتنہ کسی کو بھی متاثر کیے بغیر نہ چھوڑے گا۔ یہ فتنہ کافی طول کھینچے گا۔ آدمی صبح کو مومن اٹھے گا اور شام کو کافر ہو جاتے گا۔ یہاں تک کہ لوگ دو خیموں (یعنی فرقوں) میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک خیمہ ایمان کا ہو گا جس میں اتفاق ہو گا اور ایک خیمہ نفاق کا ہو گا جس میں ایمان نہ ہو گا۔ جب ایسا وقوع میں آجائے تو دجال کا انتظار کرو۔ (ابو داؤد)

② جھوٹے نبی

تقریباً تیس ۳۰ جھوٹے ظاہر ہوں گے، جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی)

ف:۔ بعض دوسری روایات میں ستّر کا عدد بھی مذکور ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے

کہ ایسے مدعیان نبوت کثرت سے ہوں گے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تیس جھوٹوں کی فہرست پوری ہو چکنے کے بعد اکتیسواں ۳۱ یا ستر کے بعد اکہترواں سچا ہو گا۔ نہیں، نہیں!! ہرگز نہیں!!! اگر ان کی تعداد ستر ہزار بھی ہو جائے تو وہ سب جھوٹے ہی ہوں گے۔ کیونکہ رسالت اور نبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ختم ہو چکی ہے۔

(۳) ایمان واسلام کی حالت:۔

اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ قرآن کے صرف نقوش باقی رہ جائیں گے۔ مسجدیں (ظاہر اطوار پر) آباد ہوں گی، لیکن وہ ہدایت کے لحاظ سے برباد ہوں گی۔ علماء (سُوء) آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین ہوں گے۔ اور دین کا فتنہ انہی سے برپا ہو گا اور انہی میں لوٹ آئے گا۔ (بیہقی)

علماء (خیر) اٹھ جائیں گے۔ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے ان سے دین کی باتیں پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری۔ مسلم)

علم اٹھا لیا جائے گا، جہالت زیادہ ہو گی۔ (بخاری۔ مسلم)

علم اٹھ جانے سے فتنے ظاہر ہوں گے، حتیٰ کہ لوگ فرائض میں اختلاف کرنے لگیں گے اور کوئی ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا نہ ہو گا۔ (دارمی۔ دار قطنی)

علم کو دین کے لئے نہیں، بلکہ دنیا حاصل کرنے کے لئے سیکھا جائے گا۔ (ترمذی)

آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا۔ اور شام کو مومن ہو گا اور صبح کو کافر ہو جائے گا کہ اپنے دین و مذہب کو دنیا کی حقیر متاع پر بیچ ڈالے گا۔ (مسلم)

ایک ایسی قوم ہو گی جو ہماری جنس سے ہو گی اور ہماری زبان میں گفتگو کریگی لیکن

میرے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کرے گی اور لوگوں کو میری راہ کے خلاف راہ بتاتے گی۔ تم ان میں دین کو بھی دیکھو گے اور دین کے خلاف امور کو بھی۔ ایسے لوگ دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بلائیں گے۔ جو شخص ان کی دعوت کو قبول کرے گا، وہ اس کو جہنم میں دھکیل دیں گے۔ (بخاری۔ مسلم)

جو کوئی بدعتی کی تعظیم کرے گا، وہ دین کو ڈھانے والوں میں شمار ہو گا۔ (بیہقی)

بنی اسرائیل بہتر ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے، میری امت تہتر ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو گی جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہو گا اور باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ وہ جنتی فرقہ وہ ہو گا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر ہو گا۔ (ترمذی)

اسلام غربا میں لوٹ آئے گا۔ (مسلم)

ایمان مدینہ منورہ کی طرف سمٹ آئے گا، جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف سمٹتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

مساجد میں زور زور سے باتیں کی جائیں گی اور شور مچایا جائے گا۔ (ترمذی)

(۴) عوام کی حالت :۔

(ا) والدین کی نافرمانی۔

بیٹا ماں کی نافرمانی کرے گا اور اس کو رنج دیگا۔ (ترمذی)

آدمی دوست کو اپنا ہم نشین بنائے گا اور باپ کو دور کریگا۔ (ترمذی)

پچھلے لوگ پہلے لوگوں کو برا کہیں گے اور ان پر لعنت کریں گے۔ (ترمذی)

(ب) عورتوں کی حالت۔

مرد عورت کی اطاعت کرے گا۔ (ترمذی)

مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی اور عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کی خبر گیری کرنے والا صرف ایک مرد ہوگا۔ (بخاری۔ مسلم)
ناچنے گانے والی عورتیں ظاہر ہوں گی اور باجے گاجے کا رواج ہو جائے گا۔ (ترمذی)
عورتیں لباس تو پہنے ہوں گی مگر برہنہ ہوں گی۔ ناز سے شانوں کو گھما کر لچک دار چال سے چلیں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کے لچکدار کوہان کی طرح ہوں گے۔ (مسلم)

(ج) زنا اور شراب کی کثرت۔

زنا کثرت سے ہونے لگے گا اور شراب بہت پی جائے گی۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی)
میری امت کی حالت ہو بہو بنی اسرائیل جیسی ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسا کریں گے۔ (ترمذی)

(د) افراطِ زر۔

مال و دولت کی بہت کثرت ہوگی۔ (بخاری۔ مسلم)
مال و دولت اتنی زیادہ ہوگی کہ ہر طرف، پانی کی طرح بہتی پھرے گی۔ (مسلم)
مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ آدمی کو سو دینار ملیں گے تو وہ ان سے بھی خفا ہوگا۔ (ابن ماجہ)
لوگ لمبی اور وسیع عمارتوں کے بنانے پر فخر کریں گے۔ (بخاری۔ مسلم)
برہنہ پا، برہنہ جسم، مفلس و فقیر اور بکریاں چرانے والے (عالیشان) مکانات و عمارات میں فخر و غرور کی زندگی بسر کریں گے۔ (مسلم۔ حدیث جبرئیلؑ)

(۵) بخل بہت ہوگا۔

لوگوں کے دلوں میں بخل ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری۔مسلم)
زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے گا۔ (ترمذی)

(۶) ظلم کی انتہا۔

ظلم اور قتل و غارت اس درجہ بڑھ جائے گا کہ نہ قاتل کو یہ معلوم ہوگا کہ اس نے مقتول کو کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو یہ معلوم ہوگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا۔ ایسے قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ (بخاری۔مسلم)
آدمیوں کی تعظیم ان کے شر سے بچنے کے لئے کی جائے گی۔ (ترمذی)

⑤ حکام کی حالت :۔

میرے بعد ایسے امام (خلیفہ یا بادشاہ اور دیگر حکام) ہوں گے جو میرے طریقہ پر نہ چلیں گے اور میری روش کو اختیار نہ کریں گے۔ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ظاہر ہوں گے جن کی صورت آدمیوں کی ہوگی اور دل شیطانوں کے سے ہوں گے (مسلم)
قوم کے سردار فاسق، کمینے اور بہت رذیل لوگ ہوں گے۔ (ترمذی)
سلطنت اور حکومت کی بنیاد فساد پر ہوگی اور صلح کی بنیاد کدورت پر۔ ظاہر میں صلح ہوگی اور باطن میں کدورت ہوگی۔ اور لوگوں کا اجتماع ناخوشی کے ساتھ ہوگا۔ (ابوداؤد)
امانت ضائع ہوجائے گی اور حکومت نااہلوں کے ہاتھوں میں چلی جائیگی (بخاری)
لوگ امانت کو مالِ غنیمت سمجھنے لگیں گے اور مالِ غنیمت کو دولت سمجھ کر امراء

اور صاحب منصب اس پر قبضہ کرنے لگیں گے ۔ (ترمذی)
سچوں کو جھوٹا ، اور جھوٹوں کو سچا بنایا جائے گا ۔ چور کو ایماندار اور ایماندار کو چور بنایا جائے گا ۔ بہت تقریر کرنے والا بادشاہوں کا وزیر اور مشیر بنے گا ۔ حقیر اور کمینے آدمی لوگوں کے عام انتظام میں دخل دیں گے ۔ ننگے پاؤں ، برہنہ جسم والے ، لوگوں پر حکومت کریں گے ۔ (ابن ماجہ)

⑥ موت کی تمنّا :۔

مذکورہ بالا حالات کی بنا پر) لوگ قبروں کو دیکھ کر خواہش کریں گے کہ کاش وہ قبر والوں کی جگہ ہوتے (یعنی ان فتنوں سے پیشتر مر چکے ہوتے) (مسلم)

⑦ فتنوں کے وقت کیا کرنا چاہیئے :۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ عنقریب فتنوں کا ظہور ہوگا ۔ یاد رکھو ! پھر ان فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ پیش آئے گا ۔ جس میں بیٹھا ہوا شخص چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا ۔ خبردار ! جب یہ فتنہ وقوع میں آئے تو وہ شخص جس کے پاس اونٹ ہو ۔ وہ اپنے اونٹ کے ساتھ ہو جائے ۔ اور جس کے پاس بکریاں ہوں ، وہ اپنی بکریوں میں مل جائے ۔ اور جس کے پاس زمین ہو ، وہ اپنی زمین میں جا پڑے (یعنی ان فتنوں میں ٹانگ نہ اڑائے اور گوشہ تنہائی اختیار کر لے)

ایک شخص نے (یہ سن کر) عرض کیا ۔ یا رسول اللہ ! جس کے پاس اونٹ ، بکریاں ، اور زمین نہ ہو وہ کیا کرے ؟ آپ نے فرمایا ۔ وہ اپنی تلوار کی طرف

متوجہ ہو اور اس کو پتھر پر مار کر توڑ ڈالے۔ پھر اس کو چاہیئے کہ ان فتنوں سے نجات پانے کے لئے بھاگ نکلے اگر وہ جلد ایسا کر سکے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا۔ اے اللہ! میں نے تیرے احکام تیرے بندوں کو پہنچا دیے۔ تین مرتبہ آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے۔

ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر مجھ پر جبر کیا جائے یہاں تک کہ مجھ کو دونوں فریق میں سے کسی ایک فریق کی صف میں لے جایا جائے اور مجھ کو ایک شخص اپنی تلوار سے مار دے یا کوئی تیر آ کر لگے اور مجھ کو مار ڈالے، تو میری نسبت آپؐ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا۔ تیرے قاتل پر اپنا اور تیرا دونوں کا گناہ ہوگا، اور یہ شخص دوزخیوں میں شمار ہوگا۔ (مسلمؒ)

⑧ عذابات کا انتظار کرو:۔

(مذکورہ بالا فتنوں کا ذکر کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) جب یہ فتنے ظاہر ہوں تو تم ان چیزوں کے وقوع کا انتظار کرو۔ یعنی تیز و تند سرخ آندھی، زلزلہ، زمین میں دھنس جانا، صورتیں مسخ اور تبدیل ہو جانا پتھروں کا برسنا۔ یہ عذاب اتنی جلدی جلدی آئیں گے جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹنے سے اس کے دانے جھٹ جھٹ گرنے لگتے ہیں۔ (ترمذیؒ)

(نصاریٰ کی عملداری)

جب یہ ساری نشانیاں ہو چکیں تو اس وقت سب ملکوں میں نصاریٰ لوگوں کی عملداری ہو جائے گی اور اسی زمانہ میں شام کے ملک میں ایک شخص

ابوسفیان کی اولاد سے ایسا پیدا ہوگا جو بہت سیدوں کا خون کرے گا اور شام اور مصر میں اس کے حکم احکام چلنے لگیں گے۔ اسی عرصہ میں روم کے مسلمان بادشاہ کی نصاریٰ کی ایک جماعت سے لڑائی ہو جائے گی اور نصاریٰ کی دوسری جماعت سے صلح ہو جائے گی۔ دشمن جماعت کے لوگ شہر قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے اپنا عمل دخل کر لیں گے وہ بادشاہ اپنا ملک چھوڑ کر شام کے ملک میں چلا جائے گا۔ اور نصاریٰ کی جس جماعت سے صلح اور میل ہوگا اس جماعت کو اپنے ساتھ شامل کر کے اس دشمن جماعت سے بڑی بھاری لڑائی ہوگی اور اسلام کے لشکر کو فتح ہوگی۔

جب یہ لشکر ایک زمین پر آ کر اترے گا، جس میں ٹیلے ہوں گے اور سبزہ ہوگا تو ایک شخص نصرانیوں میں سے صلیب اونچی کر کے کہنے لگے گا کہ ہماری صلیب کی برکت سے فتح ہوئی۔ اس پر ایک مسلمان کو غصہ آجائے گا۔ وہ اس کے جواب میں کہے گا کہ اسلام کی برکت سے فتح ہوئی۔ وہ مسلمان اس صلیب کو توڑ دے گا۔ اسی میں بات بڑھ جائے گی یہاں تک کہ دونوں آدمی اپنے اپنے مذہب والوں کو پکار کر جمع کریں گے اور آپس میں لڑائی ہونے لگے گی اس میں اسلام کا بادشاہ شہید ہو جائے گا اور یہ نصاریٰ دشمن جماعت سے صلح کر لیں گے، اور بچے کھچے مسلمان مدینہ منورہ کو چلے جائیں گے اور خیبر کے پاس تک نصاریٰ کی عمل داری ہو جائے گی۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ بہشتی زیور)

۵۔ظہور امام مہدی علیہ السلام

(۱) امام مہدی کی تلاش اس وقت مسلمانوں کو فکر ہوگی کہ امام مہدی علیہ السلام کو تلاش کرنا چاہیئے تاکہ ان مصیبتوں سے جان چھوٹے۔ اس وقت مہدی علیہ السلام مدینہ منورہ میں ہوں گے، اور اس ڈر سے کہ کہیں لوگ حکومت کے لئے میرے سر نہ ہوں، مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو چلے جائیں گے، اور اس زمانہ کے ولی جو ابدال کا درجہ رکھتے ہیں، سب حضرت امامؑ کی تلاش میں ہوں گے اور بعض لوگ جھوٹ موٹ بھی دعوای مہدی ہونے کا شروع کردیں گے۔ (بہشتی زیور)

(۲) خلیفہ امام مہدی علیہ السلام احادیث میں ہے کہ اگر بالفرض دنیا کا صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے، تب بھی حق تعالیٰ اس کو اتنا دراز کر دے گا کہ امام مہدیؑ جن کا نام وہی ہے جو میرا نام ہے، اور جن کے باپ کا نام بھی وہی ہے جو میرے باپ کا نام ہے (یعنی محمد ابن عبداللہؐ) آکر دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ امام مہدی علیہ السلام فراخ پیشانی اور بلند بینی والے ہوں گے، ان کا چہرہ ستارے کی طرح چمکتا ہوگا، ان کے داہنے رخسار پر خال سیاہ ہوگا، ان کا لباس دو قطوانی عبائیں ہوں گی، ان کی ریش گھنی ہوگی، آنکھیں سرگیں، اور دانت نہایت چمکدار ہوں گے اور وہ میرے اہل بیت میں سے ہوں گے۔ (ابوداودؔ۔ ترمذیؔ طبرانیؔ)

(۳۳) امام مہدی علیہ السلام کا ظہور

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی آزمائش کا ذکر فرمایا جو اس امت کو پیش آنے والی ہے۔ ایک زمانے میں اتنا شدید ظلم ہوگا کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملے گی۔ اسوقت اللہ تعالیٰ میری اولاد میں ایک شخص کو پیدا فرمائے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے پھر ویسا ہی بھردیگا۔ جیسا وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ زمین اور آسمان کے باشندے سب اس سے راضی ہوں گے۔ آسمان اپنی تمام بارش موسلادھار برسائے گا، اور زمین اپنی سب پیداوار نکال کر رکھ دے گی، یہاں تک کہ زندہ لوگوں کو تمنا ہوگی کہ ان سے پہلے جو لوگ تنگی وظلم کی حالت میں گذر گئے ہیں، کاش وہ بھی اس سماں کو دیکھتے۔ اس برکت کے حال پر وہ سات یا آٹھ یا نو سال تک زندہ رہے گا۔ (مستدرک)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ ایک خلیفہ کے انتقال کے بعد کچھ اختلاف رونما ہوگا۔ اس وقت ایک شخص مدینہ کا باشندہ بھاگ کر مکہ مکرمہ آئے گا۔ مکہ مکرمہ کے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اس کو مجبور کر کے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس سے بیعت کرلیں گے۔ پھر شام سے اس کے مقابلے کے لئے ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان میں دھنسا دیا جائے گا جب لوگ ان کی یہ کرامت دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور عراق کی جماعتیں بھی آکر ان سے بیعت کریں گی۔ اس کے بعد پھر قریش میں ایک شخص ظاہر ہوگا جس کے ماموں قبیلہ کلب کے ہوں گے، وہ ظاہر ہوکر ان کے مقابلے کے لئے ایک لشکر بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس (امام مہدیؑ) کو اس بنو کلب کے لشکر

پر غالب فرمائے گا۔ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو اس قبیلہ کلب کی غنیمت میں شریک نہ ہو۔ کامیابی کے بعد وہی شخص (امام مہدیؑ) اس مال کو تقسیم کرے گا۔ اور سنت کے مطابق لوگوں سے عمل کرائے گا۔ اور اس کے عہد میں تمام روئے زمین پر اسلام ہی اسلام پھیل جائے گا اور سات برس تک وہ زندہ رہے گا اس کے بعد اس کی وفات ہوجائے گی اور مسلمان اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (ابوداؤد)

(۴) منصور کا امام مہدیؑ کی مدد کو نکلنا

جب امام مہدی علیہ السلام کی بیعت کا قصہ مشہور ہوگا تو مدینہ منورہ میں جو فوجیں مسلمانوں کی ہوں گی، مکہ میں چلی آئیں گی، اور ملکِ شام اور عراق اور یمن کے ابدال اور اولیاء سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ اور بھی عرب کی بہت فوجیں اکٹھی ہوجائیں گی۔ جب یہ خبر مسلمانوں میں مشہور ہوگی، ایک شخص خراسان سے حضرت امامؑ کی مدد کے لئے ایک بڑی فوج لے کر چلے گا جس کے لشکر کے آگے چلنے والے حصہ کے سردار کا نام منصور ہوگا اور راہ میں بہت سے بددینوں کی صفائی کرتا چلا جائے گا۔ (بہشتی زیور)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خراسان کی طرف سے سیاہ سیاہ جھنڈے آئیں گے کوئی طاقت ان کو واپس نہیں کرسکے گی، یہاں تک کہ وہ بیت المقدس میں نصب کر دیے جائیں گے۔ (ترمذی)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے۔ جب تم دیکھو کہ سیاہ جھنڈے خراسان کی جانب سے آ رہے ہیں تو ان میں شامل ہو جانا اگرچہ برف کے اوپر گھٹنوں کے بل ہی کیوں نہ چلنا پڑے، کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدیؑ ہو گا۔ (احمد۔ بیہقی)

(۵) سفیانی کا نکلنا اور مع فوج زمین میں دھنس جانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دمشق کی بستی پر ایک سفیانی شخص حملہ آور ہو گا جس کی عام طور پر اتباع کرنے والے قبیلہ کلب کے لوگ ہوں گے۔ وہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے گا اور بچوں کو قتل کرے گا، اس کے مقابلہ کے لئے قیس کے قبیلہ کے لوگ جمع ہوں گے، پھر وہ ان کو قتل کرے گا حتیٰ کہ کسی ٹیلے کی گھاٹی بھی ان کو نہ بچا سکے گی۔ پھر میرے اہل بیت میں سے سنگستان مدینہ میں ایک شخص ظاہر ہو گا اس سفیانی کو اس کی خبر پہنچے گی تو وہ اپنے لشکر میں سے ایک دستہ اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کرے گا۔ وہ شخص ان کو شکست دے گا۔ اس پر سفیانی اپنے ہمراہیوں کو لے کر خود اس کے مقابلہ کے لئے چلے گا۔ یہاں تک کہ جب بیداء کے میدان میں پہنچے گا تو سب زمین میں دھنس جائیں گے اور ان میں سے کوئی شخص بھی نہ بچے گا، مگر صرف ایک شخص جو ان لوگوں کی خبر اپنی جماعت کو جا کر دے گا۔ (حاکمؒ، ابن ماجہؒ)

(۶) فتح دمشق

حضرت یسیر بن جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک بار کوفہ میں لال آندھی آئی۔ ایک شخص آیا جس کا تکیہ کلام ہی یہ تھا، اے عبداللہ بن مسعودؓ قیامت آئی۔ یہ سن کر عبداللہ بن مسعودؓ بیٹھ گئے اور پہلے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہو گی

یہاں تک کہ ترکہ نہ بٹے گا اور مالِ غنیمت سے کچھ خوشی نہ ہوگی (کیونکہ جب کوئی وارث ہی نہ رہے گا تو ترکہ کون بانٹے گا، اور جب کوئی لڑائی سے زندہ نہ بچے گا تو مالِ غنیمت کی کیا خوشی ہوگی) پھر شام کے ملک کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور کہا۔ (نصاریٰ) دشمن مسلمانوں سے جنگ کے لئے جمع ہوں گے اور مسلمان بھی ان سے لڑنے کے لئے جمع ہوں گے۔ میں نے کہا۔ دشمن سے آپ کی مراد نصاریٰ ہیں؟ انہوں نے فرمایا۔ ہاں۔ اور اس وقت لڑائی شروع ہوگی۔ مسلمان ایک لشکر کو آگے بھیجیں گے، جو مرنے کی شرط لگا کر آگے بڑھے گا، یعنی اس قصد سے لڑے گا کہ یا مر جائیں گے یا فتح کر کے آئیں گے۔ پھر دونوں لشکروں میں جنگ ہوگی یہاں تک کہ رات ہو جائے گی، اور دونوں طرف کی فوجیں لوٹ جائیں گی، کسی کو غلبہ نہ ہوگا، اور جو لشکر لڑائی کے لئے بڑھا تھا بالکل فنا ہو جائے گا۔ (یعنی سب مارا جائیگا)۔ دوسرے دن پھر مسلمان ایک لشکر آگے بڑھائیں گے، جو مرنے کیلئے اور غالب ہونے کیلئے جائیگا، اور لڑائی ہوتی رہے گی، یہاں تک کہ رات ہو جائیگی، پھر دونوں طرف کی فوجیں لوٹ جائینگی اور کسی کو غلبہ نہ ہوگا۔ جو لشکر آگے بڑھا تھا وہ فنا ہو جائیگا پھر تیسرے دن مسلمان ایک لشکر آگے بڑھائیں گے۔ مرنے یا غالب ہونے کی نیت سے، اور شام تک لڑائی رہے گی، پھر دونوں طرف کی فوجیں لوٹ جائیں گی اور کسی کو غلبہ نہ ہوگا، اور وہ لشکر بھی فنا ہو جائے گا۔

جب چوتھا دن ہوگا، تو جتنے مسلمان باقی رہ جائیں گے وہ سب آگے بڑھیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ کافروں کو شکست دیگا اور ایسی لڑائی ہوگی کہ ویسی کوئی نہ دیکھے گا یا ویسی لڑائی کسی نے نہ دیکھی ہوگی (راوی کو لفظ میں شک ہے)، یہاں تک کہ پرندہ ان کے اوپر یا ان کی

نعشوں پر پرواز کرے گا پر آگے نہیں بڑھے گا کہ (ان کی بدبو اور کثرت سے) وہ مردہ ہو کر گر جائے گا۔ اور جب ایک دادا کی اولاد کی مردم شماری کی جائے گی تو فیصدی ننانوے آدمی مارے جا چکے ہوں گے اور صرف ایک بچا ہوگا ایسی حالت میں کون سے مال غنیمت سے خوشی ہوگی اور کون سا ترکہ تقسیم ہوگا۔

پھر مسلمان اسی حالت میں ہوں گے کہ ایک اور بڑی آفت کی خبر سنیں گے اور وہ یہ کہ شور مچے گا کہ ان کے بال بچوں میں دجال آگیا ہے ــــ یہ سنتے ہی جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہوگا سب چھوڑ کر روانہ ہو جائیں گے اور دس سواروں کو لین ڈوری کے طور پر روانہ کریں گے (تاکہ دجال کی خبر کی تحقیق کر کے لائیں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں ان سواروں کے اور ان کے باپوں کے نام جانتا ہوں اور ان کے گھوڑوں کے رنگ بھی جانتا ہوں، وہ اس وقت تمام روئے زمین کے بہترین سوار ہوں گے یا بہترین سواروں میں سے ہوں گے۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ روم کے نصاریٰ کا لشکر اعماق میں یا وابق میں اترے گا (یہ دونوں مقام حلب کے قریب ملک شام میں ہیں) تو مدینہ سے ایک ایسا لشکر نکلے گا جو اس وقت تمام روئے زمین میں افضل ہوگا۔ جب دونوں لشکر صف آرا ہو جائیں گے تو نصاریٰ کہیں گے، تم ان مسلمانوں سے الگ ہو جاؤ جنہوں نے ہمارے بال بچے گرفتار کر لئے ہیں اور غلام بنا لئے ہیں، ہم ان سے لڑیں گے۔ مسلمان کہیں گے نہیں! خدا کی قسم!! ہم اپنے بھائیوں کو کبھی تنہا نہیں

چھوڑ سکتے۔ پھر لڑائی ہوگی تو مسلمانوں کا ایک تہائی لشکر بھاگ نکلے گا، ان کی توبہ اللہ تعالیٰ کبھی قبول نہ کریگا۔ اور تہائی لشکر شہید ہو جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام شہیدوں میں افضل ہوگا۔ اور تہائی لشکر فتح یاب ہوگا، وہ عمر بھر کبھی کسی فتنے اور بلا میں نہ مبتلا ہوں گے۔ پھر وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے (جو اس وقت نصاریٰ کے قبضہ میں آگیا ہوگا۔ اب تک یہ شہر مسلمان ترکوں کے قبضہ میں ہے) (مسلم بطولہٖ)

(۷) **فتح قسطنطنیہ** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم نے وہ شہر سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں اور دوسری جانب سمندر میں ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا قیامت اسوقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ بنو اسحاق کے ستر ہزار مسلمان اس پر چڑھائی نہ کریں۔ جب وہ اس شہر کے پاس جاکر اتریں گے تو نہ کسی ہتھیار سے لڑیں گے، نہ کوئی تیر چلائیں گے، بلکہ ایک نعرۂ تکبیر لگائیں گے جس کی برکت سے شہر کی ایک جانب گر پڑے گی۔ ابن یزید جو اس حدیث کا راوی ہے، کہتا ہے کہ جہاں تک مجھے یاد ہے، مجھ سے بیان کرنے والے نے اس جانب کے متعلق یہ بیان کیا تھا کہ وہ جانب سمندر کے رخ والی ہوگی۔ اس کے بعد پھر دوبارہ نعرۂ تکبیر بلند کریں گے تو اس کی دوسری جانب بھی گر جائے گی۔ اس کے بعد جب تیسری مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کریں گے تو دروازہ کھل جائے گا اور وہ اس میں داخل ہو جائیں گے۔ اور مالِ غنیمت حاصل کریں گے۔ اس درمیان میں کہ وہ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے، آواز آئے گی کہ دیکھو وہ دجال نکل پڑا۔ یہ سنتے ہی وہ سب مال و متاع چھوڑ کر لوٹ

پڑیں گے۔ (مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے اور روم کے درمیان چار مرتبہ صلح ہوگی چوتھی صلح ایسے شخص کے ہاتھ پر ہوگی جو آلِ ہارون سے ہوگا۔ یہ صلح سات سال تک برابر قائم رہے گی۔ پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! اس وقت مسلمانوں کا امام کون شخص ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا، جس کی عمر چالیس سال ہوگی۔ اس کا چہرہ ستارہ کی طرح چمکدار، اس کے دائیں رخسار پر سیاہ تل ہوگا، اور دو قطوانی عبائیں پہنے ہوگا، بالکل ایسا معلوم ہوگا جیسا بنی اسرائیل کا شخص۔ وہ دس سال حکومت کرے گا، زمین سے خزانوں کو نکالے گا اور مشرکین کے شہروں کو فتح کریگا۔ (طبرانی)

و۔ خروجِ دجال

(۱) دجال کا حلیہ

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ میں سو رہا تھا اور خواب میں طواف کر رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہیں گندم گوں رنگ، سیدھے سادھے بال یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں حضرت عیسیٰ ابن مریم (علیہ السّلام) پھر جو میری توجہ ذرا دوسری طرف گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا لمبا چوڑا آدمی سرخ رنگ، سخت گھونگر والے بال، آنکھ سے کانا، ایک آنکھ ایسی تھی، جیسا ابھرا ہوا انگور، لوگوں

نے بتایا یہ ہے دجالِ اکبر۔ اس کے سب سے زیادہ مشابہ شخص دیکھنا چاہو تو بس خزاعہ قبیلہ کا یہ عبدالعزیٰ بن قطن ہے وہ ٹھیک اسی صورت کا تھا۔ (بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے۔ دیکھا تو میں رو رہی تھی۔ آپؐ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ نے دجال کا ذکر اس طرح فرمایا کہ اس غم میں مجھ کو بے ساختہ رونا آگیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر وہ نکلا اور اس وقت موجود ہوا تو تمہاری طرف سے میں اُس سے نِمٹ لوں گا۔ اور اگر وہ میرے بعد نکلا تو پھر یہ بات یاد رکھنا کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے، (اور وہ کانا ہوگا) جب وہ نکلے گا تو اس کے ساتھی اصفہان کے یہودی ہونگے یہاں تک کہ جب وہ مدینہ آئے گا تو یہاں ایک طرف اترے گا اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو دو فرشتے نگراں ہوں گے۔ مدینہ میں جو بداعمال لوگ ہیں وہ نکل کر خود اس کے پاس چلے جائیں گے۔ اس کے بعد وہ فلسطین میں بابِ لُد پر آئے گا، عیسیٰ علیہ السلام نزول فرما چکے ہوں گے اور یہاں وہ اس کو قتل کریں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک ایک منصف امام کی حیثیت سے زمین پر زندہ رہیں گے (مسند احمد)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم سے دجال کا حال بار بار اس اندیشہ سے بیان کیا ہے کہ کہیں تم اس کو بھول نہ جاؤ، اس کی حقیقت سے ناآشنا نہ رہو۔ تم کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مسیح دجال پستہ قد ہے۔ اس کے پاؤں نیچے چلنے میں قریب ہوتے ہیں اور ایڑیاں دُور دُور، بال مڑے

ہوتے ہیں، ایک آنکھ سے کانا ہے، دوسری آنکھ ہموار ہے، یعنی نہ ابھری ہوئی نہ دھنسی ہوئی۔ پھر بھی اگر تم شبہ میں پڑ جاؤ تو اتنی بات یاد رکھو کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔ (ابو داؤد)

حضرت عمر بن حریث رضؓ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کیا کہ دجال مشرق کی ایک زمین سے نکلے گا جس کا نام خراسان ہوگا۔ بہت سی قومیں جن کے چہرے ڈھال کی مانند تہ بہ تہ پھولے ہوئے ہوں گے اس کی اطاعت اختیار کر لیں گی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو جھوٹے کانے سے نہ ڈرایا ہو۔ خبردار! دجال کانا ہے اور تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔ اور اس (دجال) کی آنکھوں کے درمیان ک۔ف۔ر لکھا ہوا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲) دجال کی شعبدہ بازیاں

حضرت اسماء بنت یزیدؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے کہ آپؐ نے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا دجال کے نکلنے سے پہلے تین سال ایسے آئیں گے جن میں سے ایک سال آسمان تہائی بارش کو اور زمین ایک تہائی پیداوار کو روک لے گی اور دوسرے سال میں آسمان دو تہائی بارش کو اور زمین دو تہائی پیداوار کو روک لے گی اور تیسرے سال میں نہ بارش ہوگی اور نہ پیداوار (یعنی قحط پڑ جائے گا) پھر نہ کوئی کھر والا جانور باقی رہے گا اور نہ دانت والا۔ یعنی سب ہلاک ہو جائیں گے۔

اور دجال کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک (سادہ لوح) دیہاتی کے پاس پہنچ کر کہے گا، اگر میں تیرے ان اونٹوں کو زندہ کر دوں جو مر گئے ہیں تو کیا

تو مجھ کو اپنا پروردگار تسلیم کرلے گا۔؟ وہ دیہاتی کہے گا ہاں! چنانچہ دجال اونٹوں کی مانند صورت بنا کر لائے گا (یعنی شیطان اونٹوں کی صورت اختیار کرلیں گے) اور یہ اونٹ تھنوں کی درازی اور کوہان کی بلندی کے اعتبار سے اس کے اونٹوں سے بہتر ہوں گے۔ پھر دجال ایک اور شخص کے پاس آئے گا جس کا بھائی اور باپ مرگئے ہوں گے اور اس سے کہے گا اگر میں تیرے بھائی اور تیرے باپ کو زندہ کردوں تو مجھ کو اپنا پروردگار مان لے گا؟ وہ کہے گا ہاں! دجال شیاطین کو اس کے بھائی اور باپ کی شکل میں پیش کردے گا۔

اسماء بنت یزیدؓ کہتی ہیں کہ یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت سے تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں واپس تشریف لائے۔ لوگ دجال کا ذکر سن کر فکر و تردد میں بیٹھے تھے۔ آپ نے دروازے کے دونوں کواڑوں کو پکڑ لیا اور فرمایا۔ اسماء! کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے دجال کا ذکر فرما کر ہمارے دلوں کو نکال کر پھینک دیا (یعنی اس ذکر سے ہمارے دل مرعوب و خوفزدہ ہیں)۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر وہ میری زندگی میں نکلا تو اپنے دلائل سے اس کو دفع کردوں گا۔ اور اگر میری زندگی میں نہ نکلا تو میرا پروردگار ہر مومن کے لئے میرا وکیل اور خلیفہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا محافظ و مددگار ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنا آٹا گوندھتے ہیں اور روٹی پکا کر فارغ نہیں ہونے پاتے کہ بھوک سے ہم بے چین ہو جاتے ہیں اس قحط سالی میں مومنوں کا کیا حال ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا۔ ان کی بھوک کو دفع کرنے کے لئے وہی چیز کافی ہوگی جو آسمان والوں کے لئے کافی ہوتی ہے یعنی تسبیح و تقدیس باری تعالیٰ۔ (احمد۔ ابوداؤد)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ دجال مدینہ کی طرف متوجہ ہوگا، لیکن خدا کے حکم سے وہ مدینہ کے راستوں میں داخل نہ ہو سکے گا۔ آخر وہ مدینہ کے قریب کی شور زمین ہی میں ٹھہر جائے گا۔ اس کے پاس ایک شخص آئے گا جو اس زمانہ کے بہترین لوگوں میں سے ہوگا اور اس سے کہے گا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ تو ہی دجال ہے جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دی ہے۔ دجال اپنے لوگوں سے کہے گا۔ اگر میں اس شخص کو قتل کر کے دوبارہ زندہ کر دوں، کیا پھر بھی تم میرے بارہ میں شک کروگے؟ وہ لوگ کہیں گے پھر تو ہم کو کوئی شبہ نہ رہے گا۔ پھر دجال اس شخص کو مار ڈالے گا اور پھر اس کو زندہ کر دے گا۔ وہ شخص زندہ ہو جانے کے بعد دجال سے کہے گا۔ خدا کی قسم!! اس وقت سے پہلے تیرے بارہ میں مجھ کو اتنا وثوق ویقین نہ تھا جتنا کہ اب ہے۔ پھر دجال اس کو دوبارہ قتل کرنے کی کوشش کریگا، لیکن اس پر قابو نہ پا سکے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دجال نکلے گا اور ایک مرد مسلمان اس کی طرف متوجہ ہوگا اور چند ہتھیار بند شخص دجال سے جا ملیں گے۔ جو اس کے محافظ ہوں گے۔ یہ محافظ ونگہبان لوگ اس مرد مسلمان سے پوچھیں گے کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ وہ کہے گا میں اس کی طرف جا رہا ہوں جس نے خروج کیا ہے۔ (یعنی دجال) یہ سن کر دجال کے محافظ اس شخص سے کہیں گے۔ تو ہمارے رب (یعنی اس دجال) پر ایمان کیوں نہیں لے آتا؟ وہ شخص کہے گا۔ ہمارے پروردگار کی صفات کسی پر مخفی نہیں ہیں۔ دجال کے آدمی یہ سن کر آپس میں کہیں گے کہ اس کو مار ڈالو۔ لیکن ان کے بعض لوگ آپس میں کہیں گے کہ ہمارے پروردگار نے ہم کو یہ حکم نہیں دیا ہے کہ ہم کسی کو اس کے حکم کے بغیر قتل کریں۔ غرض وہ لوگ

اس مرد مسلمان کو دجال کے پاس لے جائیں گے ۔ یہ مرد مسلمان جب دجال کو دیکھے گا تو لوگوں کو مخاطب کر کے کہے گا ۔ لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ۔ (یہ سُن کر) دجال اس مرد مسلمان کو چت لٹانے کا حکم دے گا۔ چنانچہ اس کو چت لٹایا جائے گا۔ پھر دجال حکم دے گا کہ اس کو پکڑو اور اس کا سر کچلو۔ چنانچہ خوب مار کر اس کی پشت اور پیٹ کو نرم کر دیا جائے گا اس کے بعد دجال اس سے پوچھے گا۔ کیا تو مجھ پر ایمان نہیں لائے گا؟ وہ مرد مسلمان جواب میں کہے گا۔ تو جھوٹا مسیح ہے۔ پھر دجال کے حکم سے اس مرد مسلمان کو آرے سے چیرا جائے گا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں گے اور دونوں ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ ڈال دیا جائے گا۔ پھر دجال ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلیگا اور کہے گا کہ کھڑا ہو جا ۔ وہ مرد مسلمان بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ دجال پھر اس سے کہے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ مرد مسلمان جواب دے گا کہ اب تو میرا یقین اور میری بصیرت بہت بڑھ گئی ہے۔ کہ تو ہی دجال ہے ۔ اس کے بعد وہ مسلمان لوگوں سے خطاب کر کے کہے گا ۔ لوگو! یہ دجال جو کچھ میرے ساتھ کر چکا ہے، اب کسی دوسرے آدمی کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا ۔ اس کے بعد دجال اس مرد مسلمان کو ذبح کرنے کیلئے پکڑ لے گا، مگر اس کی گردن تانبے کی بنادی جائے گی اور دجال اس کو ذبح نہ کر سکے گا اور عاجز ہو کر اس کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر اس کو آگ میں پھینک دے گا۔ لوگ یہ خیال کریں گے کہ اس کو آگ میں ڈالا گیا ہے ۔ لیکن حقیقت میں وہ جنت کے اندر پھینکا گیا ہوگا ۔ یہ بیان کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ یہ شخص رب العالمین کے نزدیک شہادت کے اعتبار سے بہت بڑے درجے کا آدمی ہوگا ۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسیح (دجال) مشرق کی جانب سے آئے گا اور مدینہ کا رُخ کریگا یہاں تک کہ وہ اُحد کے پیچھے پہنچ جائے گا۔ پھر فرشتے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ شام میں ہلاک کر دیا جائے گا۔ (البخاری۔ مسلم)

(۳) دجال کی سواری اور رفتار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال ایک سفید گدھے پر سوار ہو کر نکلے گا۔ جس کے دونوں کانوں کے درمیان کا حصہ ستر باع چوڑا ہو گا۔ (ایک باع دونوں ہاتھوں کے درمیانی فاصلے کے برابر ہوتا ہے)۔ (بیہقی)

صحابہ رضؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! زمین پر اس کے چلنے کی رفتار کیا ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا۔ وہ اس ابر کی مانند تیز رفتار ہو گا جس کے پیچھے ہوا ہو۔ (مسلم، ترمذی۔ ابنِ ماجہ)

صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ کتنا عرصہ زمین پر رہے گا؟ فرمایا چالیسؔ دن۔ اس کا ایک دن تو ایک سال کے برابر ہو گا۔ اور ایک دن ایک مہینہ کے برابر ہو گا۔ اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہو گا۔ اور باقی ایام ہمارے دنوں کی طرح ہوں گے۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس کا جو دن ایک سال کے برابر ہو گا کیا اس روز ہماری ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟ فرمایا نہیں! بلکہ وقت کا اندازہ کر کے نماز پڑھنی ہو گی (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

(۴) ایک جامع حدیث

حضرت نواس بن سمعان رضؓ کی ایک طویل حدیث الفاظ کے معمولی ردّوبدل کے ساتھ مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے۔ اس کا وہ حصہ جو دجال سے متعلق ہے، ذیل میں

ہدیہ قارئین ہے۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجّال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر دجال خروج کرے اور میں تمہارے درمیان موجود ہوں، تو میں اس سے تمہارے سامنے بحث و گفتگو کروں گا اور اگر وہ اس وقت نکلے جبکہ میں تم میں موجود نہ ہوں تو تم میں سے ہر شخص اپنی طرف سے اس سے بحث و گفتگو کرنے والا ہوگا۔ اور میرا وکیل و خلیفہ ہر مسلمان پر خدا ہے (یعنی خدا تعالیٰ ہر مسلمان کا محافظ و مددگار ہے)۔

دجال جوان ہوگا۔ گھونگریالے بال ہوں گے اور اس کی آنکھ پھُولی ہوئی ہوگی، گویا میں اس کو قطن کے بیٹے عبدالعزیٰ سے تشبیہ دے سکتا ہوں۔ تم میں سے جو شخص اس کو پائے وہ اس کے سامنے سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے اس لیئے کہ یہ آیتیں تم کو دجال کے فتنہ سے بچائیں گی۔

دجال اس راہ سے خروج کرے گا جو شام اور عراق کے درمیان واقع ہے اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو! (اپنے دین پر) ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ کتنا عرصہ زمین پر رہے گا؟ فرمایا چالیس دن۔ اس کا ایک دن تو ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا۔ اور باقی دن ہمارے دنوں کے برابر ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس کا جو دن ایک سال کے برابر ہوگا۔ کیا اس روز ہماری ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟ فرمایا نہیں! بلکہ اس روز ایک دن کا اندازہ کر کے نماز پڑھنی ہوگی۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس کی سرعت سیر کی کیا کیفیت ہوگی؟ فرمایا وہ اس ابر کی مانند تیز رفتار ہوگا۔ جس کے پیچھے ہوا ہو۔

وہ ایک قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا۔ لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے پھر وہ آسمان کو بارش کا حکم دے گا، ابرِ آسمان سے زمین پر مینہ برسائے گا۔ اور زمین کو حکم دے گا، زمین سبزہ اگائے گی، پھر شام کو اس قوم کے مولیشی چر کر آئیں گے ان کے کوہان بڑے بڑے ہو جائیں گے، تھن بڑھ جائیں گے (یعنی دودھ سے بھر جائیں گے) اور ان کے پہلو خوب کھنچے اور تنے ہوئے ہوں گے پھر دجال ایک اور قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا۔ وہ قوم اس کی دعوت کو رد کر دے گی، اور وہ ان کو چھوڑ کر چلا جائے گا اور وہ قحط زدہ ہو جائیں گے۔ یعنی ان کے پاس کچھ نہیں رہے گا۔

پھر دجال ایک ویرانہ پر سے گزرے گا اور اس کو حکم دے گا کہ وہ اپنے خزانوں کو نکال دے اور وہ خزانے اس طرح اس کے پیچھے ہولیں گے جس طرح شہد کی مکھیوں کے سردار کے پیچھے مکھیاں ہولیتی ہیں۔ پھر دجال ایک شخص کو جو شباب میں بھرا ہو گا، اپنی دعوت دے گا وہ اس کی دعوت کو رد کر دے گا دجال غضبناک ہو کر تلوار مارے گا اور اس جوان کے دو ٹکڑے ہو کر اتنی دور جا کر گریں گے کہ دونوں کے درمیان پھینکے ہوئے تیر کے برابر فاصلہ ہو گا۔ پھر دجال ان ٹکڑوں کو بلائے گا اور وہ جوان زندہ ہو کر آجائے گا۔ اس وقت دجال کا چہرہ بشاش ہو گا اور (وہ اپنی الوہیت کے اس کارنامہ پر) مسکراتا ہو گا غرض دجال اسی طرح اپنے کاموں میں مشغول ہو گا کہ اچانک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابنِ مریم علیہما السلام کو بھیج دے گا۔ (اس حدیث کا باقی ماندہ حصہ "نزول عیسیٰ علیہ السلام وقتل دجال" کے تحت ملاحظہ ہو)

ز۔ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام و قتلِ دجّال

(۱) نزول عیسیٰ علیہ السلام

حضرت نواس بن سمعانؓ والی حدیث میں ہے کہ:۔

دجال اسی طرح اپنے کاموں (یعنی مذکورہ بالا شعبدہ بازیوں) میں مشغول ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کو بھیج دے گا، جو دمشق کے مشرق میں سفید منارہ پر نازل ہوں گے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس، اپنے دونوں ہاتھوں کو دو فرشتوں کے کندھوں پہ رکھے ہوں گے۔ جب وہ اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور سر اٹھائیں گے تو ان کے سر سے چاندی کے دانوں کی مانند جو موتیوں جیسے ہوں گے قطرے گریں گے۔ جو کافر آپ کے سانس کی ہوا پائے گا مر جائے گا اور آپ کے سانس کی ہوا حدِ نظر تک جائے گی۔ (مسلم۔ ترمذی۔ ابنِ ماجہ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ میری امّت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پہ جنگ کرتی رہے گی۔ اور وہ تا قیامت اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا آخر عیسیٰ ابن مریم اتریں گے (نماز کا وقت ہوگا) مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا۔ تشریف لائیے اور نماز پڑھا دیجئے۔ وہ فرمائیں گے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اس امّت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعزاز و اکرام ہے کہ تم خود ہی ایک دوسرے کے امام و امیر ہو۔ (مسلم)

(۲) قتلِ دجّال

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فجر کی نماز میں اتریں گے، تو اس وقت مسلمانوں کا جو امیر ہوگا وہ ان سے کہے گا۔ یا روح اللہ! آگے تشریف لاکر نماز پڑھائیے۔ وہ فرمائیں گے۔ یہ امت اپنی فضیلت کی وجہ سے خود ہی ایک دوسرے کی امیر ہے اس پر وہ امیر آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں گے۔ جب نماز ختم ہو جائے گی تو اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اپنا نیزہ لے کر دجال کی طرف جائیں گے۔ وہ جب ان کو دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائے گا جیسا آگ پر سیسہ پگھل جاتا ہے وہ اپنا نیزہ اس کے سینہ کے درمیان لگائیں گے اور اس کو ختم کر دیں گے اور اس کا سب گروہ منتشر ہو جائے گا اور کوئی چیز ان کو پناہ نہ دے گی۔ یہاں تک کہ درخت اور پتھر بھی یہ کہے گا اے مومن! (میری آڑ میں) یہ کافر موجود ہے اس کو بھی قتل کر دے۔ البتہ غرقد کا درخت نہیں بولے گا وہ یہودیوں کا ہے۔ (مسند احمدؒ ابنِ ابی شیبہؒ۔ طبرانیؒ۔ حاکمؒ۔ درمنثورؒ)

حضرت نواس بن سمعانؓ کی مذکورہ بالا روایت میں ہے کہ ——————

حضرت مسیح علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے اور اس کو باب لُد پر پائیں گے (جو شام میں ایک پہاڑ ہے) اور قتل کر ڈالیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک قوم آئے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے مکر و فریب اور فتنہ سے محفوظ رکھا ہوگا۔ مسیح علیہ السلام ان کے چہروں سے گرد و غبار صاف کریں گے اور ان درجات کی خوشخبری دیں گے جو ان کو بہشت میں حاصل ہوں گے۔ (مسلم، ترمذیؒ۔ ابن ماجہ)

(۳) انتقال امام مہدی علیہ السلام

پھر امام مہدی علیہ السلام کا انتقال ہو جائے گا اور سب بندوبست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آجائے گا۔ (بہشتی زیور)

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول چالیس ۴۰ سال زندہ رہیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ وہ ضرور اتریں گے جب تم ان کو دیکھنا تو پہچان لینا کہ وہ میانہ قد، سرخ وسفید رنگ اور دو زعفرانی چادریں اوڑھے ہوں گے۔ ان پر وہ شگفتگی اور تازگی ہوگی کہ یوں معلوم ہوگا کہ ان کے سر مبارک سے پانی کے قطرے اب ٹپکے۔ اگرچہ ان پر پانی کی نمی بھی نہ ہوگی۔ وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے، صلیب کو چورا چورا کر ڈالیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کی رسم اٹھا دیں گے۔ ان کے دور میں اللہ تعالیٰ تمام مذاہب ختم کر دے گا۔ اور صرف ایک مذہب اسلام باقی رہ جائے گا۔ اور وہ دجال کو قتل کریں گے وہ چالیس ۴۰ سال تک زمین میں زندہ رہیں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان پر نماز جنازہ ادا کریں گے۔ (ابوداؤد)۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر میں دفن ہوں گے۔ (طبرانی۔ کنز العمال)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عیسیٰ ابن مریم زمین پر اتریں گے۔ اور نکاح کریں گے اور ان کے اولاد ہوگی۔ (کنز العمال، مشکوٰۃ)

(۵) اثباتِ حیاتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ف: بعض مدعیان نبوّت و مسیحیت نے اپنے آپ کو مسیح موعود ثابت کرنے کے لئے مسیح موعود کی آسامی خالی دکھانے کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرنے کے لئے بے سود کوشش کی ہے، تاکہ لوگوں کو آسمان سے نازل ہونے والے حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ کی آمد کا انتظار ہی نہ رہے۔ ان شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لئے عقلی و نقلی دلائل سے حیات و رفع عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے۔

(۱) نشانی

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ محترمہ کو تمام جہان والوں کے لئے ایک نشانی بنایا ہے (اسی لئے آپ کے ساتھ تمام معاملات غیر معمولی طریقے سے پیش آئے) (۲۱: ۹۱ و ۲۳: ۵۰)

اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی مثال، کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنا کر "کُن" کہا پھر وہ پیدا ہو گئے۔ (۳: ۵۹)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت مریم علیہ السلام کے بطن سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا، اور عجیب و غریب معجزات عطا فرمائے اور آپ کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم رکھا اور آپ کو دنیا و آخرت میں آبرو اور مرتبے والا بنایا۔ پیدائش کے بعد جب آپ کی والدہ محترمہ آپ کو گود میں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے لوگوں کے پاس آئیں تو انہوں نے طرح طرح کے اعتراضات اور طعن و تشنیع شروع کر دیئے۔ آپ نے بحکم الٰہی خاموشی اختیار کی اور بچے کی طرف اشارہ کر دیا (کہ اسی سے پوچھ لو)۔ لوگوں نے کہا کہ ہم گود کے بچے سے کیسے بات کریں؟ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول اٹھے "بے شک میں اللہ کا بندہ

ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے۔ اور جس جگہ میں رہوں، مجھ کو برکت والا بنایا ہے۔ اور مجھے اپنی والدہ محترمہ کا فرماں بردار (اچھا سلوک کرنے والا) بنایا ہے۔ اور مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا، اور مجھ پر میری پیدائش کے دن، اور میری موت کے دن، اور جس دن مجھے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اس دن سلام ہے۔ (دیکھو) اللہ تعالیٰ ایسا تو نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنی اولاد بنائے جب اس کو کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو وہ "کُن" کہتا ہے، پھر وہ کام ہو جاتا ہے۔ بے شک وہی اللہ میرا اور تمہارا رب ہے۔ پس اسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھی راہ ہے"۔ آپ لوگوں کے سامنے مٹی سے پرندے کی شکل کا مجسمہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تھے، تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ آپ مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اللہ کے حکم سے اچھا کر دیتے تھے اور مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کر دیتے تھے۔ اور لوگوں کو جو کچھ کہ وہ (لوگ) کھا کر آتے تھے یا اپنے گھروں میں چھوڑ کر آتے تھے سب بتا دیتے تھے۔ (۱۹: ۱۶-۳۶؛ ۳: ۴۹-۵۱؛ ۵: ۱۱۰)

اللہ تعالیٰ نے آپ پر آسمان سے خوان نازل فرمایا۔ (۵: ۱۱۲-۱۱۵)

(غرضیکہ آپ کی پیدائش اور آپ کی زندگی کا ہر ہر واقعہ لوگوں کے لیے واضح نشانی ہے) اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھلے معجزات عطا فرمائے اور روح القدس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) سے آپ کو تقویت دی۔ (۲: ۲۵۳)

(ب) رفعِ عیسیٰ علیہ السلام

یہودیوں کی سازش

منکرین مسیحؑ یعنی یہودیوں نے عداوت کے سبب خفیہ سازش کی (کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دلا کر ذلت کی موت ماریں)، اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر

کرنے والا ہے۔ (۳: ۵۴)

اللہ کے وعدے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تم کو لے لوں گا، اور تم کو اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ اور تم کو کافروں (کے الزامات اور سازشوں) سے پاک کر دوں گا۔ اور ان کو جو تمہارے تابع ہیں ان لوگوں پر جو منکر ہیں۔ روزِ قیامت تک غالب رکھوں گا۔ پھر تم سب کو میری طرف ہی پھر آنا ہے پھر جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔ میں اس بارے میں تمہارے درمیان فیصلہ کر دوں گا۔ پھر جو لوگ کافر ہوں گے ان کو دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں گا۔ اور میں ظالموں سے محبت نہیں رکھتا ہوں۔ (۳: ۵۵۔ ۵۷)

بہتانِ یہود یہودیوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر بھی بہت بڑا بہتان باندھا۔ (۴: ۱۵۶)

رفع مسیحؑ یہودیوں نے اللہ کے رسول حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے بارے میں یہ کہا کہ ہم نے ان کو قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ اُن کو سولی پر چڑھایا۔ لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا۔ اور جو ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہے۔ ان کے پاس بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ اہل کتاب میں سے کوئی (فرقہ) بھی ایسا نہیں ہے جو آپ کی موت سے قبل آپ پر ایمان نہ لائے۔ اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔ (۴: ۱۵۷۔ ۱۵۹)

ف ۔ حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے اپنے مقالہ "بعض قدیم مسائل جدید روشنی میں"، میں ایک فاضلانہ اور محققانہ تقریر تحریر فرمائی ہے۔ یہ مقالہ رضا اکادمی رامپور (ہندوستان) کے جلسہ میں مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کی شام

کو سنایا گیا اور بعد میں "قصص و مسائل" کے عنوان سے شائع ہوا ہے اس میں سے وہ حصّہ جس کا تعلق رفع عیسیٰ علیہ السلام سے ہے ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے:۔

مسیح عدالت میں

قرآن نے یہ بات ضمناً اور محض ایک دوسرے بیان کی لپیٹ میں ساڑھے تیرہ سو سال قبل کہہ ڈالی تھی۔ اب کچھ عرصہ ہوا یورپ کے ماہرینِ قانون نے قدیم نوشتوں کی مدد سے حضرت مسیح کے مقدمہ کی روئیداد از سرِ نو مرتب کی ہے۔ اور ایک کتاب انگلستان کے بیرسٹر اینس Annes نامی نے Trial of Jesus Christ کے نام سے، اور دوسری، اٹلی کے ایڈوکیٹ روزیڈی Rosadi نے Trial of Jesus کے عنوان سے شائع کی۔ دونوں کتابوں کے مطالعہ سے صاف نظر آجاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے مقدمہ میں یہ نہیں ہوا کہ رومی حاکم عدالت سے کوئی اجتہادی غلطی سرزد ہوگئی ہو۔ بلکہ ہوا یہ کہ یہود نے ایک جھوٹا استغاثہ گھڑا، اور پہلے اپنی مذہبی عدالت میں بے ضابطہ کاروائیاں کرکرا کے اور پھر ملک کی فوجداری عدالت میں رومی حاکم پر طرح طرح کے زور اور دباؤ ڈال کر سولی کا حکم دلانے میں کامیاب ہوگئے! —— یہ اندھیر جب رومیوں کے روشن اور تاریخی عہد میں ممکن رہا۔ تو قدیم تر انبیاء کی مظلومیت، اور اس عہد قبل تاریخ کی تاریکیوں اور ضابطہ شکنیوں کا کیا ٹھکانا! اب جا کر قدر ہوئی قرآن کے اس چھوٹے سے دو لفظی فقرہ بِغَيْرِ الْحَقِّ کی۔

انجام مسیح

حضرت مسیح کے مقدمہ تک تو آپ پہنچ ہی گئے۔ اب ایک نظر دنیا میں ان کے انجام پر بھی کرتے چلئے۔ یہود کا دعویٰ ہے کہ ہمارے درمیان یسوع ناصری نامی (نعوذ باللہ) ایک شعبدہ باز اور مفسدہ پرداز انبیائے سابق اور شریعت موسوی کی توہین کرنے والا، پیدا ہوا تھا۔ سو ہم نے اس کا کام تمام کردیا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ خدا دنیا کے گنہگاروں پر رحم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن سب کو بک لخت

معاف کر دینا۔ اس کے قانونِ عدل کے منافی تھا۔ اس لئے وہ خود یا اس کا اکلوتا بیٹا، انسان کے قالب میں اور یسوع نام رکھ کر ظاہر ہوا۔ اس نے اپنے کو نوعِ انسانی کے کفارہ کے طور پر پیش کر دیا۔ اس نے انسانی قاعدہ کے مطابق سولی پر چڑھ کر جان دے دی۔ اور تیسرے روز زندہ ہو کر آسمان پر چلا گیا ــــ

گویا حضرت کے نفس موت پر غالی دشمن اور غالی دوست دونوں متفق ہیں۔ اور اب ایک عرصہ سے قادیان کا جدید فرقہ بھی انہیں کا ہمنوا ہو گیا ہے۔

قرآن نے بے جگری کے ساتھ یہود و نصاریٰ دونوں کے مسلمات کو چیلنج دے دیا اور علانیہ کہہ دیا۔ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ؕ کہ یہود نے آپ کو نہ تو قتل کیا اور نہ سولی ہی پر چڑھایا بلکہ خود ہی دھوکے میں پڑ گئے۔ انہیں پر حقیقت مشتبہ ہو گئی اور دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ دشمنوں نے آپ کی جان لینا چاہی، بلکہ اپنے خیال میں لے بھی ڈالی۔ لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہوا، دشمن خود وہم و التباس کا شکار ہو گئے۔ ایسی صورت ممکن کیونکر ہوئی؟ تاریخی قرائن قیاسات، شواہد اپنا فیصلہ کیا سناتے ہیں؟

حضرت مسیح علیہ السلام کا زمانہ قبل تاریخ کا نہیں، تاریخ کا زمانہ ہے۔ آپ کا ملک آپ ہی کے ہم قوم یہود یا اسرائیلیوں کا ملک تھا جیسے ہندوستان ہندوستانیوں کا ہے۔ یہ صوبہ یہودیہ gudea ارضِ شام کا علاقہ تھا۔ اس پر حکومتِ اعلیٰ یہود کی نہیں، بلکہ اپنے زمانہ کی مشہور و مہذب رومی قوم کی تھی۔ جیسے ہندوستان پر

۱؎ جس وقت یہ مقالہ لکھا گیا۔ اس وقت ہندوستان اور پاکستان ایک واحد ملک تھا۔ اس کا نام ہندوستان تھا۔ اور اس پر حکومت برطانیہ کی تھی۔ اگست ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم ہوئی اور پاکستان وجود میں آیا۔

آج حکومت برطانوی قوم کی ہے۔ اور یہودیہ اسی طرح ایک حصہ رومن ایمپائر کا تھا، جیسے آج ہندوستان ایک حصہ برٹش ایمپائر کا ہے۔ لیکن اس اقتدار اعلیٰ کے ماتحت نیم سیاسی آزادی اور مذہبی حیثیت سے تقریباً پوری آزادی یہودیہ کو حاصل تھی، تقریباً ایسی ہی جیسے آج برطانیہ کے زیرِ سیادت مصر کو حاصل ہے۔ یہودیہ کا نیم خود مختار فرماں روا اس وقت مشہور زبردست جابر ہیروڈ تھا۔ حضرت یحییٰ کا سر چند سال قبل اسی کے حکم سے قلم ہو چکا تھا۔ ملک کی فوجداری اور دیوانی عدالتیں، نیز فوج اور پولیس کے محکمے رومی حکومت کے ماتحت تھے۔ یہودی رعایا کے مقدمے پہلے خود آبائے یہود و مشائخ بنی اسرائیل کی مذہبی عدالتوں میں پیش ہوتے تھے۔ فیصلے وہیں سے صادر ہوتے تھے۔ لیکن جرم اگر فوجداری کا ہوتا، تو سزا کے نفاذ کے لئے مقدمہ دوبارہ ملکی عدالت میں پیش ہوتا۔ اور فیصلہ نافذ وہیں کا ہوتا۔ سن غالباً ۲۹ سنہ مسیحی تھا جب مشائخ یہود کے حکم سے یسوع ناصری نامے "مجرم" کی گرفتاری عمل میں آئی۔ روایات سب اس پر متفق ہیں کہ آپ کو پہلے یہود کی مذہبی عدالت سے سزا "ارتداد" کے جرم میں موت کی ملی۔ اور پھر ملکی عدالت میں رومی حاکم نے بھی بغاوت کی دفعہ میں حکم سولی کا دیا۔ لیکن اس کے آگے یہ امر محقق مسلم نہیں، کہ سولی پر چڑھائے بھی آپ ہی گئے بلکہ قوی شبہات سب اس کے برعکس ہیں۔

زمان و مکان کی تعیین ہو چکی، اب صورتِ حال کو پوری طرح پر سمجھنے کیلئے ماحول کے خصوصیاتِ ذیل کو نگاہ میں رکھیئے:

پہلی بات تو یہ ہے کہ ملک میں آبادی یہود کی تھی۔ اور پولیس، عدالت، فوج رومیوں کی۔ رومی مشرک بُت پرست تھے۔ یہود توحید و نبوت کے قائل۔ رومیوں کی زبان لاطینی تھی۔ یہود کی بول چال کی زبان سریانی تھی۔ اور کتابی زبان عبرانی

رومی یورپی نسل کے تھے۔ اور یہود سیماطیقی یا سامی نسل کے۔ غرض یہ کہ مذہب، زبان لباس، وضع، تمدّن، معاشرت، صورت، ہر چیز میں یہود رومیوں سے ایسے ہی الگ اور ممتاز تھے، جیسے ہندوستانی انگریزوں سے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ قدرتاً یہ تھا کہ ایک رومی کے پہچاننے میں یہود کو ایسی ہی دقت پیش آتی تھی، جیسے ہندوستانیوں کو گوروں کو پہچاننے میں۔ اور گوروں کو کالوں کے شناخت کرنے میں۔ ہندیوں کی نظر میں سب فرنگی یکساں۔ فرنگیوں کی نظر میں سب ہندی ہم شکل اسی طرح رومیوں کی نظر میں کل یہود یکساں دکھائی دیتے تھے۔

اور یہ معلوم ہے کہ رومی عدالت کے سپاہی، پیادے، پولیس گارڈ، اور رومی جیل کے برقنداز (وارڈر) سب رومی ہی تھے۔ ان سے یہ توقع رکھنا بے جا نہ تھی کہ وہ کسی معمولی مجرم کی خاص طور پر شناخت رکھیں گے۔ حضرت مسیح پیغمبرِ خدا یا "ابن اللہ" کی اہمیت اب دنیا کی نظر میں جو کچھ بھی ہو، اس وقت رومی حاکم اور رومی سپاہیوں کی نگاہ میں یسوع ناصری نامے ایک شخص کی حیثیت بجز بغاوت کے ایک عام و معمولی مجرم کے اور کیا تھی؟ تھوڑی بہت جو کچھ بھی مخالفانہ حیثیت سے تھی، وہ یہود کی نظر میں تھی۔ رومیوں کی نگاہ میں تو اتنی بھی نہ تھی۔

ان عام حالات کے ساتھ یہ خاص حقیقت بھی پیشِ نظر رکھئے کہ حضرت کو لوگوں کی نظر بلکہ اپنے ہی ہم قوم دشمنوں اور مخالفوں کی نظر بچا کر نکل جانے میں خاص کمال تھا۔ مسیحی اسے آپ کے معجزات میں شمار کرتے ہیں یہود اسے (نعوذ باللہ) آپ کی شعبدہ بازی پر محمول کرتے ہیں۔ بہر حال نفسِ واقعہ سب کو تسلیم ہے (ممکن ہے اس کا ایک سبب آپ کی گوشہ گیری اور خلقت سے کم آمیزی بھی ہو)۔ اناجیل میں آپ کی اس خصوصیت کا ذکر بار بار ملتا ہے۔ ناصرہ میں ایک وعظ کے بعد کا منظر حسبِ روایت لوقا ذرا غور

سے ملاحظہ ہو۔

"جتنے عبادت خانے کے اندر تھے ان باتوں کے سنتے ہی غصّے میں بھر گئے اور اٹھ کر اس کو شہر سے باہر نکالا۔ اور اس پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے جس پر ان کا شہر آباد تھا۔ تاکہ اسے سر کے بل گرا دیں۔ مگر وہ ان کے بیچ سے نکل کر چلا گیا۔" (لوقا ۴: ۲۸ - ۳۰)

"خاص یروشلم میں بھی ایک بار یہود نے مشتعل ہو کر آپ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے:۔

"انہوں نے پھر اس کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا (یوحنا ۱۰: ۳۹)

اسی انجیل میں ایک دوسرے موقع کا بیان سنیئے:۔

"یسوع نے ان سے کہا میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں پیشتر اس سے کہ ابراہیم پیدا ہوا، میں ہوں۔ پس انہوں نے اس کے مارنے کو پتھر اٹھائے مگر یسوع چھپ کر ہیکل سے نکل گیا۔" (یوحنا ۸: ۵۹)

یہ سب منظر تو دشمنوں کے مقابلہ میں پیش آئے۔ کبھی کبھی مریدوں اور معتقدوں کے سامنے بھی آپکی ہیئت بدل جاتی ہے:۔

"یسوع نے پطرس اور یعقوب اور یوحنا کو ہمراہ لیا اور انہیں الگ ایک اونچے پہاڑ پر اکیلے میں لے گیا۔ اور ان کے سامنے اس کی صورت بدل گئی۔ (مرقس ۹: ۲)

"جب وہ دعا مانگ رہا تھا تو ایسا ہوا کہ اس کے چہرے کی صورت بدل گئی۔ اور اس کی پوشاک سفید براق ہو گئی۔ (لوقا - ۹: ۲۹)

انجیل متی میں ہے:۔

"ان کے سامنے ان کی صورت بدل گئی، اور اس کا چہرہ سورج کی مانند چمکا اور اس کی پوشاک نور کی مانند سفید ہو گئی۔ (متی ۱۷: ۲)

آخری بات اس سلسلہ کی یہ ہے کہ جب واقعتاً آپ کی گرفتاری گستمنے کے باغ

ہیں ہوئی۔ تو اگرچہ گرفتار کرنے والے پوری بھیڑ کی بھیڑ تھے۔ تاہم اس بھیڑ کو بھی اطمینان نہ تھا۔ کہ آپ کو پہچان سکے گی۔ چنانچہ شناخت کے لئے آپ کے بارہ حواریوں میں سے ایک غدار حواری یہوداؔ نامی کو توڑ لیا۔ اس جزو پر ساری انجیلیں متفق ہیں۔ متی میں ہے:۔

"یہوداؔ جوان بارہ میں سے ایک تھا۔ آیا اور اس کے ساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے ہوئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آپہنچی۔ اور اس کے پکڑنے والے نے انہیں یہ پتہ دیا تھا کہ جس کا میں بوسہ لوں، وہی ہے۔ اسے پکڑ لینا۔ (متی ۲۶ : ۴۷ - ۴۸) مرقس کی روایت بھی تقریباً انہیں الفاظ میں ہے۔

ان سب باتوں کو ذہن میں رکھ کر ایک کڑی یہ ملائیے کہ رومیوں کا جو سولی گھر تھا۔ وہ عدالت سے اچھے خاصے فاصلے پر تھا۔ انجیلوں میں اس مقام کا نام لاطینی تلفظ کے مطابق کیلوری calvary اور عبرانی تلفظ کے لحاظ سے گلگتا Galgatha آتا ہے۔ اور اردو میں اس کا ترجمہ کھوپری یا کھوپڑی کی جگہ کیا گیا ہے۔ اس جگہ کا تعین صحت کے ساتھ تو دشوار ہے تاہم اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ مقام تھا شہر سے دور، شہرِ پناہ کے باہر۔ انجیل ہی کے ایک صحیفہ "عبرانیوں کے نام کا خط" میں ہے کہ یسوع نے بھی امت کو اپنے خون سے پاک کرنے کے لئے "دروازہ کے باہر دکھ اٹھایا"۔ (۱۳:۱۳) بعض نسخوں میں ہے کہ پھاٹک کے باہر ہو کر۔ غرض عدالت سے وہاں تک کا فاصلہ حضرت مسیح کو رومی پولیس گارڈ کی نگرانی میں پیدل طے کرنا تھا۔ اور اتنا ہی نہیں، سولی کی ایک وزنی لکڑی آپ کو خود اٹھا کر لے چلنی تھی۔ صلیب یا سولی کی شکل تو آپ کے ذہن میں ہوتے ہی گی ✝ ایک ستون تو زمین

میں گڑا ہوا ہوتا تھا۔ باقی دوسری لکڑی جو اس کے اوپر آڑی جمائی جاتی تھی۔ اور اس پر مجرم کے دونوں ہاتھ پھیلا کر کس دیے جاتے تھے اور ان میں کیلیں ٹھونک دی جاتی تھیں۔ وہ وہاں لگی ہوئی نہیں ہوتی تھیں۔ بلکہ عدالت میں رہا کرتی تھیں اور حکم سزائے موت سننے کے بعد اسے مجرم کو اپنی پیٹھ پر لاد کر سولی گھر تک چلنا پڑتا تھا۔

اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی نظر انداز نہ ہونے دیجئے کہ حکومت کو آپ سے مطلق پرخاش نہ تھی۔ بلکہ حاکم عدالت تو آپ کو بے قصور پا کر چھوڑ دینے ہی پر تلا ہوا تھا۔ اور آپ کو سزا جو دی وہ محض یہود کے بلوہ کے خوف سے۔ انجیل متی میں ہے:۔

" جب پیلاطیس نے دیکھا کہ کچھ بن نہیں پڑتا، بلکہ الٹا بلوہ ہوا جاتا ہے تو پانی لے کر لوگوں کے روبرو اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا میں اس راستباز کے خون سے بری ہوں۔ تم جانو۔ سب لوگوں نے جواب دے کر کہا کہ اس کا خون ہماری اور ہماری اولاد کی گردن پر۔" (متی ۲۷: ۲۴ - ۲۵)

غرض یہ کہ حکومت کی طرف سے آپ کی کسی خاص نگرانی کا کوئی محل نہ تھا اور نہ حکومت کو اس کی کوئی خاص فکر تھی کہ آپ بچ کر نکلنے نہ پائیں اور ہاں یہ ضروری جزو بھی یاد رہے کہ جب حکم سنایا گیا ہے تو جمعہ کا دن تھا۔ اور سہ پہر کا وقت یعنی سبت (یہود کے مقدس دن سنیچر کی) شب عنقریب شروع ہونے والی تھی۔ اور مزید یہ کہ کل صبح عیدِ یہود تھی (اس جشن کا اصطلاحی نام .... Passover یا عید فتح ہے) شام اگر کہیں راہ ہی میں ہو گئی تو پھر کچھ کارروائی نہ ہو سکے گی۔

اب صورتحال کو پھر نظر کے سامنے لائیے۔ حضرت مسیحؑ لاغر و ناتواں،

قاعدہ مقررّہ کے مطابق پشت مبارک پر بوجھل صلیب کو اٹھا کر سولی گھر روانہ ہوتے ہیں۔ وقت کم فاصلہ زیادہ، ساتھ میں رومی سپاہی تو وہی گنتی کے چند تھے۔ البتہ خود حضرت ہی کے ہم قوم، ہم وضع، ہم لباس یہود انبوہ در انبوہ ساتھ تھے۔ آپ کو ستاتے ہوئے، چھیڑتے ہوئے، آپ پر آوازے کستے ہوئے۔ صورت حال کا یہ نقشہ ذہن کے سامنے لاکر اپنے ہی سے سوال کیجئے کہ اب کیا ہوا ہو گا؟ رومی سپاہی اپنی قومی برتری کے نشہ میں مست، خود تو یہ کرنے سے رہے کہ اپنی رعایا اور پھر مجرم رعایا کے اٹھانے والا بوجھ خود اپنے سر یا پشت پر لادلیں۔ پھر ہجوم کی کثرت سے تنگ الگ ہو رہے تھے۔ اور دیر خواہ مخواہ ہو رہی تھی۔ قدرتاً یہی کیا ہوگا کہ اس ہجوم میں سے کسی شخص کو پکڑا اور عجب نہیں کہ کچھ ڈانٹ ڈپٹ کے، صلیب اسی پر لاد دی ہو۔ اور یہ شخص یقیناً ایسا ہوگا، جو حضرت کے قریب آکر بار بار چھیڑ چھاڑ کر رہا ہو۔ اور کچھ ہم شکل بھی ہو تو بعید نہیں۔ "کیا ہوگا" نہیں۔ واقعتہً ایک شخص کو پکڑ کر صلیب اس پر لاد دی۔ انجیل متیّ میں ہے:۔

"انہیں شمعونؔ نامی ایک کرینی آدمی ملا۔ اسے بیگار میں پکڑا کہ اس کی صلیب اُٹھائے۔" (متیؔ ۲۷ : ۳۲)

انگریزی میں اسی شمعونؔ کرینی کو Simon the Cyrenian کہتے ہیں دوسری روایت مرقسؔ کی سنیئے:۔

"اور شمعونؔ نام ایک کرینی آدمی سکندرؔ اور روفسؔ کا باپ دیہات سے آتے ہوئے ادھر سے گزرا۔ انہوں نے اسے بیگار میں پکڑا کہ اس کی صلیب اٹھائے۔" (مرقسؔ ۱۵ : ۲۱)

لوقاؔ کا بیان اور زیادہ صریح ہے:۔

"اور جب اس کو لئے جاتے تھے۔ تو انہوں نے شمعون نام ایک کرینی کو جو دیہات سے آتا تھا، پکڑ کے صلیب اس پر رکھ دی۔ کہ یسوع کے پیچھے پیچھے چلے۔"
(لوقا ۲۳ : ۲۶)

روایتیں بیان ہو چکیں۔ اب ایک بار پھر چشمِ تصور سے کام لیجئے۔ مجرم کا یہ ہم قوم و ہم وضع صلیب پیٹھ پر لادے سولی گھر کے دروازہ پر پہنچا۔ پہرہ بدلا گیا۔ اب چارج جیل کے رومی سنتریوں اور پہرہ داروں کا شروع ہوا۔ وہ یقیناً اسی کو مجرم سمجھے۔ اور نہ سمجھنے کی وجہ کیا تھی؟ صلیب کی لکڑی اس کی پیٹھ پر لدی ہوئی تھی۔ ہمیشہ سے اسی علامت کے عادی تھے۔ عدالت کے رومی سپاہی اپنی بیگار ان پر ٹال، جیل والوں کا کام خود جیل والوں پر ڈال، معاً رخصت ہو گئے۔ انہیں کیا پڑی تھی۔ کہ شناخت و تحقیق کی مزید زحمت میں اپنے کو مبتلا رکھتے، شام ہو ہی رہی تھی۔ جیل کے سنتریوں نے جھٹ پٹ اسی کو سولی پر چڑھا دیا ۔۔۔ یسوع ناصری یوں بھی دشمنوں کے پنجے سے بار بار نکل چکے تھے۔ اور اب کے تو تائیدی اسباب بھی اس کثرت سے ان کے حق میں جمع ہو گئے تھے ۔۔۔ غرض وہ پکڑا دھکڑا یہودی سولی پر چڑھا دیا گیا۔ وہ چیخا چلایا۔ جیل کے رومی افسر اور سنتری اس کی زبان سے ناواقف، قدرۃً یہی سمجھے کہ مجرم کے آخری وقت کا جزع و فزع ہے۔ اور پھر ہزاروں کے ہجوم و ہنگامہ میں اس کی آواز خود یہود میں سے کتنوں کے کان میں پڑی ہو گی۔ اور کتنوں نے ادھر توجہ کی ہو گی۔ یہود دھوکے میں پڑے رہ گئے۔ "وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ"، حقیقتِ حال ان پر طلسم بن کر رہ گئی!!

قدیم نصرانیوں کی گواہی گمان نہ گزرے کہ یہ خیال تمام تر نیا، اور نظریہ یکسر نو آفریدہ ہے۔ مسیحوں کے نہیں، نصرانیوں

کے قدیم فرقوں میں ایک قدیم فرقہ Basilidians بسیلیہ کا گزرا ہے، کوئی دوسری صدی مسیحی کے شروع میں (اس کے بانی کا زمانہ تقریباً ۱۲۵ء مانا گیا ہے)۔ ان کے ہاں اس عقیدہ کی تصریح موجود تھی کہ مصلوب حضرت مسیح نہیں ہوئے بلکہ شمعون کرینی! (ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۳ صہ ۱۲۶) اور انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس میں ایک قدیم فرقہ کا عقیدہ یہ لکھا چلا آرہا ہے۔

"غلطی سے مصلوب شمعون کرینی ہو گیا اور حضرت اس کی شکل اختیار کئے ہوئے پاس ہی کھڑے ہوئے ہنستے رہے۔" (جلد ۴ صہ ۸۳۳)

آج کی مسیحیت کی ساری زندگی ہی حضرت مسیح کی مصلوبیت اور صلیب پر وفات اور دوبارہ جی اٹھنے کے عقیدہ سے وابستہ ہے۔ لیکن قدیم نصرانیت ابتدائی صدیوں والی، صاف لفظوں میں قائل تھی۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کی۔

(ج) نزولِ عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ یعنی قیامت کی نشانی ہیں۔ (۴۳ : ۶۱)
اور عِلْمُ السَّاعَةِ اللہ کے پاس ہے۔ (۴۳ : ۸۵)

ف:۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ موجود ہیں اور قیامت کی نشانی ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ آپ قربِ قیامت میں دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ (اور اس وقت) اہل کتاب میں سے کوئی (فرقہ) بھی ایسا نہ ہوگا۔ جو آپ پر آپ کی موت سے قبل ایمان نہ لے آتے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔ (۴ : ۱۵۹)

(آپ کے نزول کے زمانہ کو قرآنِ کریم میں لفظ "کہولت" سے بیان کیا گیا ہے جس طرح آپ نے بچپن میں ایسی عقلمندی اور دانائی کی باتیں کیں اسی طرح) اس زمانہ کہولت میں بھی آپ نہایت عمدہ طریقے سے کلام کریں گے۔ (اور زیادتی عمر سے جو اثر عموماً دماغ اور اعضائے رئیسہ پر ہو جاتا ہے وہ نہ ہوگا) (۳ : ۴۶)

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام :۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے!! بے شک قریب ہے کہ تمہارے درمیان ابنِ مریم حاکم عادل ہوکر اتریں گے۔ پھر وہ صلیب کو توڑیں گے۔ اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ اور جزیہ اٹھا دیں گے اور مال تقسیم کریں گے حتیٰ کہ کوئی اس مال کو قبول نہ کرے گا حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہو جائے گا۔ پھر ابوہریرہؓ نے کہا۔ کہ اگر چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ دیکھو۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ الاٰية (یعنی اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو آپ کی موت سے قبل آپ پر ایمان نہ لائے۔ (بخاری مسلم)

(۲) حضرت ابوہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی قسم!! ابنِ مریم حاکم عادل ہوکر ضرور اتریں گے پھر وہ ضرور صلیب کو توڑیں گے۔ اور ضرور خنزیر کو قتل کریں گے۔ اور ضرور جزیہ اٹھا دیں گے۔ اور البتہ دوسری بیاہت کی اونٹنیاں (جو اہلِ عرب کے عزیز ترین مال میں سے سمجھی جاتی ہیں) کھلی چھوڑ دی جائیں گی۔ اور عداوت۔ بغض اور حسد یقیناً جاتا رہے گا۔ اور البتہ لوگوں کو مال کی طرف بلایا جائے گا۔ مگر کوئی اس کو قبول نہ کرے گا۔

(۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر جہاد کرتا رہے گا۔ وہ قیامت تک غالب رہے گا۔ پھر عیسیٰ ابن مریم اتریں گے۔ اور ان کے امیر (امام مہدی علیہ السلام ان سے) کہیں گے۔ کہ آئیے نماز پڑھائیے۔ وہ کہیں گے نہیں، بیشک تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ (مسلم)

④ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عیسیٰ ابنِ مریم زمین پر اتریں گے، پھر وہ شادی کریں گے، اور ان کے اولاد ہوگی، اور وہ پینتالیس سال (دنیا میں) رہیں گے، پھر وفات پائیں گے، پھر میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن ہوں گے۔ پس میں اور عیسیٰ ابن مریم ؑ، ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ کے درمیان ایک ہی قبر سے اٹھیں گے۔ (روایت کیا اس کو ابن الجوزی نے کتاب الوفا میں۔ مشکوٰۃ)

(د) مزید بحث

ف :۔ رفع، حیات اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر علماءِ کرام نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اور اس بارے میں شبہات و اعتراضات کے مدلل جوابات دیے ہیں یہاں پر چند ایک ہدیہ قارئین ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے کتاب "عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام" تصنیف حضرت مولانا انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور کتاب "التصریح لما تواتر فی نزول المسیح" اور "مسیح موعود کی پہچان"، تصنیفات حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیکھی جا سکتی ہے۔

اعتراض :۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسانوں کے لئے قیام گاہ بنایا ہے۔ وہ اسی

میں زندہ رہتے ہیں، اسی میں مرتے ہیں۔ اور پھر اسی سے اٹھائے جائیں گے۔ (۷ : ۲۴-۲۵ ؛ ۷۷ : ۲۵-۲۶)۔ اس لئے کسی انسان کے آسمان پر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جواب :۔ (۱) فرشتوں کی قرارگاہ طبعی و اصلی آسمان ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین پر اترتے ہیں۔ (۹۷ : ۴ ؛ ۱۶ : ۲ ؛ ۴۱ : ۳۰)

(۲) اللہ تعالیٰ نے رات آرام کے لئے اور دن کام کرنے کے لئے بنایا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بہت سے لوگ رات کو کام کرتے ہیں اور اپنی ڈیوٹی پر جاتے ہیں۔ ایسا کرنے پر ان سے کوئی نہیں کہتا کہ یہ قانونِ خداوندی کے خلاف ہے ۱۰ : ۶۷ ؛ ۲۵ : ۴۷ ؛ ۷۸ : ۱۰-۱۱)

(۳) اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کی پیدائش کا جو طریقہ رکھا ہے، حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش اس سے بالکل مختلف طریقے سے ہوئی۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ (۳ : ۴۲-۴۷ ؛ ۱۹ : ۱۶-۳۴)

(۴) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں مسجد اقصیٰ اور آسمانوں پر تشریف لے گئے اور اس تمام سفر کا بندوبست باری تعالیٰ نے خود فرمایا۔ (۵۳ : ۶-۹ ؛ ۱۷ : ۱)

پس ثابت ہوا کہ بعض مستثنیات سے قاعدہ کلیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ورنہ تمام معجزات باطل ٹھہریں گے۔ نعوذ باللہ من ذٰلِکَ۔

اعتراض :۔ اگر انسان کے آسمان پر جانے کے امکان کو تسلیم کر لیا جائے تو قرآن کی اس آیت کے خلاف پڑتا ہے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ط یعنی میں بشر ہوں، آسمان پر نہیں جا سکتا، جیسا کہ تم مطالبہ کر رہے ہو۔ (۱۷ : ۹۰-۹۳)

جواب:۔ بے شک انسان خود آسمان پر نہیں جا سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ تو جس کو چاہے آسمان پر لے جا سکتا ہے۔ یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے اس مطالبے کے جواب میں پڑھی تھی۔ جس میں انہوں نے کہا تھا کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خود آسمان پر نہیں گئے، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا کرنے کے لئے پوری طرح غالب اور حکمت والے ہیں۔ (۱۷: ۹۰ - ۹۳ ؛ ۴ : ۱۵۷ - ۱۵۸)

اعتراض:۔ اچھا اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی نہ کسی طرح آسمانوں پر پہنچ گئے، تو ان کے کھانے پینے کا کیا انتظام ہوگا؟ کیونکہ کوئی انسان بغیر کھائے پیئے زندہ نہیں رہ سکتا۔ (۲۱ : ۸)

جواب:۔ (۱) اللہ تعالیٰ نے دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے خوان نازل فرمایا، تو کیا آسمانوں پر جہاں سے وہ خوان آیا تھا۔ آپ کے لیے کھانے کی تنگی ہوگی؟ (۵ : ۱۱۲ - ۱۱۵)

(۲) حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں (بغیر کھائے پیئے) زندہ رہے نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ تسبیح نہ پڑھتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر زندہ رہنے میں کیا تعجب ہے؟ (۳۷ : ۱۴۲ - ۱۴۴)

اعتراض:۔ اچھا اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی نہ کسی طرح وہاں زندہ ہیں، تو اس آیت میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی جسم ہمیشہ رہنے والا پیدا نہیں کیا۔ (۲۱ : ۸، ۳۴)

جواب:۔ بہت خوب!! یہ کون کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ آپ کو بھی موت ضرور آئے گی۔ (۴ : ۱۵۹)۔ سابقہ پیغمبروں کی عمریں

سینکڑوں سالوں کی ہوتی ہیں زیادہ عرصہ تک زندہ رہنا تو ہمیشہ زندہ رہنا نہیں کہلاتا۔ یہ بات تو قرآن وحدیث سے بالتصریح ثابت ہے کہ آپ اس دنیا میں دوبارہ تشریف لاکر وفات پائیں گے۔ اور آپ کی موت سے قبل تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے۔ یہ بات احادیث میں موجود ہے کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرے میں دفن ہوں گے۔ اور آپ کے ساتھ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان قیامت کے دن اٹھیں گے۔

اعتراض:۔ اچھا اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ آپ لمبی عمر پائیں گے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اتنی عمر میں بعد از نزول آپ کے ہوش وحواس کیسے درست رہیں گے۔ پھر وہ منصب رسالت کو کیسے انجام دے سکیں گے۔ ارشاد باری ہے کہ ہم جس کو زیادہ عمر دیتے ہیں اس کو تخلیقی حالت میں الٹا کر دیتے ہیں۔ یعنی انتہائی بڑھاپے میں اس کو اس کمزوری اور ناتوانی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جیسے بچپن میں تھا۔ (۳۶: ۶۸)

جواب:۔ (۱) نزول کے بعد کے زمانے کو اللہ تعالیٰ نے لفظ "کہولت" سے ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ایسے ایسے اعتراضات ہوں گے۔ اس لیے اس نے چودہ سو سال پیشتر ہی قرآن میں صاف فرما دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس طرح ایک ننھا بچہ ہوتے ہوئے گود میں ایسی دانائی کی باتیں کیں، اسی طرح آپ زمانۂ کہولت میں بھی نہایت دانائی اور عقلمندی سے کلام فرمائیں گے اور اس طویل عمر کا آپ کی صحت اور اعضائے رئیسہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا (۳: ۴۶)

(۲) آسمانوں کی فضا دنیا سے بالکل مختلف ہے۔ جنتیوں کے متعلق احادیث میں وارد ہے کہ وہ ہمیشہ نوجوان ہی رہیں گے۔ اعضا اور جسم پر اثر تو اس دنیا کی فضا میں ہوتا ہے وہاں تو نہ طاقت کم ہوتی ہے اور نہ کوئی رنج وغم ہوتا ہے

بلکہ وہ تو ایسی عمدہ جگہ ہے کہ وہاں صحت ہمیشہ ہی اچھی رہتی ہے۔

اعتراض: اچھا اگر ان تمام باتوں کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو ایک بڑی دقت یہ پیش آتی ہے کہ عیسائیوں سے جب کبھی بات چیت ہو تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے عیسیٰؑ تمہارے رسول سے افضل ہیں، کیونکہ وہ آسمانوں پر زندہ موجود ہیں۔ اور تمہارے رسول زمین میں مدفون ہیں۔ (۴: ۱۵۷-۱۵۸)

جواب: کیسی بچوں کی سی بات ہے کہ ایک رسول کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے ہم دوسرے رسولوں کے معجزات سے انکار کر بیٹھیں۔ اور عیسائیوں کو قائل کرنے کے لئے اپنا ایمان کھو بیٹھیں۔ ان عیسائیوں سے صاف کہہ دو کہ سب رسول ہمارے ہی ہیں۔ ہمارا سب پر یکساں ایمان ہے ہمیں پیغمبروں میں تفریق کا کوئی حق نہیں ہے۔ (۲: ۲۸۵)

جس اللہ تعالیٰ نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھلے معجزات دیے اور ان کو روح القدس سے تقویت دی، اسی اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جیسا عظیم الشان معجزہ عطا فرمایا اس شان کے ساتھ معراج کسی اور پیغمبر کو نہیں ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دوسرے آسمان پر مقیم ہیں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم افقِ اعلیٰ تک ہو کر آئے ہیں۔ (۲: ۲۵۳؛ ۱۷: ۱؛ ۵۳: ۱-۱۸)

(۲) **تمثیل:** اگر اب بھی کوئی الجھن ہو تو اس تمثیل میں غور کرو۔ ایک بادشاہ نے ایک آدمی سے خوش ہو کر اپنے محل سے (فرض کرو) ایک میل کے فاصلے پر ایک کوٹھی بنوا دی اور وہ شخص اس میں رہنے لگا۔ وہاں اس کو ہر طرح کا آرام ہے مگر وہ اس ایک میل کے فاصلے کے اندر نہیں جا سکتا۔ اور اسی حال میں اس کو سالہا سال گزر جاتے ہیں۔

ایک دوسرا شخص ہے جس کو ہزاروں میل سے بادشاہ اپنا خاص طیارہ بھیج کر خاص اہتمام سے بلواتا ہے اور اعلان کروا دیتا ہے کہ اس کے آمدورفت کے پورے پروگرام کے دوران اس شخص کے استقبالیہ پروگرام کے سوا تمام کاروبار بند رہیں گے۔ جب وہ شخص ملنے کے لئے آتا ہے تو ہوائی مستقر سے شاہی محل تک ایک اور خاص قسم کی سواری آتی ہے اور اس مہمانِ خصوصی کو شاہی محل میں پہنچاتی ہے۔ جو شخص اس عالی مرتبہ مہمان کو لینے گیا تھا اور ہزاروں میل سے اس کو ہوائی جہاز میں لے کر آیا، اس کو بھی ہوائی مستقر سے محل کی جانب بڑھنے کی اجازت نہیں ملتی۔ بادشاہ اس معزز مہمان کو اپنے خاص کمرے میں لے جا کر بالکل تنہائی میں اس سے انتہائی راز کی باتیں کرتا ہے۔ اور عظیم تحائف اور فرامین کے ساتھ اس معزز مہمان کو اسی شان وشوکت سے واپس اس کے وطن پہنچا دیتا ہے۔

اب آپ غور فرمائیے کہ ان دونوں میں افضل کون ہے؟ کیا وہ جو عرصہ دراز سے محل سے ایک میل دور سرکاری بنگلے میں رہ رہا ہے مگر آگے بڑھ کر شاہی محل کے اندر نہیں جا سکتا، یا وہ جو اس تزک واحتشام کے ساتھ لایا جاتا ہے اور چند گھنٹوں کی ملاقات کے بعد اسی طرح واپس اپنے وطن پہنچا دیا جاتا ہے؟

اعتراض : بہت اچھا صاحب! اگر ہم ان تمام باتوں کو تسلیم بھی کر لیں تو ایک بڑی اہم بات اور ہے جس کو کوئی مسلمان ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ وہ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں (۳۳ : ۴۰)۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ وسلامت تسلیم کر لیا جائے، تو ان کے نزول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت میں فرق آئے گا۔ اور پھر آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ٹھہریں گے۔

جواب :۔(۱) بہت خوب !! لیکن اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ تسلیم نہ کیا جائے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کے مطابق کوئی نہ کوئی تو مسیح بن کر قربِ قیامت میں ضرور آئے گا۔ مسیح کا نبی ہونا لازمی ہے۔ تو پھر حضور صلعم کی ختمِ نبوت پر اور بھی زیادہ حرف آئے گا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو آپ سے پہلے بحیثیت نبی تشریف لا چکے ہیں۔ اور وہ دوسرا آنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی بنے گا۔ اس لئے اصل واقعہ سے انحراف بے سود ہے۔

(۲) حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں ضرور تشریف لائیں گے اور یہ وہی عیسیٰ ابنِ مریم ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا تھا۔ (۴ : ۱۵۷۔ ۱۵۸) وہ جب آئیں گے تو نبی ہی رہیں گے۔ کیونکہ ان کو نبوت پہلے سے مل چکی ہے، اور نبوت ملنے کے بعد چھنا نہیں کرتی۔ وہ دنیا میں آکر شریعت محمدؐیہ کے تابع ہوں گے۔ جس طرح کہ حضرت لوط علیہ السلام شریعتِ ابرٰہیمی کے تابع تھے۔(۲۹ : ۲۶) اور حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کے وزیر اور ان کی شریعت کے تابع تھے (۲۰ : ۲۹۔ ۳۶)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اس دنیا میں تشریف لا کر امت محمدیّہ کی امامت بھی نہیں کرائیں گے اور فرمائیں گے کہ اس امت کو اللہ نے بزرگی دی ہے اور اس امت کے امام انہی میں سے ہو سکتے ہیں۔

اب بتائیے کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت پر حرف آتا ہے۔ یا آپ کی شان میں اور اضافہ ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک اولوالعزم پیغمبر آپؐ کے امتی ہونے پر اطمینان کا اظہار فرما رہے ہیں۔

نکتہ:- ہر پیغمبر میں ان چار صفات کا ہونا لازمی اور ضروری ہے مبشر، مبشرہ، مصدق، مصدق بہ۔ (۶۱:۶)۔

ہر پیغمبر کی بشارت اس سے پہلے پیغمبر نے دی، اور پھر اس آنے والے نے آکر پہلے کی تصدیق کی۔ اور اپنے بعد آنے والے کی بشارت دی۔ اور اس تیسرے پیغمبر کی تصدیق کے لئے چوتھا پیغمبر آیا۔ یہ سلسلہ اول سے آخر تک اسی طرح جاری رہا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی بشارت اللہ تعالیٰ نے خود فرشتوں کو دی حضرت آدمؑ نے پیدا ہوکر اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی اور حضرت شیثؑ کی بشارت دی۔ حضرت شیثؑ نے حضرت آدمؑ کی تصدیق کی اور اپنے بعد میں آنے والے کی بشارت دی۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا حتیٰ کہ آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے لقب سے اس دنیا میں تشریف لائے آپ کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دے چکے ہیں۔ آپ نے تشریف لاکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق فرمائی۔ اور بشارت دی کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا ہے، زمانہ قرب قیامت میں تشریف لاکر میری امت کے امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ جو بیّن ثبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آپ کی تصدیق کرنے کا ہے۔

ح۔ خروج یاجوج ماجوج

جب اللہ کا وعدہ آئے گا تو وہ سدِ ذوالقرنین کو ڈھا کر برابر کر دے گا۔ اور اللہ کا وعدہ برحق ہے (چنانچہ دیوار کے گرتے ہی) یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی پر سے نکلتے چلے آویں گے، اور ان کی یہ حالت ہوگی کہ وہ ایک

دوسرے میں گڈمڈ ہو جاویں گے اور صور پھونکا جاویگا۔ پھر اچانک منکروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ وہ اپنی غفلت پر پچھتائیں گے اور اپنے قصوروار ہونے کا اقرار کریں گے۔ (۱۸: ۹۸ - ۹۹ و ۲۱: ۹۶ - ۹۷)

(۱) کوہِ طور پر مسلمانوں کا اجتماع

حضرت نواس بن سمعان رضؓ والی حدیث میں ہے کہ ـــ

(قتلِ دجال کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے ستائے ہوئے لوگوں کو تسلی و تشفی دینے میں مشغول ہوں گے کہ) اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے بہت سے ایسے بندے پیدا کئے ہیں جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔ اس لئے تم میرے بندوں کو کوہِ طور پر لے جاؤ اور وہاں ان کو جمع کرو (چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب مسلمانوں کو لے کر کوہِ طور پر آجائینگے)

(۲) یاجوج ماجوج کا ہنگامہ

پھر اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا جو ہر بلندی پر سے نکلتے چلے آویں گے۔ ان کی سب سے پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر پہنچے گی۔ اور اس کا سارا پانی پی جائے گی۔ پھر یاجوج ماجوج کی آخری جماعت ادھر سے گزرے گی۔ اور (سمندر کو خشک دیکھ کر) کہے گی کہ اس میں کبھی پانی ہوتا تھا۔ اس کے بعد یاجوج ماجوج آگے بڑھیں گے۔ اور جبل خمر پر پہنچیں گے جو بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے۔ (حدیث نواس بن سمعان رضؓ)

(۳) آسمان والوں پر حملہ

یہاں ٹھہر کر وہ کہیں گے کہ جو لوگ زمین پر تھے ان کو تو ہم نے مار ڈالا، آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں۔ پس وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلود کر کے گرا دیگا۔ (تو یہ کہیں گے کہ اب ہم نے آسمان والوں کو بھی قتل

کر دیا (ابن ماجہ)۔ (حدیث نواس بن سمعان رضؓ)

(۴) بے حد گرانی

اللہ کے نبی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور ان کے ساتھی کوہِ طور پر روکے جائیں گے، یہاں تک کہ (بھوک اور غذا کی احتیاج میں) ان کی حالت اس درجہ کو پہنچ جاتے گی کہ ان کے لئے بیل کا سر سو دیناروں سے بہتر ہوگا۔ ہاں ان دیناروں سے جو آج تمہارے نزدیک نہایت قیمتی ہیں۔ ابنِ ماجہ میں بیل کے سر کی بجائے بکری کی سری کا ذکر ہے۔ (حدیثِ نواس بن سمعان رضؓ)

(۵) ہلاکت یاجوج ماجوج

(جب یہ حالت ہو جاتے گی تو) اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے (کہ وہ یاجوج ماجوج سے نجات دلائیے) تو اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں کیڑے پیدا کر دے گا جن سے وہ سب ایک دم مر جائیں گے۔

ابنِ ماجہ میں ہے کہ جب مسلمان اس روز صبح کو اٹھیں گے تو یاجوج ماجوج کی آواز نہ سن کر کہیں گے کہ ہم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو اپنی جان قربان کر کے یاجوج ماجوج کا حال دریافت کر کے آئے۔ ان میں سے ایک شخص اس کے لئے تیار ہوگا۔ اور ان کا حال دریافت کرنے کے لئے پہاڑ پر سے اترے گا۔ اس کو تو یہ خیال ہوگا کہ اب میں موت کے منہ میں جا رہا ہوں، لیکن جب وہ نیچے اتر کر اِن کو مرا ہوا پائے گا تو خوش ہو کر اور لوگوں کو آواز دے گا۔ (حدیثِ نواس بن سمعان رضؓ)

(۶) یاجوج ماجوج کی نعشوں کا صفایا

(اس شخص کی خبر پر) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی پہاڑ

سے زمین پر آئیں گے۔ اور زمین پر ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں پائیں گے۔ جو یاجوج ماجوج کی چربی اور بدبو سے محفوظ ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے (کہ وہ ان کو اس مصیبت سے نجات دلائے) پھر اللہ تعالیٰ ایسے پرندوں کو بھیجے گا۔ جو بختی (خراسانی) اونٹوں کی مانند ہوں گے۔ یہ پرندے یاجوج ماجوج کی نعشوں کو اٹھا کر جہاں خدا کو منظور ہوگا پھینک دیں گے ۔۔۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ مقام نہبل میں ڈال دیں گے۔ اور مسلمان یاجوج ماجوج کی کمانوں، تیروں اور ترکشوں سے سات برس تک آگ جلاتے رہیں گے ۔۔۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک بڑی بارش نازل فرمائے گا جس سے کوئی آبادی خالی نہ رہے گی۔ یہ بارش زمین کو دھو کر صاف کر دیگی۔ اور وہ آئینہ کی مانند ہو جائے گی۔ (حدیث نواس بن سمعان رضؓ)

(۷) خیر و برکت کا نزول پھر اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دے گا کہ اپنے پھلوں کو نکالے اور اپنی برکت ظاہر کرے۔ چنانچہ (اس قدر برکت ہوگی کہ) ایک انار سے ایک جماعت کا پیٹ بھر جائے گا۔ اور اس کا چھلکا ان کے سایہ کے لئے کافی ہوگا۔ اور اونٹنی کے ایک مرتبہ کے دودھ میں اتنی برکت ہوگی کہ ایک دودھ والی اونٹنی کئی کئی جماعتوں کو کافی ہوگی، اور ایک دودھ کی گائے ایک قبیلہ کو، اور ایک دودھ کی بکری ایک خاندان کو کافی ہوگی۔ (حدیث نواس بن سمعان رضؓ)

حضرت ابو امامہ باہلی رضؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ اس وقت مال کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ صدقہ دینے کے لئے کوئی فقیر نہ ملے گا، لہٰذا بیت المال کی طرف سے کوئی شخص نہ بکری وصول کرنے والا ہوگا اور نہ اونٹ وصول کرنے والا۔ اور بغض و کینہ سب دلوں سے نکل جائے گا۔ اور تمام زہریلے

جانوروں کے ڈنک بیکار ہوجائیں گے۔ یہاں تک کہ ایک چھوٹی سی لڑکی سانپ کے سوراخ میں ہاتھ ڈالے گی تو وہ اس کو نہ کاٹے گا۔ اور شیر کو دوڑائیں گے تو وہ ان کو کچھ نہ کہے گا۔ اور بکریوں کے ریوڑ میں بھیڑیا اس طرح ساتھ ساتھ پھرے گا۔ جیسے ریوڑ کا کتا۔ اور زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے۔ اور صرف ایک خدا کی توحید باقی رہ جائے گی اور ایک اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ ہوگی۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان)

(۸) وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں تمام مذاہب ختم ہوجائیں گے۔ اور صرف ایک مذہب اسلام باقی رہ جائے گا۔ آپ چالیس سال تک زمین میں زندہ رہیں گے۔ اس کے بعد آپ کی وفات ہوگی۔ اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔ (ابوداؤد بطولہ)

ط۔ دھواں

قرب قیامت میں آسمان پر ایک دھواں چھا جائے گا۔ جو تمام لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ یہ ایک دردناک عذاب ہوگا۔ (۴۴: ۱۰-۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد آپ کے جانشین ایک شخص ملک یمن کے رہنے والے ہوں گے۔ جن کا نام جہجاہ ہوگا۔ اور قحطان کے قبیلے سے ہوں گے، بہت دینداری اور انصاف سے حکومت کریں گے۔ ان کے بعد اور کئی بادشاہ ہوں گے۔ پھر رفتہ رفتہ نیک باتیں گھٹنے لگیں گی۔ اس وقت آسمان

پر ایک دھواں سا چھا جائے گا۔ اور زمین پر برسے گا۔ جس سے مسلمانوں کو زکام اور کافروں کو بے ہوشی ہوگی۔ چالیس روز کے بعد آسمان بالکل صاف ہو جاتے گا (بہشتی زیور)

صحیح مسلم میں جہجاہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ غلاموں میں سے ہوں گے۔ بخاری اور مسلم میں ان کے قبیلے کا نام قحطان مذکور ہے۔

ی۔ طلوع آفتاب از مغرب

اسی زمانہ کے قریب بقر عید کا مہینہ ہوگا۔ دسویں تاریخ کے بعد دفعتہً ایک رات اتنی لمبی ہوگی کہ مسافروں کا دل گھبرا جائے گا اور بچے سوتے سوتے اکتا جائیں گے۔ چوپائے جانور جنگل میں جانے کے لئے چلانے لگیں گے۔ اور کسی طرح صبح ہی نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ تمام آدمی ہیبت اور گھبراہٹ سے بے قرار ہو جائیں گے۔ جب تین راتوں کے برابر وہ رات ہو چکے گی، اس وقت سورج تھوڑی روشنی لئے ہوئے جیسے گہن لگنے کے وقت ہوتا ہے، مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ اس وقت کسی کا ایمان اور توبہ قبول نہ ہوگی۔ جب سورج اتنا اونچا ہو جائے گا جتنا دوپہر سے پہلے ہوتا ہے، پھر خدا تعالیٰ کے حکم سے مغرب ہی کی طرف لوٹے گا۔ اور دستور کے موافق غروب ہوگا۔ پھر ہمیشہ اپنے قدیم قاعدہ کے موافق روشن اور رونق دار نکلتا رہے گا۔ (بہشتی زیور)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ جب لوگ اس کو دیکھیں گے تو تمام روئے زمین کے لوگ

ایمان لائیں گے۔ لیکن وہ ایسا وقت ہوگا کہ اس وقت کسی کا ایمان لانا جو پہلے ایمان نہیں لایا تھا کچھ مفید نہ ہوگا۔ (ابنِ ماجہ)

حضرت صفوان ابنِ عسّال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مغرب کی طرف ایک دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جو ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ اس کا عرض ستّر برس کی راہ ہے وہ دروازہ توبہ کا ہے جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا تو اس وقت کسی نفس کو جو پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اس نے ایمان کی حالت میں کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا۔ (ایمان لانا اور توبہ کرنا) کچھ مفید نہ ہوگا۔ (ابنِ ماجہ)

ك خروج دابۃ الارض

جب قیامت کا وعدہ پورا ہونے کا ہوگا تو اللہ تعالیٰ دابۃ الارض کو نکالے گا جو لوگوں سے باتیں کریگا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر یقین نہ لاتے تھے۔ (۲۷ : ۸۲)

حضرت حذیفہ بن اُسید غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ قیامت کا ذکر کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف جھانکا اور فرمایا تم لوگ کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا۔ ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک دس نشانیوں کو نہ دیکھ لوگے۔ پھر آپ نے ان کا ذکر یوں فرمایا۔ (۱) دھوآں (۲) دجال (۳) دابۃ (۴) آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا۔ (۵) حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کا نزول۔ (۶) یاجوج ماجوج۔ (۷۔ ۸۔ ۹) تین مقامات پر زمین کا دھنس جانا۔ یعنی ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں۔ (۱۰) اور ان

کے آخر میں وہ آگ جو یمن سے نکلے گی۔ اور لوگوں کو گھیر کر محشر کی طرف لے جائے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ آگ عدن کے نچلے کنارے سے نکلے گی۔ ایک دوسری روایت میں دسویں نشانی ایک ہوا بیان کی گئی ہے جو لوگوں کو سمندر میں پھینک دے گی۔ (مسلمؒ)

آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کے تھوڑے ہی دنوں بعد مکہ معظمہ میں صفا پہاڑ زلزلے سے پھٹ جائے گا، اور اس میں سے ایک جانور بہت عجیب شکل وصورت کا نکل کر لوگوں سے باتیں کرے گا۔ (اس کا قد ساٹھ گز لمبا ہو گا۔ دوڑنے میں کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔) وہ بڑی تیزی سے تمام روئے زمین پر پھر جائے گا۔ وہ ایمان والوں کی پیشانی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے نورانی لکیر کھینچ دے گا۔ جس سے ان کا چہرہ روشن ہو جائے گا، اور بے ایمانوں کی ناک یا گردن پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے سیاہ مہر کر دے گا۔ جس سے ان کا چہرہ میلا ہو جائے گا۔ یہ کام کر کے وہ جانور غائب ہو جائے گا۔ (بہشتی زیور)

ل۔ خوشگوار مہلک ہوا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ (قیامت کے قریب) اللہ تعالیٰ یمن سے ایک ہوا اٹھائے گا، جو ریشم سے زیادہ نرم ہو گی۔ اور جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا، اس کی روح قبض کر لے گی۔ (مسلمؒ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے (خروج وقتلِ دجّال کا ذکر کرنے کے بعد) فرمایا۔ پھر خدا تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا۔ (جس سے) زمین پر ان لوگوں میں سے ایک بھی باقی نہ رہے گا جن کے دل میں رائی برابر بھی نیکی یا ایمان ہے۔ (یعنی یہ ہوا سب مسلمانوں کی روح قبض کرلے گی) یہاں تک کہ اگر تم میں سے کوئی پہاڑ کے اندر بھی ہوگا تو ہوا وہاں داخل ہوگی۔ اور اس کی روح کو نکال لے گی۔ اور صرف شریر و بدکار لوگ رہ جائیں گے جو فسق و فجور وغیرہ میں پرندوں کے مانند سبک رو اور تیز رفتار ہوں گے۔ اور ظلم و خونریزی میں درندوں کی مانند گراں اور سخت ہوں گے۔ وہ نیک کاموں سے واقف نہ ہوں گے۔ اور بُری باتوں سے انکار نہ کریں گے۔ (مسلم بطولہٖ)

حضرت نواس بن سمعان رضؓ کی روایت کے اخیر میں ہے کہ لوگ ایسی خوشحالی اور امن چین سے زندگی بسر کر رہے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا جو ہر مومن اور مسلم کی روح کو قبض کرلے گی۔ اور صرف شریر و بدکار لوگ دنیا میں باقی رہ جائیں گے۔ جو آپس میں گدھوں کی طرح علانیہ جفتی کریں گے اور لڑیں گے اور انہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ (مسلم)

۴۔ شہادتِ کعبہ

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ بزرگی والا گھر ہے۔ لوگوں کے لئے قائم رہنے کا سبب قرار دیا ہے۔ (۵: ۹۷)

ف :۔ اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کی آبادی اسی وقت تک ہے جب تک خانہ کعبہ اور اس کا احترام کرنے والی مخلوق موجود ہے۔ جب ایسی

مخلوق اٹھ جائے گی ۔ تو خانہ کعبہ کو بھی اٹھا لیا جائے گا ۔

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ ایک دو ٹنگڑیوں والا حبشی (قیامت کے قریب) کعبہ کو منہدم کر دیگا ۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ۔ گویا میں اس سیاہ فام شخص کو دیکھ رہا ہوں جو کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھیڑ ڈالے گا ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ تم حبشیوں کو چھوڑ دو اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو جب تک کہ وہ تم سے کچھ نہ کہیں اور تم سے تعرض نہ کریں ۔ اس لئے کہ (آئندہ زمانہ میں) کعبہ کا خزانہ ایک حبشی ہی نکالے گا ۔ جس کی پنڈلیاں چھوٹی چھوٹی ہوں گی

حواشی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ :۔

کعبہ شریف دینی اور دنیوی دونوں حیثیت سے لوگوں کے قیام کا باعث ہے :۔

(۱) حج و عمرہ تو وہ عبادات ہیں جن کا ادا کرنا براہِ راست کعبہ ہی سے متعلق ہے ۔ لیکن نماز کے لئے استقبال قبلہ شرط ہے ۔ اس طرح کعبہ لوگوں کی دینی عبادات کے قیام کا سبب ہو گیا ۔

(۲) پھر حج وغیرہ کے موقع پر تمام بلادِ اسلامیہ سے لاکھوں مسلمان جب وہاں جمع ہوتے ہیں تو بے شمار تجارتی ، سیاسی ، اخلاقی ، مذہبی اور روحانی فوائد حاصل کر سکتے ہیں ۔

(۳) خدا نے اس جگہ کو "حرم آمن" بنایا ہے ۔ اس لئے انسانوں بلکہ بہت جانوروں

تک کو وہاں رہ کر امن نصیب ہوتا ہے۔ عہد جاہلیت میں جب کہ ظلم و خونریزی اور فتنہ و فساد محض معمولی بات تھی، ایک آدمی اپنے باپ کے قاتل سے بھی حرم شریف میں تعرض نہ کرسکتا تھا۔

(۴) مادی حیثیت سے انسان یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ اس "وادی غیر ذی زرع" میں اتنی افراط سے سامانِ خورد و نوش اور نفیس قسم کے پھل اور میوے کہاں سے کھنچے چلے آتے ہیں۔

یہ سب حیثیات "قیاماً للناس" میں معتبر ہوسکتی ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ــــ

(۵) علم الٰہی میں پہلے ہی مقدر ہوچکا تھا۔ کہ نوعِ انسان کے لئے اسی جگہ سے عالمگیر اور ابدی ہدایت کا چشمہ پھوٹے گا، اور مصلح اعظم سید کائنات محمد رسول صلعم کے مولد و مسکن مبارک بننے کا شرف بھی سارے جہان میں سے اسی خاکِ پاک کو حاصل ہوگا۔

ان سب وجوہ سے کعبہ کو "قِیَامًا لِّلنَّاسِ" کہہ سکتے ہیں کیونکہ کعبہ تمام روئے زمین کے انسانوں کے حق میں اصلاحِ اخلاق، تکمیلِ روحانیت اور علومِ ہدایت کا مرکزی نقطہ ہے، اور کسی چیز کا قیام اپنے مرکز کے بدون نہیں ہوسکتا۔ اس کے علاوہ محققین کے نزدیک "قِیَامًا لِّلنَّاسِ" کا مطلب یہ ہے کہ ــــ

(۶) کعبہ شریف کا مبارک وجود کل عالم کے قیام اور بقا کا باعث ہے۔ دنیا کی آبادی اسی وقت تک ہے جب تک خانہ کعبہ اور اس کا احترام کرنے والی مخلوق موجود ہے۔ جس وقت خدا کا ارادہ یہ ہوگا کہ کارخانہ عالم کو ختم کیا جائے تو سب کاموں سے پہلے اسی مبارک مکان کو جسے "بیت اللہ شریف"

کہتے ہیں اٹھا لیا جائے گا، جب کہ بنانے کے وقت بھی زمین پر سب سے پہلا مکان یہ ہی بنایا گیا تھا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ الخ (یعنی بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے واسطے بنایا گیا یہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور جہان بھر کے لوگوں کا رہنما ہے)۔

بخاریؒ کی حدیث میں ہے کہ ایک سیاہ فام حبشی (جسے ذوی السویقین کے لقب سے ذکر فرمایا ہے) عمارتِ کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھیڑ کر ڈال دیگا۔ جب تک خدا کو اس دنیا کا نظام قائم رکھنا منظور ہے۔ کوئی طاقت ور سے طاقتور قوم جس کا مقصد کعبہ کو ہدم کرنا ہو اپنے اس ناپاک ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اصحاب فیل کا قصہ تو ہر شخص نے سنا ہے۔ لیکن اس کے بعد بھی ہر زمانہ میں کتنی قوموں اور شخصیتوں نے ایسے منصوبے باندھے ہیں اور باندھتے رہتے ہیں۔ یہ محض خدائی حفاظت اور اسلام کی صداقت کا عظیم الشان نشان ہے۔ کہ باوجود سامان و اسباب ظاہرہ کے فقدان کے آج تک کوئی شخص اس ابلیسانہ مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور نہ ہو سکے گا۔ اور جب عمارتِ کعبہ کے گرا دینے میں قدرت کی طرف سے مزاحمت نہ رہے گی تو سمجھ لو کہ عالم کی ویرانی کا حکم آن پہنچا۔

دنیا کی حکومتیں اپنے دارالسلطنت اور قصرِ شاہی کی حفاظت کے لئے لاکھوں سپاہی کٹوا دیتی ہیں۔ لیکن اگر کبھی خود ہی قصرِ شاہی کو کسی مصلحت سے تبدیل یا ترمیم کرنا چاہیں تو معمولی مزدوروں سے اس کے گرا دینے کا کام لیا جاتا ہے۔

ن۔ رفع قرآن

شہادتِ کعبہ کے بعد قرآن شریف لوگوں کے دلوں سے اور کاغذوں سے اٹھا لیا جائے گا۔ اور خدا کا خوف اور خلقت کی شرم سب اُٹھ جائے گی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا دنیا میں باقی نہ رہے گا۔ (بہشتی زیور)

احادیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم:۔

حضرت زیاد ابن لبید رضؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی بات کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا۔ یہ اس وقت ہو گا جب دنیا سے علم اٹھ جائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! علم کیسے اُٹھ جائے گا؟ حالانکہ ہم خود قرآن پڑھتے اور آئندہ اپنے بچوں کو پڑھاتے رہیں گے، وہ اپنے بچوں کو، اسی طرح سلسلہ بسلسلہ (جاری رہے گا) حضورؐ نے فرمایا۔ زیاد! میں تم کو ہشیار آدمی سمجھتا تھا۔ لیکن تم تو بہت بے وقوف ہو۔ کیا یہود و نصاریٰ توریت وانجیل نہیں پڑھتے تھے۔ پھر اس کے پڑھنے سے ان کو کیا فائدہ پہنچا؟ (ابن ماجہ)

حضرت حذیفہ ابنِ یمان رضؓ کا بیان ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اس میں اسلام کہنہ ہو جائے گا۔ جس طرح کپڑے کی بیل پرانی ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس زمانے کے لوگ یہ بھی نہ سمجھیں گے کہ نماز کیا ہے، روزہ کیا ہے، قربانی کیا چیز ہے، صدقہ کیسا ہوتا ہے!! اور کتاب اللہ ایک ہی شب میں غائب ہو جائے گی۔ حافظ قرآن پہلے ہی سے اٹھ چکیں گے، تو زمین میں قرآن کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی۔ اور مسلمانوں کے چند گروہ باقی رہیں گے جن کے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ یہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو پڑھتے سنا تھا، لہٰذا ہم بھی یہی پڑھتے ہیں (بس

شریعت کے کسی اور امر سے واقف نہ ہوں گے۔ حضرت صلہ بن زفرؓ نے حضرت حذیفہؓ سے کہا کہ جب ان کو روزہ، نماز، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ کسی چیز کی خبر نہ ہوگی تو پھر اس کلمہ لاالٰہ الااللہ کہنے سے ان کو کیا فائدہ ہوگا؟ لیکن حضرت حذیفہؓ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ انہوں نے ان سے تین بار دریافت کیا۔ لیکن انہوں نے ہر مرتبہ منہ پھیر لیا۔ چوتھی مرتبہ میں حضرت صلہ بن زفرؓ کی طرف منہ پھیر کر فرمایا یہی کلمہ ان لوگوں کی دوزخ سے نجات کا سبب ہوگا۔ (ابن ماجہ)

س۔ ملک شام میں حشر کا سامان

اس وقت ملک شام میں بہت ارزانی ہوگی۔ لوگ اونٹوں اور سواریوں پر اور پیدل ادھر جھک پڑیں گے۔ جو رہ جائیں گے، ان کو ایک آگ، جو مشرق میں شروع ہوگی، سب کو ہانکتی ہوئی شام میں پہنچا دے گی۔ حکمت اس میں یہ ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق اسی ملک میں جمع ہوگی۔ پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی۔ اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی۔ تین چار سال اسی حال سے گزریں گے۔ کہ دفعتہً قیامت برپا ہو جائے گی۔ (بہشتی زیور)

احادیث رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا۔ اور زمین پر ان لوگوں میں سے ایک بھی باقی نہ رہے گا، جن کے دل میں رائی برابر بھی نیکی یا ایمان ہے (یعنی یہ ہوا سب ایمان والوں کو ختم کر دے گی)۔ یہاں تک کہ اگر تم میں سے کوئی پہاڑ کے اندر بھی ہوگا تو ہوا وہاں داخل

ہوگی اور اس کی روح نکال لے گی ۔ اور صرف شریر و بدکار لوگ رہ جائیں گے جو فسق و فجور وغیرہ میں پرندوں کی مانند سبک رو اور تیز رفتار ہوں گے ۔ اور ظلم و خوں ریزی وغیرہ میں درندوں کی مانند گراں اور سخت ہوں گے ۔ وہ امرِ معروف (یعنی نیک کام) سے واقف نہ ہوں گے ۔ اور بری باتوں سے انکار نہ کریں گے شیطان ایک صورت بناکر ان کے پاس آئے گا اور کہے گا ۔ تم کو شرم و حیا نہیں آتی (کہ تم فسق و فجور وغیرہ میں مبتلا ہو؟) وہ اس کے جواب میں کہیں گے، تو ہم کو کیا حکم دیتا ہے؟ شیطان ان کو بتوں کی پرستش کا حکم دیگا ۔ اور اس حالت میں ان کے رزق میں غیر معمولی اضافہ ہوگا ۔ اور وہ عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوں گے ۔ پھر اچانک صور پھونک دیا جائے گا ۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی ۔ جب کہ حجاز سے ایک آگ نکلے گی ۔ جو بصریٰ کے اونٹوں کی گردنوں کو روشن کردے گی ۔ (بصریٰ شام میں ایک شہر ہے) ۔ (بخاری ۔ مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ قیامت آنے کی پہلی علامت وہ آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی ۔ (بخاری)

۵۔ نفخ صور اور زلزلہ قیامت

ا۔ نفخ صور اوّل

قیامت کی ابتدا نفخ صور سے ہوگی۔ (۶۹: ۱۳۔۱۵؛ ۷۸: ۱۷۔۲۰)

صور کی آواز ہر جگہ سے قریب سنائی دے گی۔ (۵۰: ۴۱۔۴۲)

اور شروع ہونے کے بعد درمیان میں نہ رکے گی۔ (۳۸: ۱۵)

نفخ صور ہوتے ہی زمین و آسمان کی تمام مخلوق گھبرا جائے گی۔ مگر جس کو اللہ چاہے (وہ اس سے محفوظ رہے گا)۔ (۲۷: ۸۷؛ ۳۹: ۶۸)

محرم کی دسویں تاریخ اور جمعہ کا دن ہوگا۔ صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوں گے۔ کہ اچانک صور پھونک دیا جائے گا۔ اول ہلکی ہلکی آواز ہوگی پھر اس قدر بڑھے گی کہ اس کی ہیبت سے لوگ مر جائیں گے، زمین و آسمان پھٹ جائیں گے۔ اور دنیا فنا ہو جائے گی۔ جب آفتاب مغرب سے نکلا تھا، اس وقت سے نفخ صور تک ایک سو بیس برس کا زمانہ ہوگا۔ اب یہاں سے قیامت شروع ہو جائے گی۔ (بہشتی زیور)

ب۔ زلزلہ قیامت

قیامت کا زلزلہ بھی ایک بڑا عجیب و غریب اور عظیم حادثہ ہوگا۔ (۲۲: ۱)

ج۔ انسان کی گھبراہٹ اور پریشانی

زلزلہ قیامت سے لوگوں کی بدحواسی کا یہ حال ہو گا کہ مائیں اپنے شیر خوار بچوں کو بھول جائے گی، حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔ لوگ عذاب کی شدت سے ایسے بدحواس ہوں گے جیسے نشے میں مست ہوں، حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے۔ بلکہ عذاب کی شدت سے ان کی یہ حالت ہو گی۔ (۲۲ : ۱-۲)

دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی۔ (۸۱ : ۴)

جنگلی جانوروں میں رول پڑ جائے گی۔ (اور وہ پریشانی میں بھاگ کر انسانوں میں آملیں گے۔ (۸۱ : ۵)

د۔ زمین کی حالت

جب زمین ایک شدید زلزلے سے ہلائی جائے گی۔ (۵۶ : ۴) ؛ ۹۹ : ۱)

تو وہ بہت زیادہ کانپے گی۔ (۷۳ : ۱۴)

اور پھٹ جائے گی۔ (۵۰ : ۴۴)

اور اپنے تمام بوجھ نکال کر باہر پھینک دے گی۔ انسان (تعجب کے مارے) کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا !!! اس دن زمین اپنے رب کے حکم سے سب باتیں کہہ ڈالے گی۔ (۹۹ : ۱-۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ زمین کی خبریں (باتیں) یہ ہیں کہ زمین ہر مرد و عورت کی بابت گواہی دے گی کہ اس نے اس کی پشت پر یہ کام کئے ہیں۔ (احمد۔ ترمذی)

ہر چیز کو توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر کے زمین کو پست اور ہموار کر دیا جائے گا۔ (۸۹ : ۲۱)

زمین کے اوپر جو کچھ بھی ہے اس کو چھانٹ کر بالکل چٹیل میدان بنا دیا جائے گا۔(۱۸ : ۸)
اور کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا۔ وہ اپنے اندر کی تمام چیزیں نکال کر خالی ہو جائے گی
(۸۴ : ۳۔۵)
اور اس کی حالت بالکل بدل جائے گی۔ (۱۴ : ۴۸)
اس دن زمین اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں ہو گی۔ (۳۹ : ۶۷)

۸۔ پہاڑوں کی حالت

پہاڑ جن کو تم مضبوط جمے ہوئے خیال کرتے ہو، بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ (۲۷:۸۸)
وہ اکھڑ کر چلنے لگیں گے۔ (۵۲ : ۱۰)
پھر ان کو یکبارگی توڑ دیا جائے گا۔ (۶۹ :۱۴)
اور وہ ایسے ہو جائیں گے جیسے بھر بھرا ٹیلا یا چمکتے ہوئے ریگ رواں کے تودے۔
(۷۳ : ۱۴ و ۷۸ : ۲۰)
یا دھنی ہوئی رنگین اون۔ (۷۰ : ۹ و ۱۰۱ : ۵)
وہ سب ٹوٹ پھوٹ کر اڑتے ہوئے غبار کی طرح ہو جائیں گے۔ (۵۶ : ۵-۶)
ان کو اڑا کر زمین کو بالکل ہموار بنا دیا جائے گا۔ (۲۰ : ۱۰۵۔۱۰۷ و ۷۷ : ۱۰)

۹۔ سمندروں اور دریاؤں کی حالت

سمندروں اور دریاؤں کے پانی میں کھولاؤ ہو گا۔ اور وہ ابل پڑیں گے (یعنی ان کا پانی بھاپ بن کر اڑ جائے گا)۔ (۸۱ : ۶ و ۸۲ : ۳)

ف:۔ المختصر یہ کہ سمندروں اور پہاڑوں کو ہٹا کر ہموار زمین اور کھلا میدان بنادیا جائے گا تاکہ اوّل سے آخر تک تمام لوگ اس پر کھڑے ہو سکیں۔

ز۔ آسمان کی حالت

قیامت کے دن آسمان بالکل بودا ہو جائے گا۔ (۶۹ : ۱۶)
وہ لرز کر اور کپکپا کر بادلوں کی طرح پھٹ جائے گا اور اس میں جھروکے پڑ جائیں گے۔ (۲۵ : ۲۵ ؛ ۵۲ : ۹ ؛ ۷۷ : ۹ ؛ ۸۴ : ۱)
وہ السی کی تلچھٹ یا پگھلے ہوئے تانبے یا بکری کی سرخ کھال کی طرح ہو جائے گا۔ (۷۰ : ۸ ؛ ۵۵ : ۳۷)
اس کی کھال اتار دی جائے گی (شاید کھال سے مراد آسمان دنیا کا نچلا حصّہ ہو جو چھت کے اندرونی حصّہ کی طرح مزیّن کیا گیا ہے) (۸۱ : ۱۱)
غرضیکہ آسمانوں کی حالت بالکل بدل جائے گی۔ (۱۴ : ۴۸)
اور ان کو کاغذ کے طومار کی طرح لپیٹ دیا جائے گا۔ (۲۱ : ۱۰۴)
یہ لپٹے ہوئے آسمان اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ (۳۹ : ۶۷)

ح۔ اجرامِ فلکی کی حالت

قیامت کے دن ستارے گدلے ہو کر جھڑ جائیں گے۔ (۸۱ : ۲ ؛ ۸۲ : ۲)
اور مٹا دیے جائیں گے۔ (۷۷ : ۸)
اور چاند گہہ جائے گا۔ (۷۵ : ۸)

سورج کی دھوپ لپیٹ دی جائے گی۔ (یعنی اس کی شعاعوں کو ہٹا دیا جائے گا۔ اور وہ صرف ایک گول ٹکیہ کی طرح رہ جائے گا۔ (۸۱ : ۱)

سورج اور چاند کو جمع کر دیا جائے گا۔ (یعنی بے نور ہونے میں دونوں شریک ہوں گے۔ حواشی عثمانیؒ)۔ (۷۵ : ۹)

ط۔ ملائکہ اور عرشِ الٰہی

نفخ صور ہوتے ہی آسمان پھٹ جائے گا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر جمع ہو جائیں گے۔ تیرے رب کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (۶۹ : ۱۷)

۴۔حشر کا دن

ا۔نفخ صور ثانی

جب صور میں دوسری مرتبہ پھونک ماری جائے گی، تو اس کی تند آواز سے دفعتہً سب لوگ اٹھ کر میدان میں آموجود ہوں گے۔ پہلے تو وہ (حیرت سے چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! ہم کو کس نے قبروں سے اٹھا دیا!! پھر عاجزی سے اپنے رب کی طرف چلنے لگیں گے۔ (۳۹ : ۶۸؛ ۳۶ : ۵۱-۵۲؛ ۷۹ : ۱۳-۱۴)

ان کے دل دھڑک رہے ہوں گے اور (ندامت کے مارے نگاہیں نیچی ہوں گی۔ (۷۹ : ۷-۹؛ ۲۷ : ۸۲)۔

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

① حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دونوں نفخوں (یعنی نفخ صور اوّل اور نفخ صور ثانی) کے درمیان زمانہ چالیس ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا۔ ابوہریرہؓ! کیا چالیس دن؟ ابوہریرہؓ نے کہا میں نہیں جانتا۔ پھر کہا کیا چالیس برس؟ ابوہریرہؓ نے اس سے بھی انکار کیا۔ اس کے بعد ابوہریرہؓ نے بیان کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ پھر خداوند آسمان سے پانی برسائے گا۔ اور اس پانی سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ انسان کی کوئی چیز ایسی نہیں جو پرانی اور بوسیدہ نہ ہو۔ مگر ایک ہڈی جس کا نام عجب الذنب ار ریڑھ

ھ کے نیچے کی ہڈی) ہے اسی ہڈی سے قیامت کے دن ان کے تمام اعضاء کو مرکب کیا جائے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

(۲) حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صاحبِ صور (یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام) کے دائیں جانب جبرئیل علیہ السلام ہوں گے اور بائیں جانب میکائیل علیہ السلام۔ (رزین)

(۳) حضرت ابو سعیدؓ خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں کیونکر آرام و سکون سے بیٹھوں! حالت یہ ہے کہ صور پھونکنے والا صور کو منہ میں دبائے ہوئے ہے۔ کان (حکم الٰہی سننے کے لئے) لگائے ہوئے ہے، پیشانی جھکائے ہوئے ہے، اور انتظار میں ہے کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! جب یہ حالت ہے تو آپؐ) ہم کو کیا حکم دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھا کرو (یعنی اللہ ہم کو کافی ہے اور وہ کیسا اچھا کارساز ہے) (ترمذی)

۲۔ گھبراہٹ اور پریشانی

حشر کا دن پچاس ہزار سال کا ہو گا۔ (۷۰: ۴)

وہ دن تو یَوْمُ الْوَعِيْد یعنی وعدہ عذاب کا دن ہو گا۔ (۵۰: ۲۰)

قسم قسم کے لوگ پراگندہ ٹڈیوں کی طرح جمع ہوں گے۔ (۸۱: ۷، ۱۰۱: ۴)

نیکوں کے چہرے سفید اور روشن ہوں گے اور وہ ہنستے اور خوشیاں مناتے ہوں گے گنہگاروں اور مکذبین کے چہرے کالے، جھلسے ہوئے ہوں گے۔ اور ان کے چہروں پہ غبار ہو گا۔ (۳: ۱۰۶، ۳۹: ۶۰، ۸۰: ۳۸ ـ ۴۲)

ہر کوئی اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا ۔ اور جن لوگوں نے دوسروں کو گمراہ کیا ہوگا۔ وہ اپنے بوجھ کے علاوہ ان کا بوجھ بھی اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (۲۵:۱۶)

(ان کے علاوہ) کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ چاہے وہ قرابت دار ہی ہو (۱۸:۳۵؛ ۶:۱۶۴؛ ۱۷:۱۵؛ ۳۹:۷؛ ۵۳ : ۳۸)

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حشر کے دن تم کو اس حال میں جمع کیا جائے گا کہ تم ننگے پاؤں اور ننگے بدن اور بے ختنہ ہوگے ۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی ۔ كَمَا بَدَأْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ (یعنی جیسا کہ ہم نے ان کو ابتدائے پیدائش میں پیدا کیا تھا ۔ پھر ایسا ہی پیدا کریں گے یہ وعدہ ہم پر لازم ہے اور ہم ایسا کرنے والے ہیں) اور آپؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا ۔ (بخاری ومسلم بطولہ)

(۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور بے ختنہ جمع کیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! عورتوں اور مردوں سب کو؟ ان میں سے ایک دوسرے کو دیکھے گا۔ آپ نے فرمایا۔ عائشہ! موقع اس سے زیادہ ہولناک ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے پر نظر ڈالیں ۔ (بخاری مسلم)

(۳) حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے ۔ قیامت کے دن آفتاب کو مخلوق کے قریب کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ ایک میل کے فاصلے پر رہ جائے گا ۔ پھر لوگ اپنے اعمال کے

مطابق پسینے میں غرق ہوں گے۔ بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کے ٹخنوں تک پسینہ ہو گا۔ بعض کے گھٹنوں تک پسینہ ہو گا۔ بعض کمر تک پسینہ میں غرق ہوں گے۔ بعض کے منہ تک پسینہ ہو گا۔ جو لگام کی مانند ہو گا۔ اور منہ کے اندر تک پہنچ جائے گا۔ یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے منہ کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم)

④ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں کو پسینہ آئے گا۔ یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین کے اندر ستر گز تک چلا جائے گا۔ اور پسینہ لگام کی مانند ہو گا۔ اور کانوں تک پہنچے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

⑤ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص قیامت کو دنیا میں اپنی آنکھ سے دیکھنا چاہتا ہو، وہ سورہ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور سورہ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھ لے۔ (احمد۔ ترمذی)

۵۔ لوگوں کی بے کسی

حشر کے دن سب ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ مگر کوئی کسی کی مدد نہ کر سکے گا اور نہ بغیر اذنِ الٰہی کسی کی سفارش قبول ہو گی۔ (۱۰ : ۴۵ ؛ ۲ : ۴۸ ، ۱۲۳)

اس دن نہ کوئی نسب رہے گا۔ اور نہ کوئی کسی کا حال پوچھے گا۔ (۲۳ : ۱۰۱)

اس دن اولاد بھی کفایت نہ کرے گی، اور رشتے ناطے کے سب لوگ بیٹے، بیوی بھائی کنبہ اور جو کچھ زمین میں ہے۔ ہرگز کام نہیں آئے گا۔ (۲۶ : ۸۸ ؛ ۳۱ : ۳۳ ؛ ۶۰ : ۳ ؛ ۷۰ : ۱۰-۱۵)

آدمی اپنے بھائی سے، ماں سے، باپ سے، بیوی سے، بیٹوں سے بھاگے گا۔ ہر کسی

کو اپنی فکر ہوگی۔ جو اس کو دوسری طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔ (۸۰ : ۳۳ - ۳۷)
کوئی دوست بھی کام نہ آسکے گا۔ اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔ سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ (۴۴ : ۴۱ - ۴۲)
متقیوں کے علاوہ دوست دوست کا دشمن ہو جائے گا۔ (۴۳ : ۶۷)
نفع پہنچانا تو درکنار ایک دوسرے کو الزام دیں گے۔ (۳۴ : ۳۱ - ۳۳)
اس دن بیع، دوستی اور سفارش نہ ہوگی۔ (۲ : ۲۵۴)
کوئی کسی کا وکیل و کارساز نہ ہوگا۔ (۴ : ۱۰۹)
مال، اولاد اور سلطنت کوئی چیز بھی کام نہ آئے گی۔ (۲۶ : ۸۸ ؛ ۶۹ : ۲۸ - ۲۹ ؛ ۹۲ : ۱۱)
ظالموں کے لئے کوئی دوست اور سفارشی نہ ہوگا۔ جس کی بات مانی جائے۔ (۴۰ : ۱۸)
کافروں پر تو وہ دن بہت ہی بھاری ہوگا۔ (۷۴ : ۸ - ۱۰)
بھلا کفار کیسے بچ سکتے ہیں جبکہ آسمان پھٹ جائے گا۔ اور لڑکے بوڑھے ہو جائیں گے (۷۳ : ۱۷ - ۱۸)
اس دن یادِ الٰہی سے اعراض کرنے والا اندھا اٹھایا جائے گا۔ (۲۰ : ۱۲۴)
کسی کا کوئی عذر بھی قبول نہ ہوگا۔ (۳۰ : ۵۷ ؛ ۴۰ : ۵۲ ؛ ۶۶ : ۷)
اس دن بغیر اذن کے کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے بات نہ کر سکے گا۔ (۷۸ : ۳۷ - ۳۸)
دل حلق کے نزدیک غم سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ (۴۰ : ۱۸)
نگاہیں پلٹ کر کسی اور طرف متوجہ نہ ہوں گی۔ دل گرے ہوئے ہوں گے، اور سب لوگ سروں کو اونچا کیے ہوئے پریشان پھرتے ہوں گے۔ (۱۴ : ۴۳)
آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی پوشیدہ باتیں سب ظاہر ہو جائیں گی۔ (۴۰ : ۱۹)

۴۔ عرشِ الٰہی اور ملائکہ

تمہارا پروردگار اور فرشتے قطار در قطار (زمین پر) آئیں گے۔ (۸۹ : ۲۲)
تمام فرشتے اور روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام صف بستہ با ادب کھڑے ہوں گے۔ اور کوئی بغیر اذن الٰہی بات نہ کر سکے گا۔ (۷۸ : ۳۸)
تمام فرشتے عرشِ الٰہی کے گرد حلقہ باندھے اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں گے (۳۹ : ۷۵)
اس دن عرشِ الٰہی کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (۶۹ : ۱۵۔۱۷)
اس دن بادشاہی صرف اللہ ہی کی ہوگی۔ (۶ : ۷۳؛ ۲۲ : ۵۶؛ ۲۵ : ۲۶)
جو واحد اور قہار ہے۔ (۴۰ : ۱۶)
اس دن سب آوازیں پست ہوں گی۔ (۲۰ : ۱۰۸)
زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور کتاب (یعنی اعمال نامے) پیش ہوں گے۔ پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جائے گا۔ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ (۳۹ : ۶۹)
اللہ رب العزت اپنے حکم سے فیصلے فرمائے گا۔ (۲۷ : ۷۸)

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس دن اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر نزولِ اجلال فرمائے گا۔ اور وہ کرسی اس طرح بولے گی جس طرح نئے چمڑے کی تنگ زین بولتی ہے۔ کرسی کی کشادگی اتنی ہوگی جتنی کہ آسمان و زمین کے درمیان فضا ہے۔ (دارقطنی بطولہ)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو اپنے پنجہ میں لے لے گا اور آسمان کو داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا۔ اور پھر فرمائے گا "میں ہوں بادشاہ۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں بادشاہی کا دعویٰ کرتے تھے؟ (بخاری۔ مسلم)

۵۔ اعمال نامے اور تین گروہ

اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کا اعمال نامہ اس کی گردن میں لگا رکھا ہے۔ قیامت کے دن باری تعالیٰ اس کو نکال کر دکھائیں گے اور ہر شخص اس کو کھلا ہوا دیکھے گا۔ (ارشاد باری ہوگا کہ) اپنا اعمال نامہ پڑھ لو۔ آج تم خود ہی اپنا حساب لینے کو کافی ہو۔ (۱۷: ۱۳۔ ۱۴)

(اس طرح) جب اعمال ناموں کو کھولا جائے گا۔ (۸۱: ۱۰)

تو ہر شخص جان لے گا کہ وہ (نیکی یا بدی) کیا لے کر آیا ہے۔ (۸۱: ۱۴)

اعمال نامے تو قیامت کے دن سچ بولتی ہوئی کتاب ہوں گے۔ کیونکہ باری تعالیٰ ساتھ کے ساتھ بندوں کے سب اعمال لکھواتے رہتے تھے۔ (۴۵: ۲۹)

اس دن ہر امت (اپنی بداعمالیوں اور باری تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے) اپنے زانو پر گری ہوئی ہوگی۔ اور اعمال نامے کی طرف پکاری جائے گی۔ (۴۵: ۲۸)

ہر امت کو اس کے امام (لیڈر یا سردار) کے ساتھ پکارا جائے گا۔ (۱۷: ۷۱)

اس طرح لوگ مختلف گروہوں میں بٹ جائیں گے، تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ پھر جس نے ذرّہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرّہ برابر بھی برائی کی ہوگی، وہ بھی اس کو دیکھ لے گا۔ (۹۹: ۶ - ۸)

پھر جس کا اعمالنامہ اس کے دائیں ہاتھ میں ملے گا، تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔ (۸۴: ۷۔ ۹)

اور جس کا اعمالنامہ پشت کی جانب سے (اس کے بائیں ہاتھ میں) ملے گا، وہ موت موت پکارے گا۔ اور جہنم میں ڈالا جائے گا۔ (۸۴: ۱۰-۱۲)

اعمالنامے ملتے کے ساتھ ہی لوگوں کے تین گروہ ہو جائیں گے۔ (۵۶: ۱-۷)

(۱) سابقین ایک گروہ سابقین کا ہو گا۔ اس میں اوّل زمانے کے لوگ بہت ہوں گے۔ اور بعد والے کم ہوں گے۔ یہ متقربین کا گروہ ہو گا۔ (۵۶: ۱۰-۱۴)

یہ گروہ قطعی جنتی ہو گا۔ اور اس پر بے بہا انعامات ہوں گے۔ (۵۶: ۱۵ - ۲۶)

(۲) اصحابِ یمین دوسرا گروہ اصحابِ یمین کا ہو گا۔ اس گروہ پر بھی بہت انعامات ہوں گے۔ (۵۶: ۸، ۲۷ - ۳۸)

اس گروہ میں اوّل اور آخر دونوں زمانوں کے لوگ ہوں گے۔ (۵۶: ۳۹ - ۴۰)

اصحاب یمین اپنے اعمالنامے خود بھی پڑھیں گے۔ (۱۷: ۷۱)

اور (فرطِ مسرّت سے) دوسروں سے بھی کہیں گے کہ ہمارا اعمالنامہ پڑھیئے۔ ہمارا تو یہی خیال تھا کہ ہم کو حساب پیش آنے والا ہے۔ یہ لوگ جنت عالیہ میں اپنے پسندیدہ عیش میں ہوں گے۔ وہاں کے میوے جُھکے پڑتے ہوں گے۔ (اور ارشاد ہو گا کہ) خوب مزے کے ساتھ کھاؤ پیؤ، بسبب اس کے جو تم گذشتہ ایام میں آگے بھیج چکے ہو۔ (۶۹: ۱۹ - ۲۴)

(۳) اصحابِ شمال تیسرا گروہ اصحاب شمال کا ہو گا۔ یہ جہنم میں جائے گا۔ اور ان کو طرح طرح کے عذابات ہوں گے۔ (۵۶: ۹، ۴۱ - ۴۵)

ان کے اعمالنامے بائیں ہاتھ میں ملیں گے۔ اور ان پر بڑی سختی اور مصیبت نازل ہو گی (۶۹: ۲۵ - ۳۷)

یہ موت موت پکاریں گے اور آخر آگ میں جائیں گے۔ کیونکہ یہ (دنیا میں) اپنے اہل و عیال میں خوش تھے، اور ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری نہ ہو گی۔ (۸۴: ۱۰ - ۱۴)

۶۔ میزان

اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو بنائی۔ (۵۵ : ۷)

(حشر کے دن اعمالناموں کی تقسیم کے بعد) ترازو نصب کی جائے گی اور کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ رائی کے برابر عمل بھی لاکر حاضر کردیا جائے گا۔ (۲۱ : ۴۷)

اعمال کا تولا جانا بالکل برحق ہے۔ (۷ : ۸)

جن کے اعمال کی تول بھاری ہوگی وہ فلاح پاجائیں گے۔ (۷ : ۸؛ ۲۳ : ۱۰۲)

اور خاطر خواہ عیش و آرام میں رہیں گے۔ (۱۰۱ : ۶-۷)

اور جن کے اعمال کی تول ہلکی ہوگی، یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال لیا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ (۷ : ۹؛ ۲۳ : ۱۰۳)

ان کو ہاویہ میں ڈال دیا جائے گا۔ جو دہکتی ہوئی آگ ہے۔ (۱۰۱ : ۸ - ۱۱)

یہ آگ ان کے چہروں کو جھلس دے گی۔ اور وہ اس میں بدشکل ہوجائیں گے۔ (۲۳ : ۱۰۴)

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :-

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ کو دوزخ کی آگ یاد آگئی اور میں رو پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیوں روتی ہو؟ میں نے عرض کیا۔ دوزخ کی آگ یاد آگئی۔ اور میں رو پڑی۔ کیا قیامت کے دن آپ اہل و عیال کو یاد رکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مقامات ایسے ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ ایک تو میزان اعمال پر، جب تک یہ معلوم نہ ہوجائے کہ اس کے نامۂ اعمال کا پلہ بھاری رہا یا ہلکا۔ دوسرے اعمالنامے ہاتھوں میں حوالہ دیے جانے کے وقت، جب تک یہ معلوم نہ ہوجائے کہ نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا یا بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے

سے۔ اور جبکہ دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ پانے والا (خوشی سے) یہ نہ کہے کہ آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو۔ تیسرے[۳] پل صراط کے قریب جبکہ پل صراط کو جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔ (ابوداؤد)

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ میرے لئے خاص طور پر سفارش فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اچھا میں سفارش کردوں گا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ابتدا میں تو مجھ کو پل صراط[۱] پر تلاش کر۔ میں نے عرض کیا۔ اگر آپ پل صراط پر نہ ملیں؟ فرمایا تو میزان[۲] پر۔ میں نے عرض کیا۔ اگر آپؐ میزان پر بھی نہ ملیں؟ فرمایا۔ حوض[۳] کوثر پر۔ میں ان تینوں جگہوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ (یعنی ان مقامات میں سے کسی ایک جگہ ضرور ملوں گا)۔ (ترمذی)

(۳) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن خدا تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو مخلوق کے سامنے طلب کرے گا۔ اور اس کے روبرو ننانوے دفتر رکھے گا۔ جن میں سے ہر ایک دفتر حدِ نظر تک ہوگا۔ اور پھر اس سے دریافت کرے گا۔ کیا اس میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے لکھنے والے نے تجھ پر زیادتی کی ہے؟ وہ شخص عرض کرے گا۔ نہیں میرے پروردگار! پھر خدا پوچھے گا۔ کیا تو کوئی عذر رکھتا ہے؟ وہ شخص کہے گا نہیں میرے پروردگار میں کوئی عذر نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ ہاں ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے۔ اور تجھ پر آج کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا۔ جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ لکھا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو میزان پر حاضر ہو۔ وہ شخص عرض کرے گا۔ اے پروردگار! اس پرچہ کی ان دفتروں

کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے ؟ باری تعالیٰ فرمائے گا۔ تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دفتروں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا۔ اور اس پرچہ کو دوسرے پلڑے میں۔ دفتروں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا۔ اور پرچہ کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے کوئی چیز بھاری نہ ہوگی۔ (ترمذیؒ۔ ابن ماجہؒ)

۷۔ حوضِ کوثر

(اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!) بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے۔ پس آپؐ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے۔ بالیقین آپؐ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔ (۱۰۸ : ۱۔۳)

ف :۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سب سے بڑے بیٹے حضرت قاسم تھے۔ ان کا مکہ میں انتقال ہو گیا، تو عاصؔ بن وائل سہمی اور اس کے ساتھ دوسرے مشرکین نے یہ کہا کہ آپؐ کی نسل منقطع ہو گئی۔ پس آپ نعوذ باللہ ابتر یعنی بے نام ونشان ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ ان کے دین کا چرچا چند روزہ ہے پھر یہ سب بکھیڑے پاک ہو جاویں گے۔ اس پر آپ کی تسلّی کے لئے یہ سورہ الکوثر نازل ہوئی۔ (بیان القرآن)

کوثر کے معنیٰ "خیرِ کثیر" کے ہیں۔ یعنی بہت زیادہ بھلائی۔ اور بہتری۔ "البحر المحیط" میں اس کے متعلق چھبیس اقوال ذکر کئے ہیں۔ اور اخیر میں اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت ہر قسم کی دینی ودنیوی دولتیں اور حسّی ومعنوی نعمتیں داخل ہیں، جو آپ کو یا آپ کے طفیل میں امت مرحومہ کو ملنے والی

تھیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت حوض کوثر بھی ہے جس کے پانی سے آپؐ اپنی امت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے۔ (حواشی علامہ عثمانیؒ)

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :-

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (معراج کی رات) میں جنت میں پھر رہا تھا کہ میرا گزر ایک نہر پہ ہوا۔ جس کے دونوں طرف خالی موتیوں کے گنبد تھے۔ میں نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ کوثر ہے۔ وہ کوثر جو آپؐ کے پروردگار نے آپ کو بخشا ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی مٹی نہایت خوشبو دار ہے۔ (بخاریؒ)

(۲) حضرت سمرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر نبی کا ایک حوض ہوگا۔ اور انبیاء علیہم السلام اس پر فخر کریں گے۔ کہ کس کے حوض پر آدمی زیادہ آتے ہیں۔ اور مجھ کو امید ہے کہ سب سے زیادہ آدمی میرے حوض پر آئیں گے۔ (ترمذیؒ)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کی درازی رکھتا ہے۔ اس کے زاویے برابر ہیں۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور خوشبو مشک سے زیادہ، اس کے پانی پینے کے برتن آسمان کے ستاروں کی مانند ہوں گے۔ اور جو شخص اس سے پانی پیئے گا۔ اس کو پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے حوض کی درازی اتنی ہے جتنا مقام ایلہ و عدن کے درمیان فاصلہ۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور اس شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جس میں دودھ ملا ہوا ہو۔ اور اس کے پینے کے برتن آسمان کے

ستاروں سے زیادہ ہیں۔ میں (غیر امتوں کے) لوگوں کو اپنے حوض پر آنے سے اس طرح روکوں گا جس طرح کوئی آدمی اپنے اونٹوں کے حوض پر دوسرے اونٹوں کو آنے سے روکتا ہے۔

صحابہؓ نے پوچھا۔ یارسول اللہ! اس روز آپ ہم کو پہچان لیں گے؟ فرمایا ہاں تمہارے لئے ایک علامت ہوگی جو کسی امت کے لئے نہ ہوگی۔ تم میرے پاس اس حال میں آؤ گے کہ تمہاری پیشانی اور ہاتھ پاؤں وضو کے سبب سے روشن اور چمکتے ہوں گے۔ (مسلمؒ)

(۵) بدعتیوں کے لئے ممانعت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں حوضِ کوثر پر تمہارا میر سامان ہوں گا۔ جو شخص میرے پاس سے گزرے گا۔ پانی پیئے گا۔ وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ البتہ میرے پاس بہت سی قومیں آئیں گی۔ میں ان کو پہچان لوں گا۔ اور وہ مجھ کو پہچان لیں گی۔ پھر میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی۔ میں کہوں گا۔ یہ لوگ تو میرے ہیں۔ اس کے جواب میں بتایا جائے گا۔ کہ آپ کو معلوم نہیں، انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی باتیں پیدا کی ہیں۔ (یہ سن کر) میں کہونگا۔ وہ لوگ دور ہوں! مجھ سے دور!! خدا کی رحمت سے دور!!! جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلی کی ہے (بخاریؒ ومسلمؒ)

۸۔ اللہ کی عدالت میں پیشی

مجرم زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ ان کے کرتے گندھک کے ہوں گے، اور آگ

ان کے چہروں پر لپٹی ہوئی ہو گی۔ (۱۴ : ۴۹ - ۵۰)

ان سب کو گھیر کر لایا جائے گا کسی کو بھی نہ چھوڑا جائے گا۔ ان کی فوجوں کی فوجیں، صف در صف اس حال میں سامنے آئیں گی، جس حال میں پہلی مرتبہ پیدا کئے گئے تھے (۷۸ : ۱۸ ؛ ۱۸ : ۴۷ - ۴۸)

جواب دہی کے لئے سب کی حیثیت انفرادی ہو گی۔ اور اس لحاظ سے سب تن تنہا ہوں گے۔ اور وہ شرکاء جن کے بارے میں ان کو زعم تھا کہ سفارش کریں گے، ان میں سے کوئی بھی ساتھ نہ دے گا۔ (۱۹ : ۸۰، ۹۵ ؛ ۶ : ۹۴)

ہر کسی کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک احوال بتانے والا ہو گا۔ (۵۰ : ۲۱)

اعمالنامے سامنے رکھ دیے جائیں گے۔ ان میں جو کچھ لکھا ہو گا۔ اس سے مجرم ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے۔ ہائے ہماری کم بختی !! یہ کیسا اعمالنامہ ہے کہ اس میں کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ لکھے بغیر نہیں رہا۔ اور وہ اپنے تمام اعمال کو (اس میں) موجود پائیں گے۔ اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ (۱۸ : ۴۹)

یوں تو مجرم اپنے چہروں ہی سے پہچانے جائیں گے۔ (۵۵ : ۴۱)

(لیکن اتمام حجت کے لئے ان سے سوال و جواب بھی ہو گا۔ اور ان سے) نعمتوں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ (۱۰۲ : ۸)

(جو لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے ان کے بارے میں) ان زندہ گاڑی ہوئی لڑکیوں سے پوچھا جائے گا کہ تم کو کس جرم کی پاداش میں ہلاک کیا گیا تھا۔ (۸۱ : ۸ - ۹)

۹۔ گواہوں کی طلبی

(جب سوالوں کی بھرمار ہو گی تو) مجرم اپنے جرائم سے لاعلمی کا اظہار کریں گے، حالانکہ اللہ

تعالیٰ نے ان کے سب اعمال گِن رکھے ہوں گے۔ اور ان کو ان کے اعمال کی طرف متوجہ کیا جائے گا۔ (۵۸۔ ۶)
اس پر گنہگار حجت کریں گے اور جھگڑیں گے۔ (۱۶ : ۱۱۱ ؛ ۳۹ : ۳۱)
تو پیغمبروں اور دیگر گواہوں کو بلایا جائے گا۔ (۵ : ۱۰۹ ؛ ۳۹ ۔۶۹)
ہر امت سے گواہ کھڑے کیئے جائیں گے۔ (۱۶ : ۸۴)
(جب مجرم پیغمبروں کی تبلیغ سے انکار کریں گے تو) امت محمدیہ کو بطور گواہ کے پیش کیا جائے گا۔ اور ان سب پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (بطور سرکاری) گواہ ہوں گے۔
(۲ : ۱۴۳ ؛ ۴ : ۴۱ ؛ ۱۶ : ۸۹ ؛ ۲۲ : ۷۸)
جب رسولوں اور امتوں سے سوال وجواب ہو چکیں گے، تو پھر اللہ تعالیٰ خود اپنے علم سے ان کے احوال ان کو سنائیں گے، کیونکہ باری تعالیٰ ان کے اعمال کے وقت غائب تو نہ تھے۔ (۷ : ۶ ۔ ۷)
(جب اس سے بھی وہ انکار کریں گے تو) اللہ تعالیٰ ان کے موہنوں پر مہر لگا دیں گے، اور ان کے ہاتھ بولنے لگیں گے، اور ان کے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔
(۲۴ : ۲۴ ؛ ۳۶ : ۶۵)
(اسی طرح) ان کے کان، آنکھیں اور کھالیں بھی گواہی دیں گی۔ وہ مجرم (جھلاکر) اپنے اعضاء سے کہیں گے۔ کہ تم ہمارے خلاف کیوں گواہی دیتے ہو؟ وہ اعضاء جواب دیں گے۔ کہ ہم کو تو اللہ تعالیٰ نے قوتِ گویائی دی ہے، جو ہر چیز کو گویائی عطا فرماتا ہے اسی نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا، اور اسی کی طرف لوٹائے گئے ہو۔ تم اس بات پر پردہ نہ کرتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی۔ اور تمہارا یہ خیال بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے کاموں کو جانتا نہیں ہے یہ محض تمہارا خیال تھا جو تم نے اپنے رب کے بارے میں قائم کر رکھا تھا۔ اسی خیال

نے تم کو غارت کر دیا۔ اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے۔ (۴۱: ۲۰-۲۳)۔
اب یہ لوگ بالکل بے بس ہو جائیں گے۔ اور اپنے تمام اعمال کو جان لیں گے۔
(۸۱: ۱۴؛ ۸۲: ۵)
اور ہر شخص اپنی کوششوں کو یاد کرے گا۔ (جو وہ دنیا میں کیا کرتا تھا)۔ (۷۹: ۳۵)
اور کافر یہ کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا!! (تاکہ سزا سے بچ جاتا)۔ (۷۸: ۴۰)
بدکار اپنے اعمال کو دیکھ کر اس بات کی تمنّا کریں گے کہ کاش ہمارے اور ہمارے اعمال کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہو جاتا!! (آخر مجبوراً ان کو اقرار جرم کرنا پڑے گا)۔
(۳: ۳۰)

۱۰۔ اقرارِ جرم

ا۔ کفّار

جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک گروہ ان لوگوں کا جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے، پھر ان کو روک کر پوچھا جائے گا۔ کیا تم نے میری آیتوں کو اپنے احاطۂ علمی میں لائے بغیر جھٹلایا تھا؟ یا بولو کہ اور کیا کیا (حرکتیں) کرتے تھے؟
(۲۷: ۸۳-۸۴)
اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول تم کو میرے احکام سناتے ہوئے اور پیشی کے دن سے ڈراتے ہوئے نہ آئے تھے؟ (۶: ۱۳۰)
تو تم نے ان رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟ (۲۸: ۶۵)
(وہ ان سوالات سے گھبرا جائیں گے اور دیکھیں گے کہ اب تو) عذاب کا قانون ان کے

ظلم کے سبب ان پر لگ ہی چکا۔تو وہ بات بھی نہ کر سکیں گے۔ (۲۷ : ۸۵)
ان کی بولتی بند ہو جائے گی۔اور وہ (جواب دینے کے لئے) ایک دوسرے سے پوچھ پاچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ (۲۸ : ۶۶)
(آخر اقرار جرم کرتے ہوئے) کہیں گے کہ ہم اپنے خلاف اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا۔اور وہ اقرار کریں گے کہ وہ کافر تھے۔(۶ : ۱۳۰)
(البتہ اپنی خفت کو کم کرنے کے لئے) کہیں گے۔اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہنا مانا، پھر انہوں نے ہم کو گمراہ کر دیا۔(اس لئے) اے ہمارے پروردگار ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے۔ (۳۳ : ۶۶-۶۸)

ب۔مشرکین

مشرکوں سے پوچھا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ جن کو تم میرے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے؟ (اور تم کو ان کا بڑا زعم تھا)۔ (۲۸ : ۶۲)
مشرک اپنے شرکاء کو دیکھ کر جواب دیں گے۔اے ہمارے پروردگار! یہ ہمارے شرکاء ہیں جن کو ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے۔اس پر وہ شرکاء بات کو ان پر پلٹانے کے لئے کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے اور ان کی افترا پردازیاں سب گم ہو جائیں گی۔ (۱۶ : ۸۶ ۔ ۸۷)
پھر وہ شرکاء بھی اپنے آپ کو قانون کی زد میں آتے دیکھ کر جرم کا اقرار کرتے ہوئے کہیں گے اے ہمارے رب! واقعی یہ لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا جس طرح کہ ہم خود بہکے ہوئے تھے۔اب ہم آپ کے سامنے ان سے دست بردار ہوتے ہیں۔(در حقیقت) وہ ہم کو نہیں بلکہ شیطانوں کو پوجتے تھے۔اس پر مشرکوں سے کہا جائے گا کہ اپنے

شرکاء کو بلاؤ! وہ ان کو پکاریں گے، مگر وہ جواب نہ دیں گے، اور ان کو عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (۲۸: ۶۳-۶۴ ؛ ۴۲: ۴۱)

ج۔ متکبّرین

جب سب اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، تو کمزور متکبّروں سے کہیں گے۔ ہم تو تمہارے تابع تھے، پس تم ہم کو اللہ کے عذاب سے کچھ تو بچاؤ۔ وہ جواب دیں گے۔ اگر اللہ ہم کو ہدایت دیتا تو ہم تم کو بھی ہدایت کرتے۔ اب ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں۔ خواہ ہم پریشان ہوں یا ضبط کریں۔ ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ (۱۴: ۲۱)

متکبرین کمزوروں سے مزید کہیں گے۔ کیا ہم نے تم کو تمہارے پاس حق بات پہنچنے کے بعد روکا تھا۔؟ ہرگز نہیں! بلکہ تم خود ہی گنہگار تھے۔ کمزور جواب دیں گے۔ بے شک (تم نے زبردستی تو مجبور نہیں کیا تھا) مگر تم رات دن ہم کو مکر و فریب اور مغویانہ تدبیر سے بہکاتے پھسلاتے رہتے تھے۔ جب تم ہم سے کہا کرتے تھے کہ ہم اللہ کو نہ مانیں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرائیں۔ الغرض وہ عذاب کو دیکھ کر چھپے چھپے پچتانے لگیں گے۔ (لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت)۔ ان کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے۔ اور یہ ان کے (بُرے) عملوں کا بدلہ ہوگا۔ (۳۴: ۳۱-۳۳)

د۔ شیاطین

جب فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان بولے گا۔ بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا،

اور میں نے تم سے جو وعدے کئے تھے وہ جھوٹے تھے۔ لیکن میری تم پر کوئی حکومت تو نہ تھی۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ میں نے تم کو بلایا تھا، پھر تم نے میری بات کو مان لیا تھا۔ پس تم مجھے الزام مت دو، بلکہ اپنے آپ کو الزام دو۔ نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچوں۔ اور نہ تم میری فریاد کو پہنچو۔ تم نے جو اس سے قبل مجھ کو شریک ٹھہرایا تھا، تو میں تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں۔ (۱۴ : ۲۲)

اس پر ارشاد باری ہوگا کہ) اے مجرمو! آج کے دن الگ ہو جاؤ۔ کیا میں نے تم سے کہہ نہ رکھا تھا کہ اے بنی آدمؑ! یہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے، اس کی عبادت نہ کرنا، اور یہ کہ تم میری عبادت کرنا، یہی سیدھی راہ ہے۔ (اس کے باوجود) شیطان تم میں سے بہت ساروں کو بہکا لے گیا۔ کیا تم کو عقل نہ تھی؟ یہ (سامنے) دوزخ ہے جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا۔ آج اپنے کفر کی بدولت اس میں جا پڑو۔ (۳۶ : ۵۹ - ۶۴)

وہ لوگ (مارے شرم کے) کہیں گے۔ کاش ہمارے اور شیطان کے درمیان بعدالمشرقین ہو جاتے۔ وہ تو بہت برا ساتھی تھا۔ (۴۳ : ۳۸)

اور عرض کریں گے۔ اے ہمارے پروردگار! جن و انس میں سے ہمیں گمراہ کرنے والے ہم کو دکھا، تاکہ ہم ان کو قدموں تلے روند کر ذلیل کریں۔ (۴۱ : ۲۹)

۵۔ مہلت کی درخواست

(مقدمے کو اپنے خلاف ہوتا دیکھ کر) ظالم معذرت چاہیں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تھوڑی مدت کے لئے مہلت دے دیجئے۔ تاکہ ہم تیری دعوت کو قبول کر کے ایمان لے آئیں اور تیرے رسولوں کی پیروی کر لیں۔ ارشاد ہوگا کہ اب کہاں نصیحت ہو سکتی ہے؟ اس سے پیشتر تمہارے پاس رسول (احکام کو) واضح کر کے سنانے والے آئے مگر تم

نے پیٹھ پھیری اور پیغمبروں کو دیوانہ کہا۔ اگر تم کو تھوڑی مہلت بھی دے دیں تو تم پھر وہی حرکتیں کرو گے۔ (۴۴: ۱۲-۱۵)

کیا تم کو میری آیتیں نہ سنائی گئی تھیں۔ اور تم تکذیب نہیں کرتے تھے؟ کیا تم اس سے پیشتر اس بات پر قسمیں نہیں کھاتے تھے۔ کہ تم کو دنیا کی زندگی میں زوال نہیں ہوگا؟ کیا تم ان لوگوں کی بستیوں میں آباد نہ تھے۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اور تم پر یہ بات کھل چکی تھی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا تھا! اور ہم نے تم کو سب قصے سنا دیے تھے!! وہ عرض کریں گے۔ اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی تھی اور ہم لوگ گمراہ رہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس عذاب سے نکال لے (اور ایک دفعہ پھر دنیا میں بھیج دے)۔ اگر ہم پھر ایسا کریں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے۔ ارشاد ہوگا۔ خاموش رہو اور پھٹکارے ہوئے پڑے رہو! تم وہی تو ہو جو میرے بندوں کے ایک ایسے گروہ کا جو یہ کہتے تھے کہ "اے ہمارے رب! ہم یقین لائے پس تو ہم کو معاف کر اور ہم پر رحم فرما، اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔" مذاق اڑایا کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کے پیچھے تم میری یاد بھول گئے اور ان کا مذاق اڑاتے رہے۔ میں نے آج ان کو ان کے صبر کا بدلہ دیا اور وہ مراد کو پہنچ گئے۔

(۱۴: ۴۴-۴۵ ؛ ۲۳: ۱۰۵-۱۱۱)

۹۔ فدیہ دینے کی خواہش

قیامت کے دن کا عذاب بے مثل ہوگا۔ اور قید بڑی سخت ہوگی۔ (۸۹: ۲۵-۲۶)
اس عذاب کو دیکھ کر انسان سوچے گا، مگر اس وقت کا سوچنا بیکار ہوگا۔ وہ پچھتائے گا اور کہے گا کہ کاش میں (دنیا میں) اس زندگی کے لئے کوئی عمل آگے بھیج لیتا۔ (۸۹: ۲۳-۲۴)

قیامت کا عذاب تو تمام دنیا کی دولت سے دوگنی دولت دے کر بھی ٹلایا نہ جا سکے گا۔
(۵ : ۳٦ ؛ ۳۹ : ۴۷)

ظالم تو یہی چاہیں گے کہ اگر تمام دنیا کی دولت بھی ان کے پاس ہو تو فدیے میں دے ڈالیں !! وہ بہت نادم ہوں گے اور عذاب کو دیکھ کر اپنی ندامت کو چھپانے کی کوشش کریں گے۔ (مگر ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکے گی) اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔ اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۱۰ : ۵۴)

حدیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اس بندے سے دریافت کرے گا جو کم سے کم عذاب میں مبتلا ہو گا۔ کیا اس عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لئے اگر تیرے ہاتھ میں دنیا کی کوئی چیز ہوتی تو تو دے دیتا؟ یہ بندہ کہے گا۔ بے شک میرے پاس جو کچھ بھی ہوتا، وہ دے کر اس عذاب سے نجات حاصل کر لیتا !! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تو تجھ سے جب تو آدم کی پشت میں تھا، بہت ہی ہلکی چیز طلب کی تھی۔ اور وہ یہ تھی کہ میرے ساتھ شریک نہ کیجیو۔ لیکن تو نے انکار کیا۔ اور تو نے میرے ساتھ شرک کیا۔ (بخاری و مسلم)

۱۱۔ فیصلہ

۱۔ انصاف الٰہی

(فیصلے کے دن) ہر کسی کو اپنے عملوں کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۲ : ۲۸۱ ؛ ۱۱ : ۱۱۱ ؛ ۲۲ : ۱۰ ؛ ۲۴ : ۲۵ ؛ ۳۹ : ۷۰ ؛ ۴۰ : ۱۷)

جس کا جیسا عمل ہو گا ۔ اس کو ویسا ہی بدلہ ملے گا ۔ (۳۴ : ۳۳ ؛ ۳۶ : ۵۴ ؛ ۳۷ : ۳۹ ؛
(۴۰ : ۱۷ ؛ ۴۵ : ۲۲)
کسی پر کھجور کے شگاف کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا ۔ (۴ : ۱۲۴)
انسان کو وہی ملے گا جو اس نے کمایا ہو گا ۔ (۵۳ : ۳۹)
ہر کسی کو اس کی کمائی دکھائی جائے گی اور پھر اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا (۵۳ : ۴۰-۴۱)
جس نے ذرہ بھر بھلائی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا ۔ (۹۹ : ۷)
اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا ۔ (۹۹ : ۸)
احسان کا بدلہ احسان ہو گا ۔ (۵۵ : ۶۰)
شکر گزاروں کو ان کی شکر گزاری کا بدلہ ملے گا ۔ (۳ : ۱۴۵)
اسی طرح سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ ملے گا ۔ (۳۳ : ۲۴)
اور ناشکروں کو سزا دی جائے گی ۔ (۳۴ : ۱۷)
(اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ اعلان فرما رکھا ہے کہ) جو کوئی اپنے اعمال کا ثواب دنیا میں لینا چاہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا و آخرت دونوں کا ثواب ہے۔ (۴ : ۱۳۴)
جو دنیا میں چاہتا ہے اس کو دنیا میں دے دیا جاتا ہے، اور جو آخرت میں چاہتا ہے اس کو آخرت میں مل جائے گا ۔ (۳ : ۱۴۵)
(لیکن یاد رکھو) جو لوگ اپنی خواہش کے مطابق اپنے اعمال کا بدلہ دنیا میں لے چکے ہوں گے ان کے لئے آخرت میں سوائے جہنم کی آگ کے اور کچھ نہ ہو گا۔ (۱۱ : ۱۵-۱۶ ؛
(۱۷ : ۱۸)
پس نیک عمل مومن بے انصافی اور نقصان کا ہرگز اندیشہ نہ رکھیں ۔ ان کے ساتھ انصاف کیا جائے گا ۔ اور ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا ۔ اور جن لوگوں نے نیکی کو عار سمجھ کر اس کو ترک کیا ہو گا ، اور تکبر کیا

ہوگا۔ ان کو دردناک عذاب ہوگا اور ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا۔
(۲۰ : ۱۱۲ ؛ ۴ : ۱۷۳)

ب۔ رحمتِ الٰہی

ف :۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنی رحمت سے نوازنے کے لئے نیکیوں کا ثواب بہت بڑھا چڑھا کر رکھا ہے اور اس کے مقابلے میں برائیوں کی سزا ہر برائی کے مثل رکھی ہے، تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ نیکیوں کی طرف متوجہ ہوسکیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون آیاتِ ذیل میں خوب وضاحت سے بیان کیا گیا ہے:۔

نیکیوں کا ثواب زیادہ کر کے دیا جائے گا۔ (۲۷ : ۸۹ ؛ ۲۸ : ۸۴ ؛ ۴۲ : ۲۳ ؛ ۴۳ : ۲۰)

نیکیوں کا ثواب دوگنا ملے گا۔ (۵۷ : ۲۸)

نیکیوں کا ثواب بڑھا چڑھا کر ملے گا۔ (۴ : ۴۰ ؛ ۳۴ : ۳۷)

نیکیوں کا ثواب دس گنا ملے گا۔ (۶ : ۱۶۰)

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا ثواب سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ملے گا۔
(۲ : ۲۶۱)

اللہ تعالیٰ کو قرضہ حسنہ دینے کا ثواب بھی بڑھا چڑھا کر ملے گا۔ (۵۷ : ۱۱، ۱۸ ؛ ۶۴ : ۱۷)

لیکن برائیوں کا بدلہ ہر برائی کے برابر ہی ملے گا۔ کم زیادہ نہ ہوگا۔ (۶ : ۱۶۰ ؛ ۲۷ : ۹۰ ؛ ۲۸ : ۸۴ ؛ ۴۰ : ۴۰ ؛ ۴۲ : ۴۰)

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث قدسی میں روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ میرا بندہ جب اپنے دل

میں نیک کام کرنے کا خیال کرتا ہے۔ تو صرف اس خیال پر میں ایک نیکی لکھ دیتا ہوں۔ یہ تو اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ اسے کرتا نہیں۔ اور اگر یہ نیکی کر لیتا ہے۔ تو اب اس کا دس گنا لکھتا ہوں۔ اور جب دل میں کسی برائی کا خیال کرتا ہے، تو اسے معاف کر دیتا ہوں، اگر وہ برائی کر لیتا ہے، تو اسے صرف ایک برائی لکھتا ہوں۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اے پروردگار! یہ تیرا بندہ برائی کرنے کا قصد کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ابھی اسے دیکھتے رہو، اگر کرے تو اس کی صرف ایک برائی لکھ لو، اور اگر چھوڑ دے تو اب اس کے حق میں اسے بھی ایک نیکی لکھ لو۔ کہ اس نے میرے ہی خوف سے اس برائی کو چھوڑا ہے۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ جب تم میں کوئی سچا اور پکا مسلمان بن جاتا ہے تو پھر جو نیکی کرتا ہے وہ اس کے نامۂ اعمال میں دس گنا سے سات سو گنا تک لکھی جاتی ہیں۔ اور جو برائی کرتا ہے وہ صرف اتنی ہی لکھی جاتی ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ احتمال یہ بھی رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرماتے۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

(۳) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب آدمی کے اسلام میں خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے، تو اس کی تمام وہ نیکیاں جو اس نے شرک کے زمانہ میں کی تھیں، اسلام کے بعد سب لکھ دی جاتی ہیں۔ (دار قطنیؒ)

(۴) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس شخص کو جانتا ہوں۔ جو جنتیوں میں سب سے آخر میں جنت کے

اندر داخل ہوگا۔ اور سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا۔ یہ وہ شخص ہوگا جس کو قیامت کے دن (پروردگار کے حضور میں) لایا جائے گا اور (فرشتوں سے) کہا جائے گا۔ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو اس کے سامنے پیش کرو اور بڑے بڑے گناہوں کو مخفی رکھو۔ چنانچہ چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر ظاہر کئے جائیں گے۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں روز یہ بُرا کام کیا، اور فلاں دن یہ برا کام کیا اور فلاں روز ایسا کیا۔ وہ کہے گا۔ ہاں میں نے ایسا کیا۔ وہ ان گناہوں کا انکار نہ کر سکے گا۔ اس لئے کہ وہ بڑے بڑے گناہوں سے خوف زدہ ہوگا پھر اس سے کہا جائے گا کہ تیری ہر برائی کے بدلہ میں تجھ کو ایک نیکی دی گئی۔ یہ سن کر وہ کہے گا۔ پروردگار! میں نے اور بھی بہت سے بُرے کام کئے ہیں جن کو میں ان میں نہیں پاتا۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان کر کے ہنسے کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں۔ (مسلم)

ج۔ فیصلۂ الٰہی

اللہ تعالیٰ جزا کے دن کا مالک ہے (۱ : ۳)

وہ خود اپنے حکم سے فیصلہ فرمائے گا۔ (۲۷ : ۷۸)

اور کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۳۶ : ۵۴ ؛ ۴۰ : ۱۷)

کیونکہ اللہ تعالیٰ تو قیامت کے دن بھی انسان سے پوری طرح باخبر ہوگا۔ (جس طرح آج ہے)۔ (۱۰۰ : ۱۱)

اور سینے میں چھپی ہوئی باتیں بھی آشکارا ہو جائیں گی۔ (۱۰۰ : ۱۰)

اس دن تو سب بھید کھل جائیں گے اور (مجرموں میں) نہ تو خود کوئی طاقت ہوگی اور نہ

ہی ان کا کوئی مددگار ہوگا۔ (۸۶ : ۹ - ۱۰)
اس دن تمام اختلافات کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ (۳۲ : ۲۵)
مومنوں، یہودیوں، بے دینوں، نصاریٰ، مجوسیوں، مشرکوں (غرضیکہ سب قسم کے لوگوں) میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ (۲۲ : ۱۷)
یہ فیصلہ بالکل حق کے ساتھ ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے۔ (۳۴ : ۲۶)
فیصلہ سناتے وقت فرشتے عرشِ الٰہی کے گرد کھڑے تسبیح میں مشغول ہوں گے، اور فیصلہ سنانے کے بعد کہا جائے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط (یعنی سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہان والوں کا رب ہے)۔ (۳۹ : ۷۵)

۱۲۔ پُل صراط

۱۔ محل وقوع

(پل صراط دوزخ کے اوپر ہوگا اور) ہر شخص کو لازماً اس کے اوپر سے گزرنا ہوگا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے حتمی طور پر طے کر رکھی ہے۔ ۱۹ : ۷۱)
متقی لوگ اس پر سے نجات پائیں گے اور ظالم اوندھے منہ دوزخ میں گر جائیں گے۔ (۱۹ : ۷۲)

حدیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پل صراط دوزخ کے اوپر قائم کیا جائے گا۔ اور میں سب سے پہلا

رسول ہوں گا۔ جو اپنی امت کے ساتھ پل صراط کے اوپر سے گزروں گا۔ اس روز رسولوں کے سوا کسی کو کلام کرنے کی قدرت نہ ہوگی۔ اور رسول بھی صرف اتنا کہیں گے۔ اے اللہ ہم کو سالم رکھ۔ اور جہنم کے اندر ایسے آنکڑے ہوں گے جیسے سعدان (درخت) کے کانٹے۔ ان آنکڑوں کی لمبائی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ یہ آنکڑے لوگوں کو ان کی بداعمالی کے موافق اچک لیں گے۔ یعنی بعض کو ان کی بداعمالی پر ہلاک کر دیں گے اور بعض کو پاش پاش کر دیں گے۔ پھر وہ نجات پا جائیں گے۔ (ان کی نجات کی صورت یہ ہوگی) کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلہ سے فارغ ہو جائے گا اور یہ ارادہ کرے گا کہ جن لوگوں نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اعتراف کیا ہے، ان میں سے جن کو وہ چاہے دوزخ سے نکال لیں۔ چنانچہ وہ پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات سے ان لوگوں کو شناخت کریں گے۔ اور دوزخ سے نکال لیں گے۔ اور خدا تعالیٰ نے دوزخ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدوں کے نشانات جلائے۔ آگ انسان کے سارے جسم کو جلا ڈالے گی مگر سجدہ کے نشان کو نہ جلائے گی۔ یہ لوگ دوزخ سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ آگ نے ان کو جلا کر سیاہ کر دیا ہوگا۔ ان پر آبِ حیات چھڑکا جائے گا۔ اور وہ اس پانی سے اس طرح اگ آئیں گے جیسے دریا کے کنارے کوڑے کرکٹ میں دانہ اگ آتا ہے۔ (بخاری و مسلم بطولہ)

ب۔ نور کی تقسیم

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان لوگوں کو جو آپؐ پر ایمان لائے ہیں۔ رسوا نہ کریگا۔ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہوگا۔ اور وہ یہ کہتے ہوں گے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے نور کو پورا کر دے اور

ہم کو بخش دے ۔ بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔(۶۶ : ۸)

اس دن تم دیکھو گے کہ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے آگے ، اور ان کے داہنے ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کو بہشتوں کی بشارت ملے گی ، جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی ، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی ۔(۵۷ : ۱۲)

اس دن منافق مرد اور منافقہ عورتیں مومنوں سے کہیں گے ۔ ذرا ہمارا انتظار کرو ، ہم بھی تمہارے نور میں سے تھوڑا سا لے لیں ۔ کہا جائے گا کہ پیچھے لوٹ جاؤ اور وہاں نور تلاش کرو ۔ پھر ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی ۔ جس میں ایک دروازہ ہوگا ۔ اس کے اندر رحمت ہوگی ۔ اور باہر کی طرف عذاب ہوگا ۔ یہ منافق ان مومنوں کو پکار کر کہیں گے ۔ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے ؟ وہ جواب دیں گے کیوں نہیں ؟ (تھے تو سہی) مگر تم نے اپنے آپ کو فتنے میں مبتلا کرلیا ۔ اور راہ دیکھتے رہے ۔ اور دھوکے میں پڑے رہے ۔ اور تمہاری آرزوؤں نے تم کو فریب میں ڈالا ، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا ۔ اور دغاباز (شیطان) نے تم کو اللہ کے نام سے دھوکا دیا ۔ پس آج کے دن تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ قبول نہ کیا جائے گا ، تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے ۔ وہی (دوزخ) تمہاری رفیق ہے اور بہت بُری جگہ ہے پہنچنے کی ۔ (۵۷ : ۱۳-۱۵)

ف ۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رح نے حواشی میں تحریر فرمایا ہے :۔

"میدان حشر سے جس وقت پل صراط پر جائیں گے سخت اندھیرا ہوگا ۔ تب اپنے ایمان اور عمل صالح کی روشنی ساتھ ہوگی ۔ شاید ایمان کی روشنی جس کا محل قلب ہے ۔ آگے ہو اور عمل صالح کی داہنے ، کیونکہ نیک عمل داہنی طرف جمع ہوتے ہیں جس درجہ کا کسی کا ایمان وعمل ہوگا ، اسی درجہ کی روشنی ملے گی ۔ اور غالباً اس امت کی روشنی اپنے نبی کے طفیل دوسری امتوں کی روشنی سے زیادہ صاف اور تیز ہوگی ۔

کھلے ہوئے کافر پل صراط پر نہیں چلیں گے ۔ بلکہ پہلے ہی دوزخ میں اس کے دروازوں سے دھکیل دیے جائیں گے۔ ہاں جو کسی نبی کی امت میں ہیں سچے یا کچے ، انہیں پل صراط سے گزرنے کا حکم ہوگا ۔ اس پر چڑھنے سے پہلے ایک سخت اندھیری لوگوں کو گھیرے گی ۔ اس وقت ایمان والوں کے ساتھ روشنی ہوگی ۔منافق بھی ان کی روشنی میں پیچھے پیچھے چلنا چاہیں گے، لیکن مومن جلد آگے بڑھ جائیں گے ۔ اس لئے ان کی روشنی منافقین سے دور ہوتی جائے گی ۔تب وہ پکاریں گے کہ میاں ذرا ٹھہرو ، ہم کو اندھیرے میں پیچھے چھوڑ کر مت جاؤ۔ تھوڑا انتظار کرو کہ ہم بھی تم سے مل جائیں ۔اور تمہاری روشنی سے استفادہ کریں ۔آخر ہم دنیا میں تمہارے ساتھ ہی رہتے تھے ۔ اور ہمارا شمار بھی بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ اب اس مصیبت کے وقت ہم کو اندھیرے میں پڑا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟ کیا رفاقت کا حق یہی ہے ؟ جواب ملے گا کہ پیچھے لوٹ کر روشنی تلاش کرو۔ اگر مل سکے تو وہاں سے لے آؤ۔ یہ سن کر پیچھے ہٹیں گے ۔ اتنے میں دیوار دونوں فریق کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ یعنی روشنی دنیا میں کمائی جاتی ہے ۔ وہ جگہ پیچھے چھوڑ آئے ۔ یا پیچھے سے وہ جگہ مراد ہو جہاں پل صراط پر چڑھنے سے پہلے نور تقسیم کیا گیا تھا۔"

جس دن پنڈلی کھولی جاوے گی۔ اور لوگ سجدہ کرنے کو بلائے جائیں گے ، پھر وہ سجدہ نہ کرسکیں گے ۔ ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی ۔ اور ذلت ان پر چڑھی ہوئی ہوگی اور پہلے (اس دنیا میں) ان کو سجدہ کرنے کو بلاتے رہے اور وہ اچھے خاصے تھے (مگر پھر بھی سجدہ نہ کرتے تھے)۔ (۶۸ : ۴۲ : ۴۳)

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چند آدمیوں نے

عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ کیا تم دوپہر کے وقت جب کہ آسمان صاف ہو آفتاب کو دیکھنے میں کوئی اذیت محسوس کرتے ہو؟ اور کیا چودھویں رات کے چاند کو تم رات میں جب کہ آسمان صاف ہو دیکھنے میں کوئی تکلیف محسوس کرتے ہو؟ صحابہ رضؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! نہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ جس طرح سورج اور چاند کو دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لئے بھی کوئی تکلیف نہ اٹھانی پڑے گی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ جب قیامت ہوگی تو ایک پکارنے والا کہے گا جو امّت جس چیز کی عبادت کرتی تھی۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے آئے پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری چیزوں یعنی بتوں اور پتھروں کی پرستش کرتے تھے، ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ اور سب کے سب دوزخ میں جا گریں گے۔ یہاں تک کہ جب ان لوگوں کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ وہ خواہ نیک ہوں یا بد، تو خدا تعالیٰ ان لوگوں کے پاس آئے گا۔ اور فرمائے گا۔ تم کس کے انتظار میں ہو؟ ہر جماعت اپنے معبود کے پیچھے چل رہی ہے (تم بھی جاؤ)۔ وہ کہیں گے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم نے دنیا میں ان لوگوں سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ حالانکہ ہم ان کے محتاج تھے۔ اور کبھی ہم ان کے پاس نہیں بیٹھے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ کہ وہ لوگ اپنے پروردگار سے یوں کہیں گے کہ ہماری جگہ یہ ہے، ہم اس وقت تک یہاں سے نہ جائیں گے جب تک ہمارا پروردگار ہمارے پاس نہ آئے۔ اور جب ہمارا پروردگار آئے گا ہم اس کو پہچان لیں گے۔

حضرت ابوسعید رضؓ کی روایت میں ہے کہ خداوند تعالیٰ ان سے پوچھے گا۔ کیا تمہارے

اور تمہارے پروردگار کے درمیان کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اس کو شناخت کرلو؟ وہ کہیں گے ہاں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی پنڈلی کھولی جائے گی اور جو شخص اللہ کو اخلاص وعقیدت سے سجدہ کرتا تھا، اس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اور جو شخص کسی کے خوف سے یا لوگوں کو دکھانے کے لئے سجدہ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی کمر کو تختہ بنا دیگا۔ جب وہ سجدہ میں جانے کے لئے جھکے گا، چت گر پڑے گا۔ (بخاری ومسلم بطولہ)۔

(۲) حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ (قیامت کے دن) ہمارا پروردگار اپنی پنڈلی کھولے گا۔ پس ہر مومن مرد اور مومنہ عورت سجدے میں گر پڑیں گے۔ اور وہ شخص سجدہ نہ کرسکے گا جس نے دنیا میں دکھانے اور سنانے کے لئے سجدہ کیا ہوگا۔ وہ سجدہ کا ارادہ کرے گا لیکن اس کی پشت تختہ کی مانند ہوجائے گی اور وہ جھک نہ سکے گا۔ (بخاری ومسلم)

ج۔ حقوق العباد کی وجہ سے رکاوٹ

(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امانت اور رِحم (یعنی رشتہ قرابت داری) کو بھیجا جائے گا۔ اور وہ دونوں پل صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہوجائیں گے۔ (مسلم بطولہ)

(۲) حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا۔ مسلمانوں کو دوزخ سے نکالا جائے گا اور اس پل پر روک دیا جائے گا جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہے۔ پھر ان سے حقوق کا بدلہ لیا جائے گا۔ جو ایک دوسرے پر ہوں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ بالکل پاک ہوجائیں گے،

ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے!! کہ ان میں ہر ایک اپنے اس مکان کو جو جنت میں ہوگا، دنیا کے مکانوں سے زیادہ پہچاننے والا ہوگا۔ (بخاری)

۵۔ پل صراط پر گزرنے کی رفتار

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگ دوزخ کی آگ (یعنی پل صراط) پر حاضر ہوں گے، پھر اپنے اعمالِ صالحہ کے مطابق اس سے نجات پائیں گے۔ ان میں جو لوگ سب سے بہتر ہوں گے، وہ بجلی چمکنے کی مانند پل صراط سے گزر جائیں گے۔ پھر ہوا کی مانند پھر دوڑتے گھوڑے کی مانند، پھر اونٹ کی مانند، پھر آدمی کے دوڑنے کی مانند پھر پیدل چلنے کی مانند۔ (ترمذی۔ دارمی)

(۲) حضرت حذیفہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ (قیامت کے دن) لوگوں کو جمع کریگا۔ پھر مومن ایک مقام پر کھڑے ہوں گے اور جنت ان کے قریب لائی جائے گی۔ پھر لوگ آدمؑ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے۔ اے ہمارے باپ! ہمارے لئے جنت کھول دو۔ آدمؑ کہیں گے۔ تم کو جنت سے تمہارے باپ کے گناہ نے نکالا یہ کام میری قوت سے باہر ہے۔ تم میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ (چنانچہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جائیں گے)۔ وہ کہیں گے۔ یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔ میں خدا تعالیٰ کا دوست آج سے پہلے ہی تھا۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، جن سے خدا تعالیٰ نے کلام کیا۔ چنانچہ وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس

جائیں گے۔ حضرت موسیٰ کہیں گے۔ میں اس کا اہل نہیں۔ تم عیسیٰؑ کے پاس جاؤ جو خدا کا کلمہ اور خدا کی روح ہیں۔ (چنانچہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے پاس جائیں گے) وہ کہیں گے یہ کام میری قدرت سے باہر ہے۔

آخر لوگ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے۔ آپ عرشِ الٰہی کی دائیں جانب کھڑے ہو کر شفاعت کی اجازت طلب کریں گے۔ اور آپؐ کو اجازت دی جائے گی۔ پھر امانت اور رِحم (یعنی رشتۂ قرابت) کو بھیجا جائے گا اور وہ پل صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے اور لوگ پل صراط سے گزرنا شروع ہوں گے سب سے پہلی جماعت بجلی کی طرح گزر جائے گی۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، بجلی کی مانند کیونکر گزر جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں کہ بجلی چمک کر کس طرح گزر جاتی ہے؟ اور آنکھ جھپکتے واپس آجاتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اس کے بعد لوگ ہوا کی مانند گزریں گے۔ پھر پرندوں کی مانند گزریں گے۔ پھر مردوں کے دوڑنے کی مانند گزریں گے۔ پھر پیدل چلنے والوں کی مانند گزریں گے۔ اور اس رفتار کو ان کے اعمال جاری کریں گے۔ (یعنی جیسے اعمال ہوں گے ویسی رفتار ہوگی) اور تمہارے نبی پل صراط پر یہ کہتے ہوں گے رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ یعنی اے پروردگار سلامت رکھیو، سلامت رکھیو یہاں تک کہ بندوں کے اعمال عاجز ہوں گے۔ (یعنی ایسے لوگ رہ جائیں گے جن کے اعمال کی قوّت اتنی کم ہوگی کہ وہ پل صراط سے نہ گزر سکیں گے)۔ چنانچہ ایک شخص گھسٹتا ہوا آئے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پل صراط کے دونوں طرف آنکڑے ہوں گے، جن کو حکم دیا گیا ہوگا کہ وہ اس شخص کو پکڑ لیں جس کو پکڑ لئے جانے کا حکم دیا گیا ہو۔ چنانچہ ان آنکڑوں سے زخمی ہو کر بعض لوگ نجات پاجائیں گے اور بعض کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ قسم

ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوہریرہؓ کی جان ہے۔!! دوزخ کا گہراؤ ستر برس کی مسافت کی راہ کے برابر ہے۔

۱۳۔شفاعت

ا۔ اللہ تعالیٰ مختارِ کل ہے

شفاعت کا کلی اختیار تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ (۳۹ : ۴۴)
اس کے اِذن کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں۔ (۱۰ : ۳)
(اگر کوئی ہے تو بتاؤ کہ) وہ کون ہے جو اس کے اِذن کے بغیر شفاعت کر سکے؟ (۲ : ۲۵۵)
بغیر اِذنِ الٰہی تو فرشتوں کی سفارش بھی کام نہ دے گی۔ اور یہ اذن بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور پسند پر موقوف ہے۔ (۵۳ : ۲۶)
(اس اذن کے بعد) فرشتے اگر سفارش کریں گے بھی تو صرف اس کی جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ فرشتے تو اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔ (۲۱ : ۲۸)

ب۔ کفار و مشرکین کا کوئی سفارشی نہ ہوگا

جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے، اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا دوست اور سفارش کرنے والا نہ ہو گا۔ (۶ : ۵۱، ۷۰)

قیامت کے دن جھوٹے معبود سفارش نہ کر سکیں گے۔ حالانکہ ان کے پجاری دنیا میں یہی

کہتے تھے کہ ان کا ان کے ساتھ ساجھا ہے۔ اور سب علاقے کٹ جائیں گے۔ (۶: ۹۴)
معبودانِ باطل تو (اپنے پجاریوں کے لئے) سفارش کا اختیار ہی نہیں رکھتے (۴۳: ۸۶)
اس دن مجرموں کے لئے کسی سفارش کرنے والے کی سفارش کام نہ آئے گی (۷۴: ۴۸)
اس دن مجرم آس توڑ کر رہ جائیں گے اور ان کے شرکاء میں کوئی ان کا سفارشی نہ ہوگا
اور وہ اپنے شرکاء سے منکر ہو جائیں گے۔ (۳۰: ۱۲ - ۱۳)
نیز ظالموں کا بھی کوئی دوست اور سفارشی نہ ہوگا۔ جس کی بات مانی جائے۔ (۴۰: ۱۸)
کفار تو خواہش کریں گے کہ کوئی سفارشی ان کی سفارش کر دے۔ (مگر ایسا کیونکر ہو سکتا ہے؟) ان لوگوں نے تو خود اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا اور ان کی خود تراشیدہ باتیں سب گم ہو گئیں۔ (۷: ۵۳)

ج۔ شفاعت کے اصول

قیامت کے دن بغیر اذنِ الٰہی کسی کی سفارش کام نہ آئے گی۔ (۳۴: ۲۳)
یہ بھی ضروری ہوگا کہ سفارش کرنے والے کی بات اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔ (۲۰: ۱۰۹)
اور جس کے حق میں سفارش کی جائے اس نے (دنیا میں) حق بات کا اقرار کیا ہو اور اس کی تصدیق بھی کی ہو۔ (۴۳: ۸۶)

د۔ شفاعتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

قیامت کے دن تو صرف اسی کو شفاعت کا اختیار ہوگا جس نے (خدائے) رحمٰن سے وعدہ لے لیا ہو۔ (۱۹ - ۸۷)

(حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ قرآنِ کریم میں یوں مذکور ہے)۔ آپ آفتاب کے ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے، اور فجر کی نماز بھی، بے شک فجر کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے۔ اور کسی قدر رات کے حصہ میں۔ تو اس میں تہجد پڑھا کیجئے، جو آپ کے لئے نفلی عبادت ہے۔ امید ہے کہ آپ کا رب آپؐ کو مقامِ محمود میں جگہ عطا فرماوے گا۔ (۱۷: ۷۸-۷۹)

احادیث رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:۔

(۱) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ۔ (یعنی اے اللہ! اس کامل دعا (یعنی اذان) کے پروردگار، اور نماز قائمہ کے پروردگار، جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وسیلہ اور بزرگی عطا فرما۔ اور ان کو مقام محمود پہ پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے) تو قیامت کے دن اس شخص کے لئے میری شفاعت جائز ہوگی۔ (البخاری)

(۲) حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ مقام محمود کیا ہے۔؟ آپؐ نے فرمایا۔ یہ مقامِ محمود اس روز ملے گا جس روز اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر نزولِ اجلال فرمائے گا۔ اور یہ کرسی اس طرح بولے گی جیسے نئے چمڑے کی تنگ زین بولتی ہے۔ اور کرسی کی کشادگی اتنی ہے جتنی کہ آسمان اور زمین کے درمیان فضا ہے۔ پھر تم کو برہنہ جسم، برہنہ پا اور بے ختنہ لایا جائے گا۔ جن لوگوں کو اس دن لباس پہنایا جائے گا۔ ان میں سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا، میرے دوست

کو لباس پہناؤ! جنت کی چادروں میں سے دو سفید چادریں لائی جائیں گی (اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُڑھائی اور پہنائی جائیں گی)۔ ان کے بعد مجھ کو لباس پہنایا جائے گا۔ پھر میں اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا۔ اور اگلے پچھلے تمام لوگ مجھ پہ رشک کریں گے۔ (دارمی)

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن مسلمانوں کو (ایک مقام پر) روک دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ فکر و تردّد میں پڑ جائیں گے۔ اور آپس میں کہیں گے۔ کاش ہم کسی کو سفارش کے لئے تیار کرتے تاکہ وہ ہمارے پروردگار سے ہماری شفاعت کرتا اور ہم کو اس تکلیف سے نجات دلاتا۔ چنانچہ وہ (اس خیال سے) حضرت آدمؑ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے۔ آپ تمام لوگوں کے باپ آدمؑ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا، آپ کو اپنی جنت میں رکھا، اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا۔ اور ہر چیز کے نام آپ کو سکھائے۔ آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کر دیں کہ وہ اس جگہ سے نکال کر ہم کو راحت و اطمینان بخشے۔ حضرت آدمؑ جواب دیں گے۔ جیسا کہ تم خیال کرتے ہو میں اس درجہ کا نہیں ہوں (کہ شفاعت کر سکوں)۔ پھر آدم علیہ السلام اپنے اس گناہ کا ذکر کریں گے جو انہوں نے خدا کے حکم کی نافرمانی کر کے گیہوں کے درخت میں سے کھا لیا تھا۔ اور اس کے بعد کہیں گے کہ تم نوحؑ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور شفاعت کی خواہش ظاہر کریں گے۔ حضرت نوحؑ جواب دیں گے۔ میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں۔ اور اپنے اس گناہ کا ذکر کریں گے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو بچانے کی درخواست اللہ تعالیٰ سے نادانستہ کی تھی۔ اور پھر کہیں گے کہ تم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جائیں گے (اور شفاعت کی درخواست

کریں گے) وہ جواب دیں گے۔ مجھ میں شفاعت کی قدرت نہیں ہے، اور دنیا میں تین مرتبہ اپنے جھوٹ بولنے کا ذکر کریں گے۔ اور پھر کہیں گے۔ تم حضرت موسیٰؑ کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں، جن کو اللہ نے توریت عنایت فرمائی اور جن سے اللہ نے کلام کیا، اور اپنا محرم و راز دار بنایا۔ چنانچہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ (اور شفاعت کی درخواست کریں گے)۔ وہ کہیں گے مجھ میں شفاعت کی قدرت نہیں۔ اور اپنے اس گناہ کا ذکر کریں گے، جس کا ارتکاب انہوں نے قبطی کو مار کر کیا تھا۔ اور پھر کہیں گے کہ تم حضرت عیسیٰؑ کے پاس جاؤ، جو خدا کے بندے اور رسول ہیں، خدا کی روح ہیں اور خدا کا کلمہ ہیں۔ چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے (اور شفاعت کی خواہش ظاہر کریں گے)۔ حضرت عیسیٰؑ کہیں گے۔ میں اس کا اہل نہیں ہوں، تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ جو خدا کے ایسے بندے ہیں جن کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ اللہ نے بخش دیئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر لوگ میرے پاس آئیں گے، اور میں اللہ تعالیٰ سے اس کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اجازت فرمائے گا۔ میں درگاہِ باری میں حاضر ہو کر جب اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ جتنی دیر مناسب سمجھے گا مجھ کو سجدہ میں پڑا رہنے دیگا۔ پھر فرمائے گا۔ محمدؐ! سر اٹھائیے، جو کچھ کہنا ہے کہئیے۔ میں سنوں گا سفارش کیجیے، آپؐ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ جو کچھ مانگنا ہے مانگیئے، آپ کو دیا جائے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (یہ سن کر) میں اپنا سر اٹھاؤں گا، اور اپنے پروردگار کی تعریف ان الفاظ میں کروں گا۔ جو اللہ تعالیٰ مجھ کو سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا، اور میرے لئے شفاعت کی ایک حد مقرر

کی جائے گی۔ پھر درگاہِ رب العزت سے باہر آکر میں ان لوگوں کو (جن کے حق میں سفارش قبول کی گئی ہوگی) دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کردونگا۔

میں پھر دوبارہ بارگاہِ رب العزت میں حاضری کی اجازت طلب کروں گا۔ مجھ کو اجازت دی جائے گی میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر سجدہ میں گر پڑوں گا، اور جب تک اللہ چاہے گا سجدہ میں پڑا رہوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ محمدؐ! اپنا سر اٹھائیے۔ جو کچھ کہنا ہے کہئیے۔ میں سنوں گا۔ شفاعت کیجئے، آپکی شفاعت قبول کی جائے گی۔ مانگئیے! آپ کو دیا جائے گا۔ چنانچہ میں اپنا سر اٹھاؤں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ان الفاظ میں کروں گا۔ جو باری تعالیٰ مجھ کو سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا۔ اور میرے لئے شفاعت کی ایک حد مقرر کی جائے گی۔ پھر میں باہر آکر لوگوں کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کردوں گا۔

پھر تیسری مرتبہ میں درگاہِ رب العزت میں حاضری چاہوں گا۔ اور خدائے بزرگ و برتر مجھ کو اجازت دے گا۔ میں جب اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا، سجدہ میں گر پڑوں گا۔ اور جب تک اللہ کو منظور ہوگا سجدہ میں پڑا رہوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ محمد! سر اٹھائیے جو کچھ کہنا ہے کہئیے، میں سنونگا۔ شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی مانگئیے، آپ کو دیا جائے گا۔ چنانچہ میں اپنا سر اٹھاؤں گا، اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ان الفاظ میں کروں گا۔ جو باری تعالیٰ مجھ کو سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا اور میرے لئے شفاعت کی ایک حد مقرر کی جائے گی۔ پھر میں باہر آکر لوگوں کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کردوں گا۔ یہاں تک کہ دوزخ میں صرف وہی لوگ رہ جائیں گے۔ جن کو قرآن کے حکم کے مطابق ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہوگا۔

پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ہ (یعنی امید ہے۔ کہ آپ کا پروردگار آپؐ کو مقام محمود میں جگہ عطا فرمائے گا) اور فرمایا

یہی وہ مقامِ محمود ہے، جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی سے کیا ہے (بخاری و مسلم)

(۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری شفاعت کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے میرے ساتھ مخصوص ہوگی۔ (یعنی کوئی اور پیغمبر کبیرہ گناہ کی سفارش نہ کر سکیں گے)۔ (ترمذی۔ ابوداؤد ابنِ ماجہ میں راوی حضرت جابرؓ ہیں)۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمانوں کی جماعتوں کو ان کے گناہوں کی پاداش میں دوزخ کی آگ کا ایک شعلہ لگے گا۔ پھر ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جنت میں داخل کرے گا اور ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا۔ (بخاری)

(۶) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک جماعت محمدؐ کی شفاعت سے دوزخ سے نکالی جائے گی اس کے بعد جنت میں داخل ہوگی، اس کا نام جہنمی رکھا جائے گا۔ (بخاری)

۵۔ مومنوں کی شفاعت

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب عذاب کے بعد مومنوں کو آگ سے نجات دی جائے گی۔ تو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اپنے ان بھائیوں کی خلاصی کے لئے جو دوزخ میں ہوں گے۔ قیامت کے دن تم سے زیادہ خدا سے جھگڑا کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ چنانچہ مومن خدا سے عرض کریں گے۔ ہمارے پروردگار! یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے۔ نماز پڑھتے اور حج کرتے تھے۔ (تو ان کو دوزخ سے نجات

دے) ۔ مومنوں سے کہا جائے گا ، جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ، ان کو دوزخ سے نکال لو۔ اور دوزخ کی آگ پر یہ حرام ہو جائے گا کہ وہ لوگوں کی صورتوں کو جلاتے۔ چنانچہ مومن بہت سے لوگوں کو دوزخ سے نکال لیں گے ۔

پھر عرض کریں گے ۔ اے ہمارے پروردگار ! جن لوگوں کو نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا ان میں سے اب کوئی دوزخ میں باقی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اچھا تم پھر دوزخ میں جاؤ اور جن لوگوں کے دل میں دینار برابر بھی نیکی پاؤ ، ان کو دوزخ میں سے نکال لو ۔ چنانچہ وہ بہت سی مخلوق کو نکال لیں گے ۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا ، جن لوگوں کے دلوں میں آدھے دینار کے برابر بھی نیکی ہو۔ ان کو بھی دوزخ سے نکال لو۔ چنانچہ وہ بہت سے آدمیوں کو نکال لیں گے ۔

پھر اللہ تعالیٰ حکم دے گا ۔ واپس آجاؤ ۔ اور جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی نیکی پاؤ اس کو دوزخ سے نکال لو ۔ چنانچہ وہ بہت سے آدمیوں کو دوزخ سے نکال لیں گے اور عرض کریں گے ۔ اے ہمارے پروردگار ! ہم نے دوزخ میں بھلائی کو نہیں چھوڑا ۔ (بخاری و مسلم بطولہ)

(۲) حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ میری امت میں سے بعض لوگ ایک جماعت کی سفارش کریں گے ، اور بعض ایک قبیلہ کی سفارش کریں گے ۔ اور بعض ایک صلبی خاندان کی ، اور بعض صرف ایک آدمی کی ۔ یہاں تک کہ میری ساری امت جنت میں داخل ہو جائے گی ۔ (ترمذی)

۹۔ نابالغ اولاد کی شفاعت

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جنتی ہیں۔ قیامت میں وہ اپنے ماں باپ کے دامن پکڑ کر کھینچیں گے اور جب تک اللہ تعالیٰ ان کے ماں باپ کو جنت میں داخل نہ کر دے گا۔ وہ ان کا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ (مسلم)

(۲) حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس عورت کا کچا حمل گر جائے گا۔ اور وہ ثواب کی نیت سے صبر کرے گی تو یہ کچا بچہ اپنی آنول نال میں لپیٹ کر اپنی ماں کو جنت میں لے جائے گا۔ (احمد۔ طبرانی)

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس مسلمان کے تین نابالغ بچے مر گئے، خدا تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اس کی بخشش کا ثواب وہ فضل و رحمت ہو گا جو اللہ تعالیٰ کا ان بچوں پر ہے۔ (بخاری)

ز۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت

(۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (جب سب لوگ سفارش کر چکیں گے تو) اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ فرشتوں نے سفارش کی، انبیاء نے سفارش کی، اور مومنوں نے سفارش کی اب کوئی چیز ارحم الراحمین کے سوا باقی نہیں رہی۔ یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھر کر دوزخ میں سے ان لوگوں کو نکال لے گا۔ جنہوں نے کبھی بھلائی نہ کی ہوگی۔ یہ لوگ جل کر کوئلہ ہو گئے ہوں گے۔ ان کو اس نہر میں ڈال دیا جائے گا جو جنت کے دروازوں پر ہو گی اور جس کا نام نہر حیوٰۃ ہے۔ یہ لوگ نہر میں سے ایسے تر و تازہ

نکلیں گے۔ جیسے دانہ پانی کے بہاؤ کے کوڑے کرکٹ میں اگتا ہے، اور موتی کی مانند چمکدار ہوں گے۔ ان کی گردنوں میں نشانیاں اور مہریں ہوں گی۔ (جن سے یہ ظاہر ہوگا کہ ان کو کسی نیک عمل کے سبب نہیں بخشا گیا) ان کو دیکھ کر جنتی کہیں گے۔ یہ لوگ خدائے رحمٰن کے آزاد کئے ہوئے ہیں۔ ان کو خدا نے بغیر کسی عمل کے جنت میں داخل کیا ہے۔ پھر ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں تم کو جو چیزیں ملی ہیں۔ ان کے بقدر تم کو اور دی گئیں۔ (بخاری و مسلم کطولہ)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے، ان میں سے دو شخص بہت زیادہ شور و غل مچائیں گے۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا۔ ان کو نکال لاؤ۔ جب وہ حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا۔ تم کیوں چلا رہے تھے؟ وہ کہیں گے۔ ہم اس لئے چلا رہے تھے۔ کہ ہم پر رحم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میرا رحم تمہارے لئے یہ ہے کہ تم واپس جاؤ اور جس جگہ تم پڑے تھے۔ وہیں اپنے آپ کو آگ میں جا ڈالو۔ ایک تو فوراً اس حکم پر عمل کرے گا۔ یعنی اپنے آپ کو آگ میں جا ڈالے گا جس کو اللہ تعالیٰ ٹھنڈا اور امن کی جگہ بنا دیگا۔ اور دوسرا اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا۔ تو نے اپنے آپ کو آگ میں کیوں نہیں ڈالا جس طرح تیرے ساتھی نے ڈال دیا ہے؟ وہ کہے گا۔ اے رب! مجھے امید ہے کہ جس جگہ سے تو نے مجھے نکالا ہے، پھر وہاں مجھ کو نہ بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تو نے جو امید باندھی تھی وہ تیرے لئے پوری کی جاتی ہے۔ چنانچہ دونوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا۔ (ترمذی)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا

جائے گا، اور سب سے آخر میں بہشت میں داخل ہوگا۔ یہ ایک شخص ہوگا جو گھٹنوں کے بل دوزخ سے نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ جا اور جنت میں داخل ہوجا! چنانچہ وہ جنت میں آئے گا۔ اور اس کو جنت اس حال میں دکھائی جائے گی کہ وہ آدمیوں سے بھری ہوئی ہے۔ وہ کہے گا۔ پروردگار! میں نے بہشت کو لوگوں سے بھرا ہوا پایا۔ (اس میں میرے لیئے جگہ نہیں ہے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ جا اور جنت میں داخل ہو جا! ہم نے تجھ کو جنت میں دنیا کے برابر جگہ عطا کی اور دس گنی۔ وہ کہے گا پروردگار! کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے؟ یا تو مجھ سے ہنسی کرتا ہے؟ حالانکہ تو بادشاہ ہے!! ابنِ مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان کر کے ہنسے اور آپ کی کچلیاں ہنسنے میں نظر آنے لگیں۔ اور پھر فرمایا جنتیوں میں یہ شخص مرتبہ کے لحاظ سے معمولی آدمی ہوگا۔ (بخاریؔ و مسلمؔ)

۱۴۔ جنتیوں کی حالت

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مومنوں کو رسوا نہیں کرے گا ان کے آگے اور ان کے دائیں ان کا نور دوڑتا ہوگا۔ (۶۶ : ۸)

متقی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ (۳ : ۱۹۸ ؛ ۱۸ : ۱۰۷ ؛ ۱۹ : ۸۵ ؛ ۳۲ : ۱۹ ؛ ۴۱ : ۳۰ - ۳۲)

اللہ کے (نیک) بندوں کو قیامت کے دن خوف وغم نہ ہوگا، بلکہ جنت میں داخلہ ہوگا اور وہاں طرح طرح کی نعمتیں ملیں گی۔ (۴۳ : ۶۸ - ۷۳)

باعمل مومن قیامت کے دن رحمتِ الٰہی میں داخل ہوں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ (۴۵ : ۳۰)

سچوں کو ان کا سچا ہونا نفع دیگا۔ ان کے ہمیشہ رہنے کے لئے نہروں والی جنت ہوگی۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔ (ظاہر ہے کہ) یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ (۵: ۱۱۹)

نیک بخت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ (۱۱: ۱۰۸)

جو لوگ (اس دنیا میں) اپنے رب سے ڈرتے رہے تھے، ان کو گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا۔ حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے۔ اور اس کے دروازے ان کے لئے کھولے جائیں گے۔ تو داروغۂ جنت ان کو سلام علیکم کہیں گے۔ (اور یہ بھی کہیں گے کہ) تم پاک لوگ ہو، پس تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ وہ جنتی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اور ہم کو جنت کا وارث بنا دیا۔ کہ ہم جہاں چاہیں ٹھکانا کریں۔ پس کیا خوب بدلہ ہے محنت کرنے والوں کا!! (۳۹: ۷۳ - ۷۴)

بہشت کے لوگ اس دن اپنے خیموں میں خوش دل ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں تختوں پر تکیئے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے لئے وہاں میوہ ہوگا اور جو چیز بھی وہ طلب کریں (ان کو ملے گی)۔ اور رب رحیم کی طرف سے ان پر سلام ہوگا۔ (۳۶: ۵۵ - ۵۸)

۱۵۔ دوزخیوں کی حالت

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار کو اس طرح بھلا دیگا، جس طرح انہوں نے اس کو دنیا میں بھلا دیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا۔ اور دنیوی زندگی نے ان کو فریب میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ اللہ کی نشانیوں سے انکار کرتے تھے اور

انہوں نے قیامت کو بھی جھلا رکھا تھا۔ (۷ : ۵۰ - ۵۱) نیز ۳۲ : ۱۴ نیز ۴۵ : ۳۴)
کفار اپنی پشتوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (۶ : ۳۱)
ان کو اندھا۔ گونگا اور بہرا کر کے منہ کے بل چلایا جائے گا۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا جب وہ بجھنے لگے گی تو اس کو اور بھڑکا دیا جائے گا۔ (۱۷ : ۹۷)
ان سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے تھے، وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ یا بدلہ لے سکتے ہیں؟ پھر ان کو اور گمراہوں کو اور ابلیس کے تمام لشکروں کو اوندھا کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ آپس میں جھگڑیں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے۔ اللہ کی قسم! ہم صریح گمراہی میں تھے۔ جب ہم تم کو پروردگارِ عالم کے برابر قرار دیتے تھے۔ ہم کو ان مجرموں نے گمراہ کیا، پھر کوئی ہماری سفارش کرنے والا نہیں، اور نہ کوئی محبت کرنے والا دوست ہے۔ کاش!! ہم کو کسی طرح سے یہاں سے واپسی کی اجازت مل جائے۔ تو ہم ایمان لانے والوں میں سے ہو جائیں!!! (۲۶ : ۹۱ - ۱۰۲)
ان کے معبود کہیں گے۔ تم تو ہماری عبادت ہی نہ کرتے تھے، ہمیں تو تمہاری عبادت کی کچھ بھی خبر نہیں۔ (۱۰ : ۲۸)
اس دن مجرم آس توڑ کر رہ جائیں گے اور ان کے معبودوں میں سے کوئی ان کا سفارشی نہ ہو گا۔ اور وہ اپنے معبودوں سے منکر ہو جائیں گے (۳۰ : ۱۲ - ۱۳)
معبودانِ باطل سے سوال ہو گا۔ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا، یا یہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے تھے؟ وہ کہیں گے سبحان اللہ! ہماری کیا مجال تھی؟ کہ ہم آپ کے سوا کوئی اور کارساز قرار دیتے!! (اصل بات تو یہ تھی کہ) آپ نے ان کو اور ان کے بڑوں کو آسودہ حال بنا دیا، یہاں تک کہ وہ آپ کی یاد بھلا بیٹھے۔ اور خود ہی برباد ہوئے۔ (اس پر ان کے پجاریوں سے) کہا جائے گا کہ وہ (تمہارے معبود) تو

تمہاری بات کو جھٹلا چکے، اور تم کو تمہاری باتوں میں جھوٹا ٹھہرا دیا، پس تم (عذاب کو) نہ تو خود ٹال سکتے ہو اور نہ کسی طرف سے تم کو مدد ملے گی۔ اور تم میں سے ظالموں کو بڑے عذاب کا مزا چکھائیں گے۔ (۲۵ : ۱۷ - ۱۹)

غرضیکہ مشرکوں کی مدد کے لئے کوئی معبود سامنے نہیں آئے گا۔ اور ان کے بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہو گی۔ (۴۱ : ۴۷ - ۴۸)

ارشادِ باری ہو گا۔ ظالموں اور ان کے ہم مشربوں کو اور جن کو یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے تھے۔ (ان سب کو) جمع کر لو۔ پھر ان کو جہنم کا راستہ دکھا دو۔ اور ہاں۔ ذرا ان کو روکو، ان سے کچھ پوچھنا ہے!! (چنانچہ ان سے سوال ہو گا) ۔ اب تم کو کیا ہو گیا کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ وہ سب اس روز سرافگندہ ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر آپس میں سوال و جواب کرنے لگیں گے۔ (تابعین) کہیں گے۔ ہم پر تمہاری آمد بڑے زور کی ہوا کرتی تھی۔ (اس لیے ہم بہک گئے) ۔ (متبوعین) جواب دیں گے۔ نہیں! بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے!! ہمارا تم پر کوئی زور تو نہیں تھا۔ بلکہ تم خود ہی سرکش تھے۔ پھر ہم سب پر ہمارے رب کی یہ بات متحقق ہو چکی تھی۔ کہ ہم سب کو (عذاب کا) مزا چکھنا ہے۔ پھر ہم نے تم کو بہکایا کیونکہ ہم خود بھی بہکے ہوئے تھے۔ پس وہ سب کے سب اس روز عذاب میں شریک رہیں گے۔ (۳۷ : ۲۲ - ۳۳)

فیصلے کے وقت شیطان بھی اپنی برأت ظاہر کر دے گا۔ اور اس کے متبعین دیکھتے رہ جائیں گے۔ (۱۴ : ۲۲)

اس وقت کفار پچھتائیں گے۔ اور کہیں گے۔ کاش ہم رسول پر ایمان لے آتے اور اس شیطان کو دوست نہ بناتے۔ اس نے تو ہم کو نصیحت آنے کے بعد بہکا دیا۔

(۲۵ : ۲۶ - ۲۹)

وہ اپنے اور شیطان کے درمیان بعد المشرقین چاہیں گے، مگر اب ایسا چاہنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ جب کہ وہ ظالم ٹھہرائے جا چکے۔ اور وہ سب عذاب میں شریک ہوں گے۔ (۴۳ : ۳۸ - ۳۹)

ان کے دل دھڑکتے ہوں گے۔ اور نگاہیں نیچی ہوں گی۔ (۷۹ : ۸ - ۹)

جس طرح یہ دنیا میں نیکوں پر ہنسا کرتے تھے۔ اس دن وہ ان پر ہنسیں گے۔ (ذرا سوچو تو سہی کہ) ان کافروں کو کیسا بُرا بدلہ ملا!! (۸۳ : ۲۹ - ۳۶)

مجرموں کی گھبراہٹ کی یہ حالت ہوگی کہ جب ان سے پوچھا جائے گا کہ دنیا میں یا قبر میں کتنا عرصہ رہے تو کہیں گے کہ بس ایک ساعت۔ اس پر مومن اس کی تردید کریں گے اور کہیں گے کہ نہیں بلکہ یومِ بعث تک رہے، لیکن تم کو اس کا یقین نہیں تھا پس اس دن ظالموں کو ان کی معذرت سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ (۳۰ : ۵۵ - ۵۷)

منافقین الگ قسمیں کھائیں گے، مگر ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اور وہ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ اور ان کے مال و اولاد بھی کفایت نہ کریں گے (۵۸ : ۱۷ - ۱۸)

اسی پریشانی کی حالت میں مجرم اور ظالم اپنا سر جھکا کر کہیں گے۔ کیا کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ ہم دوبارہ دنیا میں جا کر نیک عمل کر سکیں؟ مگر کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا۔ اور وہ اپنی بداعمالیوں کے سبب دائمی عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ ارشاد ہوگا اس بات کا مزا چکھو۔ جو تم نے ہم کو دنیا میں بھلا دیا تھا۔ آج ہم نے تم کو بھلا دیا۔

(۳۲ : ۱۲ - ۱۴؛ ۴۲ : ۴۴ - ۴۶)

ان کو جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکا جائے گا۔ اور کوئی ان کا سفارشی نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو ان کے لئے جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ اور داروغہ جہنم ان سے کہیں گے۔ کیا تمہارے پاس رسول نہ آئے تھے، جو تم کو

تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے۔ اور تم کو اس ملاقات کے دن سے ڈراتے تھے؟ وہ جواب دیں گے۔ کیوں نہیں! (ضرور آئے تھے!!) لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہوا۔ ارشاد ہوگا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اور اس میں ہمیشہ رہو وہ کیسی بری جگہ ہے متکبروں کے رہنے کی!! (۱۹: ۸۶-۸۷؛ ۳۹: ۷۱-۷۲)

(اس طرح) بدبخت ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیے جائیں گے، اور ان کو وہاں چیخنے چلانے اور دھاڑنے کے سوا کوئی کام نہ ہوگا۔ (۱۱: ۱۰۶-۱۰۷)

اللہ کی راہ سے بھٹکنے والے اور حساب کے دن کو بھلانے والے عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔ (۳۸: ۲۶)

کفار، متکبر اور فاسق سب آگ پر حاضر کئے جائیں گے اور ذلت کا عذاب پائیں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا یہ (عذاب) امر واقعی نہیں ہے؟ وہ کہیں گے۔ کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم!! یہ یقیناً امر واقعی ہے۔ ارشاد ہوگا۔ اپنے کفر کی پاداش میں اس کا مزا چکھو۔ (۴۶: ۲۰، ۳۴)

وہ گھڑی تو بڑی آفت کی تلخ گھڑی ہوگی۔ گنہگار جو غلطی اور بے عقلی میں پڑے ہیں، ان کو اوندھے منہ دوزخ میں گھسیٹا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آگ کا مزا چکھو۔ (۵۴: ۴۶-۴۸)

مجرموں کو ان کے چہروں سے پہچان لیا جائے گا، اور پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑ کر ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (اور کہا جائے گا) یہ وہ جہنم ہے جسے تم لوگ جھٹلاتے تھے۔ اور وہ جہنم (کی آگ) اور کھولتے پانی میں چکر کاٹتے رہیں گے۔ (۵۵: ۴۱-۴۵)

ان کو تین شاخوں والے سایہ کی طرف لے جایا جائے گا۔ اور محلات کی مانند شعلے ان پر برسیں گے، گویا کہ وہ اونٹوں کی قطاریں ہوں۔ اور وہ سایہ ان کو تپش سے نہ بچا سکے گا۔ (۷۷: ۳۰-۳۴)

فرعون بھی اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا۔ اور ان کو دوزخ میں جا اتارے گا، جو اترنے

کی بہت ہی بری جگہ ہو گی۔ اس دنیا میں بھی اور قیامت کے دن بھی لعنت ان کے پیچھے لگی رہے گی۔ یہ بہت بُرا انعام ہے جو ان کو دیا گیا۔ (۱۱: ۹۸-۹۹)

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں علم، دلیل اور روشن کتاب کے بغیر جھگڑتے ہیں اور (تکبر کے ساتھ) پہلو تہی کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکاتے ہیں، اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو غرور سے ضد کرتے ہیں۔ گویا کہ انہوں نے سنا ہی نہیں اور جب ان کو اللہ کی نشانیوں میں سے کچھ معلوم ہوتی ہیں تو ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ان کو ان کے اعمال کی وجہ سے آگ کا دردناک اور رسوا کن عذاب ہو گا۔ ان کی کمائی ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی۔ اور نہ وہ رفیق ان کے کچھ کام آئیں گے۔ جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنایا تھا، اور ان کے لئے بڑا عذاب ہو گا۔ (۲۲: ۸-۹ ؛ ۴۵: ۷-۱۰)

اس عذاب کو دیکھ کر ظالم بہت نادم ہوں گے۔ (۱۰: ۵۴)

اور چلائیں گے کہ اے پروردگار! ہم کو اس عذاب سے نکال دے تاکہ ہم اپنے سابقہ عملوں کے برعکس نیک عمل کر لیں۔ ارشاد ہو گا۔ کیا ہم نے تم کو اتنی دراز عمر نہ دی تھی کہ اس میں جو کچھ سوچنا ہوتا تم سوچ لیتے؟ اور کیا تمہارے پاس ہمارا ڈرانے والا (رسول) نہ آیا تھا؟ اب تم عذاب کا مزا چکھو اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہو گا۔ پھر ان کے لئے وہی جہنم ہو گی۔ نہ ان کو وہاں موت آئے گی اور نہ عذاب میں کچھ کمی ہو گی۔ ناشکروں کی یہی سزا ہوا کرتی ہے۔ (۳۵: ۳۶-۳۷)

کفار سے مزید ارشاد ہو گا۔ کیا میری آیتیں تم کو نہ سنائی جاتی تھیں؟ پھر تم نے تکبر کیا اور مجرم ہو گئے۔ جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شبہ نہیں تو تم یہ کہتے تھے کہ ہم نہیں سمجھتے کہ قیامت کیا ہے۔ ہم کو ایک خیال سا تو آتا ہے مگر یقین نہیں آتا۔ اس طرح ان لوگوں کے عملوں کی برائیاں ان پر کھل جائیں گی۔ اور ان کا مذاق اڑانا پلٹ کر انہیں پر پڑ جائے گا۔ اور ارشاد ہو گا۔ آج کے دن ہم نے تم کو اسی طرح بھلا

دیا۔ جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو جھٹلایا تھا۔ اور تم دنیا کی زندگی میں بہکے رہے۔ پس آج کے دن نہ ان کو وہاں سے نکالنا منظور ہے اور نہ اس کی توبہ مطلوب ہے۔ پس سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ جو آسمانوں، زمین اور تمام جہانوں کا پالنے والا ہے آسمانوں اور زمین میں تمام بڑائی اسی کے لئے ہے، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

(۴۵ : ۳۱ ۔ ۳۷)

۱۶۔ نصیحت

قیامت پر یقین رکھنا۔ تو ایمان کا جزو ہے۔ منکرینِ قیامت کے لئے تباہی و بربادی ہے

(۲ : ۴؛ ۴۱ : ۶-۷؛ ۵۱ : ۶۰)

اور ان کے لئے ہر بری مثال ہے۔ (۱۶ : ۶۰)

کفار مذاق کے طور پر کہتے ہیں کہ اے پروردگار! قیامت کے عذاب کا حصّہ ہم کو ابھی یومِ حساب سے قبل ہی دے دیجئے۔ (۳۸ : ۱۶)

یہ کفار قیامت کے بارے میں عنقریب جان لیں گے۔ (۷۸ : ۱ ۔ ۵)

اور قیامت کے واقع ہونے پر معلوم ہو جائے گا کہ کتنی جلدی آئی ہے۔ اس وقت ان کو محسوس ہو گا۔ کہ دنیا میں صرف ایک صبح یا ایک شام رہے تھے۔ (۷۹ : ۴۲ ۔ ۴۶)

اس وقت قیامت کو جھٹلانے اور اس کا مذاق اڑانے والے افسوس کر کے پچھتائیں گے

(۴۷ : ۱۲ ۔ ۲۱)

اور گمراہوں کو یومِ حساب کے بھلا دینے کی وجہ سے سخت عذاب ہو گا۔ (۳۸ : ۲۶)

جنتی مل کر مجرموں کا حال پوچھیں گے۔ کہ تم کاہے کو دوزخ میں جا پڑے؟ وہ بولیں گے۔ ہم نماز نہ پڑھتے تھے، محتاجوں کو کھانا نہ کھلاتے تھے، بحثوں میں پڑ کر شکوک د

شبہات کی دلدل میں دھنستے چلے جاتے تھے۔ قیامت کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ یقینی بات (یعنی موت) آپہنچی۔ پس کوئی سفارش ان کو کام نہ دے گی۔ (۴۸-۴۲:۷۴) (بس اے لوگو! تم ذرا غور تو کرو کہ وہ) حاقّہ (ہونے والی چیز یعنی قیامت) کیا ہے؟ ذرا سوچو تو سہی کہ قوم ثمود اور قوم عاد کا کیا حشر ہوا؟ ثمود کو تو (زلزلے کے ذریعے) اچھال کر غارت کر دیا گیا۔ اور عاد ایسی ٹھنڈی سناٹے دار تند ہوا سے ہلاک کر دیے گئے، جو ہاتھوں میں سے نکلی جاتی تھی۔ اور مسلسل سات رات اور آٹھ دن تک چلتی رہی۔ وہ لوگ اس سے پچھڑ کر اس طرح گرے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے ہوتے ہیں۔ کیا ان میں سے کوئی بھی باقی نظر آتا ہے؟ اسی طرح فرعون آیا اور جو اس سے پیشتر تھے، اور اپنی خطاؤں کی وجہ سے الٹ جانے والی بستیاں، ان سب نے اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی کی، پھر ان کو سختی سے پکڑا گیا۔ (پھر قوم نوح کے واقعہ کو یاد کرو کہ) جس وقت پانی ابلا۔ ہم نے تم (مومنوں) کو کشتی پر سوار کرا دیا۔ تاکہ اس (کشتی) کو تمہاری یادگاری کے لئے (سلامت) رکھیں اور تمہارے کان (یہ واقعہ سننے کے بعد) اس کو یاد رکھیں۔ پھر جب ایک بار صور پھونکا جائے گا۔ اور پہاڑوں اور زمین کو اٹھا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔ پس اس دن قیامت واقع ہو گی۔ اور آسمان پھٹ کر بکھر جائیں گے۔ اور تیرے رب کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے، اس دن تمہاری پیشی ہو گی۔ اور کوئی بات چھپی نہ رہے گی۔ پھر جس شخص کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا، وہ بہت خوش ہوگا۔ اور خوشی کے مارے اپنا اعمالنامہ دوسروں سے پڑھواتا پھرے گا۔ اور اس کے لئے جنت میں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی۔ اور جس کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا، وہ کہے گا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا اعمالنامہ نہ ہی ملتا!! اور مجھ کو خبر بھی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے!! کاش کسی طرح موت مجھ کو ختم کر جاتی!! ہائے۔ میرا مال بھی میرے کام نہ آیا۔ اور میری سلطنت بھی مجھ سے برباد ہو گئی!! ارشاد ہو گا اس

کو پکڑ لو اور طوق پہناؤ، پھر آگ کے ڈھیر میں اس کو ڈال دو، پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اس کو جکڑ دو کیونکہ وہ خدائے عظیم پر ایمان نہ رکھتا تھا، اور مسکین کو کھانا کھلانے کی رغبت نہ رکھتا تھا۔ پس آج (قیامت) کے دن یہاں کوئی اس کا گہرا دوست نہ ہوگا۔ اور اس کو زخموں کے دھوون کے علاوہ کچھ کھانے کو نہ ملے گا اس کھانے کو صرف گنہگار ہی کھاتے ہیں۔ (۶۹ : ۱ - ۳۷)

(اس کے برعکس) اللہ کے نیک بندے ایسے جام سے سیراب ہوں گے۔ جس کی ملونی کافور کی ہوگی۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے سیراب ہوتے ہیں جو اپنی منتوں کو پورا کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے ہیں۔ جس کی برائی عام پھیلی ہوئی ہوگی۔ جو مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو محض اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں اور اس پر کوئی بدلا یا شکریہ نہیں چاہتے۔ اور قیامت کے دن کی سختی کے بارے میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی برائی سے بچالے گا اور تازگی عطا فرمائے گا۔ اور ان کے لئے بڑی بڑی نعمتیں ہوں گی۔ (۷۶ : ۵ - ۲۲)

جو نمازی اپنی نمازوں کو قائم رکھتے ہیں۔ اور جن کے مالوں میں سوالی اور بے سوالی کا حصہ مقرر ہے۔ اور جو انصاف کے دن پر یقین رکھتے ہیں، اور جو اپنے رب کے اس عذاب سے ڈرتے ہیں، جس سے کسی کو بے فکر نہ ہونا چاہیئے۔ اور جو اپنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور قول کو نباہتے ہیں۔ اور جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں وہی لوگ ہیں جو جنت کے باغات میں عزت کے ساتھ رہیں گے۔ (۷۰ : ۲۲ - ۳۵)

پس اے لوگو! تم اس دن سے پہلے پہلے اپنے رب کا حکم مان لو، جس دن کہ پھر پلٹ کر (اس دنیا میں) نہ آسکو گے، اور جس دن کوئی صورت بچاؤ کی نہ ہوگی اور تمہاری طرف سے کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ ہوگا۔ (۴۲ : ۴۷)

۵۔جنّت

۱۔جنّت کا وجود

جنّت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔(۵۳: ۱۳-۱۵)
جنّت کی چوڑائی ایسی ہے جیسے زمین و آسمان کی چوڑائی۔(۳: ۱۳۳، ۵۷: ۲۱)

ف:۔ چونکہ آدمی کے دماغ میں آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ اور کوئی وسعت نہیں آسکتی تھی اس لیئے سمجھانے کے لیئے عرض کو اس سے تشبیہہ دی گئی۔ گویا بتلا دیا کہ جنّت کا عرض زیادہ سے زیادہ سمجھو۔ پھر جب عرض اتنا ہے تو طول کا حال خدا جانے کہ کیا کچھ ہو گا۔(حواشی علامہ عثمانیؒ)

جنّت امن اور چین کا گھر ہے۔ (۴۴: ۵۱-۵۲)
اور متقیوں کے لیئے تیار کی گئی ہے۔(۳: ۱۳۳)
کسی شخص کو خبر نہیں کہ (جنّت میں) کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے لیئے مخفی رکھا گیا ہے۔ یہ ان کے (نیک) اعمال کا بدلہ ہے۔(۳۲: ۱۷)

حدیثِ قدسی:۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں

کے لیئے ایسی چیز تیار کر رکھی ہے جس کو کسی آنکھ نے (آج تک) نہیں دیکھا، نہ اس کی خوبیوں کو سُنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا۔ اگر تم اس کی تصدیق چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (یعنی کسی شخص کو خبر نہیں کہ کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے لیئے مخفی رکھا گیا ہے۔ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے) (بخاری و مسلم)

۲۔جنّت کے نام

جَنّٰتُ عَدْنٍ :۔ ہمیشہ رہنے کا باغ۔ (۹ : ۷۲؛ ۱۳ : ۲۳؛ ۱۶ : ۳۱؛ ۱۸ : ۳۱؛ ۱۹ : ۶۱؛ ۲۰ : ۷۶؛ ۳۵ : ۳۳؛ ۳۸ : ۵۰؛ ۴۰ : ۸؛ ۶۱ : ۱۲؛ ۹۸ : ۸)

جَنّٰتُ النَّعِیْمِ :۔ نعمتوں والا باغ۔ (۵ : ۶۵؛ ۹ : ۲۱؛ ۱۰ : ۹؛ ۲۲ : ۵۶؛ ۲۶ : ۸۵؛ ۳۱ : ۸؛ ۳۷ : ۴۳؛ ۵۲ : ۱۷؛ ۵۶ : ۱۲، ۸۹؛ ۶۸ : ۳۴؛ ۷۰ : ۳۸؛ ۷۴ : ۲۰؛ ۸۲ : ۱۳؛ ۸۳ : ۲۲)

جَنَّتُ الْخُلْدِ :۔ ہمیشہ رہنے کا باغ۔ (۲۵ : ۱۵)

جَنّٰتُ الْمَاْوٰی :۔ وہ باغ جس میں آرام سے رہنے کا ٹھکانا ہو۔ (۳۲ : ۱۹؛ ۵۳ : ۱۵؛ ۷۹ : ۴۱)

جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ :۔ ٹھنڈی چھاؤں والا باغ۔ (۱۸ : ۱۰۸؛ ۲۳ : ۱۱)

جَنَّتٌ عَالِیَةٌ :۔ اونچا باغ۔ (۶۹ : ۲۲؛ ۸۸ : ۱۰)

دَارُ السَّلَامِ :۔ سلامتی کا گھر۔ (۶ : ۱۲۷ ؛ ۱۰ : ۲۵)
دَارُ الْمُقَامَةِ :۔ آباد رہنے کا گھر۔ (۳۵ : ۳۵)
مَقَامٌ اَمِيْنٌ :۔ امن کی جگہ۔ (۴۴ : ۵۱)

۳۔جنّت کی نعمتیں

ا۔ آرام و آسائش

جنّت میں جو کچھ چاہو گے وہی ملے گا۔ (۲۵ : ۱۶)
وہاں نہ محنت کرنی پڑے گی اور نہ تھکاوٹ ہو گی۔ (۳۵ : ۳۵)
وہاں نہ کوئی بھوکا رہے گا اور نہ ننگا۔ (۲۰ : ۱۱۸)
نہ کوئی پیاسا رہے گا اور نہ کسی کو دھوپ کی تپش سہنی پڑے گی۔ (۲۰ : ۱۱۹)
اور نہ وہاں کسی کو موت آئے گی۔ (۴۴ : ۵۶)
جنّت تو سلامتی کا گھر ہے۔ (۶ : ۱۲۷)
اور بہت اچھا ٹھکانا اور آرام کی جگہ ہے۔ (۲۵ : ۲۴)

سہ بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

احادیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا۔ جو لوگ جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے، وُہ چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوں گے اور ان کے بعد جو جماعت داخل ہو گی، وُہ اس روشن ستارے کی مانند ہو گی جو سورج اور چاند سے کم اور دوسرے ستاروں سے زیادہ روشن ہے اور جنتیوں کے دل ایک فرد واحد کے دل کی طرح ہوں گے نہ تو ان میں اختلاف ہو گا اور نہ بغض و عداوت۔ جنت میں ہر جنتی کی دو بیویاں حُورِ عین میں سے ہوں گی، جن کی پنڈلیوں کا گودا ہڈیوں اور گوشت کے اندر سے دکھائی دے گا۔ جنتی صبح و شام اللہ تعالیٰ کو یاد کریں گے، وُہ نہ تو بیمار ہوں گے نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ پھریں گے، نہ تھوکیں گے اور نہ رینٹھ سنکیں گے جنتیوں کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہونگی ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن اگر ہو گا۔ ان کا پسینہ خشک ہو گا اور سارے جنتی ایک شخص کی سیرت و عادت پر ہوں گے اور صورت میں اپنے باپ آدمؑ کی شکل پر اور ان کا قد ساٹھ گز اونچا ہو گا۔ (بخاری و مسلم)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص جنت میں داخل ہو گا، چین سے اور خوش رہے گا۔ فکر و غم اس کے پاس نہ آئے گا۔ نہ تو اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ اس کا شباب فنا ہو گا۔ (مسلم)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنّت میں اعلان کیا جائے گا کہ تم تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہو گے۔ اور تم ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے اور تم جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہ ہو گے اور تم خوشی اور آرام سے رہو گے، فکر و غم تمہارے پاس نہ آئے گا۔ (مسلم)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ فرمایا پانی سے۔ پھر میں نے پوچھا۔جنّت کی تعمیر کس چیز سے ہوئی ہے؟ فرمایا۔ ایک اینٹ سونے کی ایک چاندی کی، اور اس تعمیر کا مصالحہ یا گارا تیز خوشبو مشک سے اور اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں، اور مٹی اس کی زعفران ہے، جو اس میں داخل ہوگا، چین سے آرام سے رہے گا۔ فکر مند نہ ہوگا، ہمیشہ رہے گا، مرے گا نہیں، اس کے کپڑے پرانے نہ ہوں گے اور اس کا شباب فنا نہ ہوگا۔ (احمد، ترمذی، دارمی)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اور آپؐ یہ بیان فرمارہے تھے کہ جنّتیوں میں سے ایک شخص اپنے پروردگار سے کھیتی کرنے کی اجازت طلب کریگا باری تعالیٰ فرمائے گا جس حال میں تو ہے کیا یہ کافی نہیں ہے؟ وُہ کہے گا، ہاں، لیکن میں زراعت و کاشتکاری کو پسند کرتا ہوں (چنانچہ اس کو اجازت مل جائے گی) وُہ زمین میں بیج ڈالے گا، پلک جھپکنے میں سبزہ اگ آئے گا، بڑھ جائے گا اور کٹ جائے گا اور پہاڑوں کے برابر انبار لگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا۔ آدمؑ کے بیٹے! تیری خواہش پوری ہوگئی، تیری حرص کا پیٹ کوئی چیز نہیں بھرتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سُن کر اس دیہاتی نے جو آپؐ کے قریب تھا، عرض کیا۔ اللہ کی قسم!! وُہ شخص قریشی ہوگا یا انصاری کیونکہ یہی لوگ زراعت پیشہ ہیں اور ہمارا پیشہ زراعت نہیں ہے۔ اس دیہاتی کی یہ بات سُن کر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ (بخاری)

(۶) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کیا جنتی سوئیں گے؟ آپؐ نے فرمایا۔ نیند موت ہے

اور جنّتی مریں گے نہیں۔ (بیہقی)

ب۔ باغات اور نہریں

بہشت میں باغات ہوں گے، جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ (۲ : ۲۵، ۲۶۶؛ ۳ : ۱۵، ۱۳۶، ۱۹۵، ۱۹۸؛ ۴ : ۱۳، ۵۷، ۱۲۲؛ ۵ : ۱۲، ۸۵، ۱۱۹؛ ۷ : ۴۳؛ ۹ : ۷۲، ۸۹، ۱۰۰؛ ۱۰ : ۹؛ ۱۳ : ۳۵؛ ۱۴ : ۲۳؛ ۱۶ : ۳۱؛ ۱۸ : ۳۱؛ ۲۰ : ۷۶؛ ۲۲ : ۱۴، ۲۳؛ ۲۹ : ۵۸؛ ۳۹ : ۲۰؛ ۴۷ : ۱۲؛ ۴۸ : ۵، ۱۷؛ ۵۷ : ۱۲؛ ۵۸ : ۲۲؛ ۶۱ : ۱۲؛ ۶۴ : ۹؛ ۶۵ : ۱۱؛ ۶۶ : ۸؛ ۸۵ : ۱۱؛ ۹۸ : ۸)

جنّت میں پانی، دُودھ، شہد اور شراب کی نہریں ہوں گی۔ وُہ پانی ایسا ہوگا کہ اس میں بُو پیدا نہ ہو گی۔ دودھ ایسا ہوگا کہ اس کا مزا نہ بدلے گا۔ شہد ایسا ہوگا کہ اس کے جھاگ اتارے ہوئے ہوں گے اور شراب بہت لذیذ ہو گی۔ (۴۷ : ۱۵)

جنّت میں رہنے کے لیئے بالاخانے ہوں گے۔ ان کے نیچے سے بھی نہریں جاری ہوں گی۔ (۲۵ : ۷۵؛ ۲۹ : ۵۸)

یہ بالاخانے اوپر نیچے (یعنی کئی کئی منزلہ) ہوں گے۔ (۳۹ : ۲۰)

جنّت میں سایہ خوب گھنا، دائمی اور دراز ہوگا۔ (۴ : ۵۷؛ ۱۳ : ۳۵؛ ۵۶ : ۳۰؛ ۷۶ : ۱۴)

وہاں نہ گرمی ہوگی نہ جاڑا، بلکہ معتدل موسم ہوگا۔ (۷۶ : ۱۳)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ فرمایا پانی سے۔ پھر میں نے پوچھا۔ جنّت کی تعمیر کس چیز سے ہوئی ہے؟ فرمایا۔ ایک اینٹ سونے کی ایک چاندی کی، اور اس تعمیر کا مصالحہ یا گارا تیز خوشبو مشک سے اور اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں، اور مٹی اس کی زعفران ہے، جو اس میں داخل ہوگا، چین و آرام سے رہے گا۔ فکر مند نہ ہوگا، ہمیشہ رہے گا، مرے گا نہیں، اس کے کپڑے پرانے نہ ہوں گے اور اس کا شباب فنا نہ ہوگا۔ (احمد، ترمذی، دارمی)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اور آپؐ یہ بیان فرما رہے تھے کہ جنّتیوں میں سے ایک شخص اپنے پروردگار سے کھیتی کرنے کی اجازت طلب کریگا باری تعالیٰ فرمائے گا جس حال میں تو ہے کیا یہ کافی نہیں ہے؟ وہ کہے گا، ہاں، لیکن میں زراعت و کاشتکاری کو پسند کرتا ہوں (چنانچہ اس کو اجازت مل جائے گی) وہ زمین میں بیج ڈالے گا، پلک جھپکنے میں سبزہ اگ آئے گا، بڑھ جائے گا اور کٹ جائے گا اور پہاڑوں کے برابر انبار لگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا۔ آدمؑ کے بیٹے! تیری خواہش پوری ہوگئی، تیری حرص کا پیٹ کوئی چیز نہیں بھرتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر اس دیہاتی نے جو آپؐ کے قریب تھا، عرض کیا۔ اللہ کی قسم!! وہ شخص قریشی ہوگا یا انصاری کیونکہ یہی لوگ زراعت پیشہ ہیں اور ہمارا پیشہ زراعت نہیں ہے۔ اس دیہاتی کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ (بخاری)

(۶) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کیا جنتی سوئیں گے؟ آپؐ نے فرمایا۔ نیند موت ہے

اور جنّتی مریں گے نہیں۔ (بیہقی)

ب۔ باغات اور نہریں

بہشت میں باغات ہوں گے، جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ (۲ : ۲۵، ۲۶۶ و ۳ : ۱۵، ۱۳۶، ۱۹۵، ۱۹۸ و ۴ : ۱۳، ۵۷، ۱۲۲ و ۵ : ۱۲، ۸۵، ۱۱۹ و ۷ : ۴۳ و ۹ : ۷۲، ۸۹، ۱۰۰ و ۱۰ : ۹ و ۱۳ : ۳۵ و ۱۴ : ۲۳ و ۱۶ : ۳۱ و ۱۸ : ۳۱ و ۲۰ : ۷۶ و ۲۲ : ۱۴، ۲۳ و ۲۹ : ۵۸ و ۳۹ : ۲۰ و ۴۷ : ۱۲ و ۴۸ : ۵، ۱۷ و ۵۷ : ۱۲ و ۵۸ : ۲۲ و ۶۱ : ۱۲ و ۶۴ : ۹ و ۶۵ : ۱۱ و ۶۶ : ۸ و ۸۵ : ۱۱ و ۹۸ : ۸)

جنّت میں پانی، دُودھ، شہد اور شراب کی نہریں ہوں گی۔ وُہ پانی ایسا ہو گا کہ اس میں بُو پیدا نہ ہو گی۔ دودھ ایسا ہو گا کہ اس کا مزا نہ بدلے گا۔ شہد ایسا ہو گا کہ اس کے جھاگ اتارے ہوئے ہوں گے اور شراب بہت لذیذ ہو گی۔ (۴۷ : ۱۵)

جنّت میں رہنے کے لیئے بالاخانے ہوں گے۔ ان کے نیچے سے بھی نہریں جاری ہوں گی۔ (۲۵ : ۷۵ و ۲۹ : ۵۸)

یہ بالاخانے اوپر نیچے (یعنی کئی کئی منزلہ) ہوں گے۔ (۳۹ : ۲۰)

جنّت میں سایہ خوب گھنا، دائمی اور دراز ہو گا۔ (۴ : ۵۷ و ۱۳ : ۳۵ و ۵۶ : ۳۰، ۷۶ : ۱۴)

وہاں نہ گرمی ہو گی نہ جاڑا، بلکہ معتدل موسم ہو گا۔ (۷۶ : ۱۳)

اور سب طرف تازگی اور خوشی ہوگی۔ (۷۶ : ۱۱)
وہاں آبشاریں بھی ہونگی، جن کا پانی جھرنوں میں سے نیچے گرتا ہوگا۔ (۵۶ : ۳۱)
اس تازگی اور خوشی میں جنتی سلئے میں تختوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ان کو رزق اور میوہ ان کے حسب منشا دیا جائے گا۔ ان کی حیادار بیویاں بھی اسی طرح آمنے سامنے بیٹھی ہوں گی، انہی کو حورانِ جنّت کہتے ہیں۔ ان کے سامنے ہر چیز سونے کے طباقوں اور آبخوروں میں پیش کی جائے گی جو ایسے شفاف ہوں گے کہ گویا شیشے کے بنے ہوئے ہیں۔ ان کو گوشت اور میوے بھی کھانے کو ملیں گے اور شراب طہور پینے کو ملے گی۔ غلمانِ جنّت ان کے گرد پھرتے ہوں گے، جن کو دیکھ کر وہ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔ سب طرف چشمے جاری ہوں گے، قالین بچھے ہوئے اور جگہ جگہ غالیچے پھیلے ہوئے ہوں گے۔ (۳۶ : ۵۵، ۵۸ ؛ ۳۷ : ۴۰۔ ۶۰ ؛ ۳۸ : ۴۹۔ ۵۴ ؛ ۴۳ : ۷۰۔ ۷۳ ؛ ۴۴ : ۵۱۔ ۵۷ ؛ ۵۲ : ۱۷۔ ۲۸ ؛ ۵۵ : ۴۶۔ ۷۸ ؛ ۵۶ : ۱۰۔ ۳۸ ؛ ۷۶ : ۱۱۔ ۲۲ ؛ ۸۸ : ۸۔ ۱۶)

احادیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنّت میں پانی کا دریا ہے، شہد کا دریا ہے، دودھ کا دریا ہے، شراب کا دریا ہے، جب جنّت میں داخل ہو جائیں گے تو ان دریاؤں سے اور نہریں نکلیں گی۔ (ترمذی)

(۲) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنّت میں سو درجے ہیں، ان میں سے ہر درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ اور فردوس جنّت کے تمام درجوں سے اعلیٰ و برتر ہے، اور اسی فردوس سے جنّت کی چاروں نہریں

نکلتی ہیں۔ فردوس کے اوپر عرشِ الٰہی ہے۔ جب تم خدا سے جنّت مانگو، تو جنّت الفردوس مانگو۔ (ترمذی)

ج۔ حُورانِ جنّت

جنّت کی حوریں خوب پاکیزہ ہوں گی اور وہ جنّتیوں کی بیویاں ہوں گی۔ (۲ : ۲۵ ؛ ۴ : ۵۷ ؛ ۳۶ : ۵۶)

جنّتیوں سے ان کا بیاہ کر دیا جائے گا۔ (۴۴ : ۵۴ ؛ ۵۲ : ۲۰)

حُورانِ جنّت بہت حیادار اور خوبصُورت ہوں گی۔ حیا کے مارے اپنی آنکھیں نیچی رکھیں گی اور ایسا محسوس ہوگا، گویا کہ وُہ غلاف میں لپٹے ہوئے موتی کے دانے اور یاقوت و مونگا ہیں، وُہ ہم عمر اور کنواری ہوں گی اور خیموں میں رُکی رہنے والی ہوں گی۔ (۳۸ : ۵۲ ؛ ۵۵ : ۵۶-۵۸ ، ۷۶-۷۷ ؛ ۵۶ : ۲۲-۲۳)

احادیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :-

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صبح اور شام کو اللہ کی راہ میں (جہاد یا تبلیغِ دین کے لیئے) ایک بار جانا، دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، اس سب سے بہتر ہے۔ اگر جنّتیوں میں سے کوئی عورت دنیا کی طرف جھانک لے تو مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر دے اور ساری فضائے مشرق و مغرب کو خوشبو سے بھر دے، اور اس کے سر کی اوڑھنی دنیا اور جو کچھ دُنیا کے اندر ہے، سب سے بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲) حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن جو لوگ جنّت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوں گے اور دوسری جماعت جو ان کے بعد داخل ہو گی، ان کے چہرے آسمان کے سب سے زیادہ چمکنے والے ستارے کی مانند ہوں گے اور ہر جنتی کو دو بیویاں ملیں گی، ہر بیوی کے جسم پر ستّر جوڑے لباس کے ہوں گے اور ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودا نظر آتا ہوگا۔ (ترمذی)

(۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنّت میں حورِ عین کے اجتماع کی ایک جگہ ہو گی اس اجتماع میں حوریں بلند آواز سے ترانے گائیں گی۔ ان کی آواز اس قدر دلکش ہو گی کہ لوگوں نے کبھی بھی نہ سُنی ہو گی۔ یہ حوریں اس قسم کا ترانہ گائیں گی۔ ہم ہمیشہ زندہ رہیں گے، کبھی ہلاک نہ ہوں گے۔ ہم چین و آسائش سے رہیں گے، کبھی فکرمند نہ ہوں گے۔ ہم اپنے پروردگار یا اپنے خاوندوں سے راضی اور خوش رہیں گے، کبھی ناخوش نہ ہوں گے۔ خوشخبری ہر اس شخص کے لیئے جو ہمارے لیئے ہے اور ہم اس کے لیئے ہیں۔ (ترمذی)

د۔ غلمانِ جنّت

جنّتیوں کے اردگرد غلمان (اور وِلدان) پھرتے ہوں گے جو ان (کی خدمت) کے لیئے ہوں گے (اور ایسے صاف ستھرے ہوں گے) گویا کہ وہ حفاظت سے چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں۔ (۵۲ : ۲۴)

یہ ولدان ہمیشہ (لڑکے ہی) رہیں گے اور ان کو دیکھ کر گمان ہوگا کہ گویا وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ (۷۶ : ۱۹؛ ۵۶ : ۱۷)
ان کی آمد و رفت آبخوروں اور آفتابوں کے ساتھ ہوگی، اور ایسے جام کے ساتھ جو بہتی ہوئی لطیف شراب سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ (۵۶ : ۱۸؛ ۳۷ : ۴۵)

۷۔ شرابِ طہور

جنّتیوں کا رب ان کو شرابِ طہور پلائے گا۔ (۷۶ : ۲۱)
غلمان ان کے لیئے شرابِ معین (بہتی ہوئی لطیف شراب) کے جام بھی لیئے پھریں گے۔ (۵۶ : ۱۸؛ ۳۷ : ۴۵)
یہ شراب سفید رنگ کی ہوگی اور پینے والوں کو لذّت دے گی۔ (۳۷ : ۴۶)
نہ تو اس سے سر میں درد ہوگا اور نہ عقل میں فتور آئے گا۔ (۵۶ : ۱۹)
نہ اس سے غول (غبار) ہوگا اور نہ بیہودہ کلامی کی صورت پیدا ہوگی۔ (۳۷ : ۴۷)
ابرار (یعنی نیک لوگوں) کو شرابِ رحیق (یعنی خالص شراب) پلائی جائیگی، جو سر بمہر ہوگی، مہر اس کی مشک کی ہوگی، اس کی ملونی (یعنی آمیزش) تسنیم سے ہوگی جو ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے نیک بندے پیتے ہیں۔ (۸۳ : ۲۵-۲۸)
ابرار ایک اور جام سے بھی پئیں گے، جسکی ملونی (یعنی آمیزش) کافور کی ہوگی، یہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اور جہاں چاہیں گے اس کو بہا کر لے جائیں گے (۷۶ : ۵-۶)
وہاں ان کو ایک ایسا جام بھی پلایا جائے گا جس کی ملونی (یعنی آمیزش) سونٹھ

کی ہوگی ۔ یہ ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے ۔ (۷۶ : ۱۷ - ۱۸)
جنتی اس جام پر چھینا جھپٹی بھی کریں گے ، مگر اس میں بیہودگی اور گناہ کی کوئی بات نہ ہوگی ۔ (۵۲ : ۲۳)
جنت میں بیہودگی کا تو نام ونشان بھی نہ ہوگا اور نہ کوئی لغو بات ہوگی ۔ بلکہ سب طرف امن اور سلامتی کی باتیں ہوں گی اور فرشتوں اور مومنوں کی طرف سے سلام علیک کی آوازیں بلند ہوں گی ۔ (۱۹ : ۶۲ ؛ ۲۲ : ۲۴ ؛ ۵۶ : ۲۵ - ۲۶ ؛ ۸۸ : ۱۱)

و ۔ جنت کے میوے

جنت میں میوے بہت کثرت سے ہوں گے ۔ (۳۸ : ۵۱ ؛ ۵۶ : ۳۲)
اور دائمی ہوں گے ۔ (۱۳ : ۳۵)
وُہ نہ ختم ہوں گے اور نہ (ان میں سے کھانے کی) ممانعت ہوگی ۔ (۵۶ : ۳۳)
جنتی ان میووں کو پسند کریں گے ۔ (۵۶ : ۲۰)
وہاں ہر قسم کے میوے ہوں گے ۔ (۴۷ : ۱۵)
اور ہر میوے کا جوڑا ہوگا ۔ (۵۵ : ۵۲)
کھجوریں اور انار بھی ہوں گے ۔ (۵۵ : ۶۸)
بیریاں بغیر کانٹوں کے اور کیلے تہ بہ تہ ہونگے ۔ (۵۶ : ۲۸ - ۲۹)
جنت کے میوے ایسے عجیب و غریب اور ایک دُوسرے کے مشابہ ہوں گے کہ جنتیوں کو مغالطہ ہو جائے گا کہ یہ تو وہی میوے ہیں جو پہلے کھا چکے تھے ، حالانکہ

وہ ان سے مختلف ہوں گے۔(۲ : ۲۵)
یہ میوے جھک رہے ہوں گے اور جنتیوں کے اختیار میں ہوں گے (کہ جب چاہیں توڑ لیں)۔(۷۶ : ۱۴؛ ۶۹ : ۲۳)
ارشاد ہوگا کہ مزے سے خوب کھاؤ اور پیو بسبب اپنے اعمال کے جو تم نے ایام گذشتہ میں کئے تھے۔(۶۹ : ۲۴)

ز۔جنّتیوں کا لباس

جنّتیوں کا لباس بہت عمدہ سبز ریشم، اطلس و کمخواب کا ہوگا۔(۱۸ : ۳۱؛ ۲۲ : ۲۳؛ ۳۵ : ۳۳؛ ۴۴ : ۵۳؛ ۷۶ : ۱۲)
ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔(۱۸ : ۳۱؛ ۲۲ : ۲۳؛ ۳۵ : ۳۳)
ان کی مسہریاں سونے کے تاروں سے بنی ہوئی ہوں گی۔(۵۶ : ۱۵)
وہ ان پر ٹیک لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔(۵۶ : ۱۶؛ ۷۶ : ۱۳)

ح۔سلام اور دیدارِ الٰہی

جنتیوں کی دعا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ اور ملاقات ان کی سَلَامٌ اور دعا کا خاتمہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہوگا۔(۱۰ : ۱۰؛ ۱۴ : ۲۳)

ہر دروازے سے ملائکہ ان کو سلام علیکم کہتے اور ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے داخل ہوں گے۔ (۱۳: ۲۳-۲۴)
ان کو ربّ الرّحیم کی طرف سے بھی سلام کہا جائے گا۔ (۳۶: ۵۸)
اور وُہ اپنے ربّ کو دیکھتے ہوں گے۔ (۷۵: ۲۲-۲۳)
ف: جنّتی جنّت کی نعمتوں اور خدا کے فضل و احسان کو دیکھ کر "سُبحان اللہ" پکاریں گے اور جب خدا سے کچھ مانگنے کی خواہش ہوگی، مثلاً کوئی پرندہ یا پھل دیکھا اور اُدھر رغبت ہوئی تو "سُبحٰنَكَ اللّٰهُمَّ" کہیں گے، اتنا سُنتے ہی فرشتے وُہ چیز فوراً حاضر کر دیں گے۔ گویا یہی ایک لفظ تمام دعاؤں کے قائم مقام ہوگا۔ دنیا میں بھی بڑے آدمیوں کے ہاں دستور ہے کہ مہمان اگر کسی چیز کو پسند کر کے صرف تعریف کر دے تو غیور میزبان کوشش کرتا ہے کہ وُہ چیز مہمان کے لیئے مہیّا کرے۔ جنّتی ملاقات کے وقت ایک دُوسرے کو سلام کریں گے جیسے دُنیا میں مسلمانوں کا دستور ہے، نیز فرشتوں کا جنّتیوں کو سلام کرنا بلکہ خود خداوند ربّ العزّت کی طرف سے تحفہ سلام کا آنا قرآن میں منصوص ہے۔ سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡمٍ ۝ (یٰسٓ رکوع ۴) وَالۡمَلٰٓئِكَةُ یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ (الرعد رکوع ۳) جنّت میں پہنچ کر جب دنیوی تفکّرات و کدورات کا خاتمہ ہو جائے گا اور محض سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہنے پر ہر چیز حسبِ خواہش ملتی رہے گی، تو ان کی ہر دُعا کا خاتمہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ پر ہوگا اور طبعاً ایسا ہی ہونا چاہیئے (حواشی علاّمہ عثمانیؒ)

احادیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم:۔

(۱) حضور صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ جب جنتی جنّت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا۔ کیا اور کچھ چاہتے ہو؟ کہ میں تم کو زیادہ دوں۔ جنتی عرض کریں گے۔ کیا ہمارے چہروں کو تو نے روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو جنّت میں داخل نہیں کیا؟ اور کیا تو نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی؟ (یعنی اے پروردگار! تیرے یہ احسانات کیا کم ہیں کہ ہم اور مطالبہ کریں!) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سُن کر اللہ تعالیٰ اپنے چہرے سے نقاب اٹھا دے گا اور جنتی اللہ تعالےٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور جنتیوں کو اس سے بہتر کوئی چیز نہ دی گئی ہو گی کہ وُہ اپنے پروردگار کا دیدار کریں۔ اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ۔ (یعنی جن لوگوں نے نیکی کی ہے، ان کا ثواب نیکی ہے یعنی جنّت ۔ اور اس پر زیادہ ۔ یعنی دیدارِ الٰہی ۔) ۔ (مسلم)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ جب جنتی آرام و آسائش میں مشغول ہوں گے، اچانک ایک بڑی تیز روشنی نظر آئے گی۔ وُہ اپنے سروں کو اٹھا کر اس روشنی کو دیکھیں گے، تو اپنے پروردگار کو اپنے اوپر جلوہ گر پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا۔ جنتیو! تم پر سلامتی ہو اور یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ○ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ جنّتیوں کی طرف دیکھے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے، اور دیدارِ الٰہی میں اس قدر محو ہوں گے کہ جنّت کی نعمتوں میں سے کسی چیز کی طرف متوجہ نہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھتے رہیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ ان کی نظروں سے مخفی ہو جائے گا اور صرف اس کا نور باقی رہ جائے گا۔ (ابنِ ماجہ)

(۴) حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! کیا قیامت کے دن ہر شخص بلا مزاحمت غیر اپنے پروردگار کو دیکھے گا؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں! میں نے عرض کیا۔ دنیا کی مخلوق میں اس کی کوئی مثال ہے؟ فرمایا۔ اے ابو رزینؓ! کیا چودھویں رات کو تم میں سے ہر شخص بلا مزاحمت غیر چاند کو نہیں دیکھتا؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں، دیکھتا ہے۔ فرمایا۔ چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بزرگ و برتر ہے۔
(ابو داؤد)

ط۔ رضائے الٰہی

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے بڑے درجے ہیں، اور جنّت کی دائمی نعمتوں کے علاوہ ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل ہوگی۔ (۹ : ۲۰-۲۲)
متقیوں کے لیئے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی۔ (۳ : ۱۵)
دُنیا کی زندگی سے دھوکا نہ کھانے والوں کے لیئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور رضامندی ہے۔ (۵۷ : ۲۰)
مومن مردوں اور مومنہ عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے نہروں والی بہشتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور جنّتِ عدن میں پاکیزہ گھروں کا وعدہ بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی تو ان سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (۹ : ۷۲)

حدیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا۔ اے جنتیو! وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم حاضر ہیں، تیری خدمت میں موجود ہیں اور بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم راضی اور خوش ہو؟ وُہ کہیں گے اے پروردگار! ہم کیونکر راضی اور خوش نہ ہوں۔ تو نے ہم کو اس قدر دیا ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا میں ان سب چیزوں سے بہتر ایک اور چیز تم کو عطا کر دوں؟ وُہ کہیں گے اے پروردگار! ان چیزوں سے بہتر اور کون سی چیز ہو گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میں تم کو اپنی خوشنودی (رضوان) عطا کروں گا اور اس کے بعد پھر تم سے کبھی ناخوش نہ ہوں گا۔ (بخاری و مسلم)

۴۔ جنّت میں داخلہ

جنّت میں داخلے کا منظر بھی عجیب ہو گا۔ جنّت کو سجا کر قریب لایا جائے گا، اور فرشتے دعا اور سلام کہتے ہوئے جنتیوں کو لینے آئیں گے۔ ان کے آتے ہی جنّت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جنتیوں کو گروہ در گروہ اس میں داخل کیا جائے گا۔ داروغہ جنّت ان کو سلام علیک کہیں گے اور ان کے ربّ کی طرف سے بھی ان پر سلام ہو گا۔ (۸۱ : ۱۳ ؛ ۲۵ : ۷۵ ؛ ۳۶ : ۷۳ ؛ ۵۰ : ۳۱۔ ۳۵)

اور ان سے کہا جائے گا) اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف چل، تو اس سے راضی

وُہ تجھ سے راضی، پھر میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنّت میں داخل ہو جا۔ (۸۹ : ۲۷-۳۰)

جنّت میں داخل ہونا بہت بڑی مراد ہے۔ (۳ : ۱۸۵؛ ۴ : ۱۳؛ ۵ : ۱۱۹؛ ۹ : ۷۲، ۸۹، ۱۰۰، ۱۱۱؛ ۴۴ : ۵۷؛ ۴۵ : ۳۰؛ ۴۸ : ۵؛ ۵۷ : ۱۲؛ ۵۹ : ۲۰؛ ۶۱ : ۱۲؛ ۶۴ : ۹)

جنّتیوں سے اللہ راضی اور وُہ اللہ سے راضی رہیں گے۔ (۵ : ۱۱۹)

وُہ ہمیشہ ہمیشہ جنّت میں رہیں گے۔ (۱۱ : ۱۰۸؛ ۲۵ : ۷۵-۷۶؛ ۳۱ : ۸-۹؛ ۴۳ : ۷۰-۷۲)

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایک ایسی تجارت بتاؤں، جو تم کو دردناک عذاب سے بچا کر جنّت میں داخل کرانے کا ذریعہ بن جائے؟ (لو سنو!) تم اللہ اور اس کے رسُول صلعم پر ایمان لے آؤ، اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ اس پر اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو ان بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور جنّتِ عدن میں ستھرے گھر عطا فرمائے گا۔ اور یہ بہت بڑی مُراد ہے۔ (۶۱ : ۱۰-۱۲)

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنّت کے بدلے میں خرید لئے ہیں۔ وُہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں، پھر مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے توریت، انجیل، اور قرآن میں یہ وعدہ کر کے اپنے ذمہ لے لیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ قول و قرار کا پورا اور کون ہو سکتا ہے؟ پس تم اس سودے پر خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ (۹ : ۱۱۱)

توریت کتاب استثناء باب ۳۲ فقرہ ۳ تا ۶	تم ہمارے خدا کی بزرگی جانو۔ کہ وُہ چٹان ہے اس کا کام کامل

ہے کہ اس کی سب راہیں راست ہیں، خدا سچا ہے اور بدی سے مبرا ہے، وُہ صادق اور برحق ہے ● انہوں نے آپ کو خراب کیا۔ وُہ اس کے فرزند نہیں۔ ان کا عیب ہے کہ وُہ ایک کجرو اور گردن کش پشت ہیں ● اے جاہل اور بے شعور لوگو! کیا تم خداوند کو عوض میں ایسا کچھ دیتے ہو؟ کیا وُہ تیرا باپ نہیں ہے جس نے تجھے مول لیا؟ کیا اس نے تجھے بنایا نہیں اور تجھے قائم نہیں کیا؟ ●

متی کی انجیل باب ۵ فقرہ ۱۰ تا ۱۲

مبارک ہیں وُہ جو راستبازی کے سبب ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے ● جب میرے سبب لوگ تمہیں لعن طعن کریں گے اور ستائیں گے اور ہر طرح کی بُری باتیں تمہاری نسبت ناحق کہیں گے تو تم مبارک ہو گے ● خوشی کرنا اور نہایت شادماں ہونا۔ کیونکہ آسمان پر تمہارا اجر بڑا ہے۔ اس لیئے کہ لوگوں نے ان نبیوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے اسی طرح ستایا تھا ●

۵۔ جنّتی کون لوگ ہونگے؟

۱۔ باعمل مومن

جو لوگ ایمان لاکر نیک عمل کرتے ہیں، وُہ اپنی راہ سنوارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے بدلہ دے گا۔ ان کے لیئے بخشش اور عزت کی روزی ہے، ان کا اجر کبھی منقطع نہ ہوگا۔ یہ لوگ تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ (۳۰ : ۴۴ - ۴۵ ؛ ۳۴ : ۴ ؛ ۹۵ : ۶ ؛ ۹۸ : ۷ - ۸)

ان کے لیئے جنت ہے، جس کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔ وُہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وُہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ (۲ : ۲۵، ۸۲؛ ۴ : ۱۲۲؛ ۷ : ۴۲؛ ۲۲ : ۱۴؛ ۸۵ : ۱۱؛ ۹۸ : ۷-۸)

ب۔ ابرار

ابرار یعنی نیک لوگ جنّت نعیم میں ہوں گے۔ (۸۲ : ۱۳؛ ۸۳ : ۲۲)
مسہریوں پر (بیٹھے بہشت کے عجائبات) دیکھتے ہوں گے۔ (۸۳ : ۲۳)
تم آسائش کی بشاشت ان کے چہروں سے معلوم کر لو گے۔ (۸۳ : ۲۴)
ان کو سر بمہر خالص شراب پلائی جائے گی، جس کی مہر مشک کی ہو گی۔ (یہ ایسی نعمت ہے کہ) رغبت کرنے والوں کو چاہیئے کہ اس کی طرف رغبت کریں۔ (۸۳ : ۲۵-۲۶)
اس شراب کی ملونی (یعنی آمیزش) تسنیم کی ہو گی، جو ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرّب بندے پیئیں گے۔ (۸۳ : ۲۷-۲۸)

ج۔ متّقی

جنّت تو متّقیوں کے لیئے تیار کی گئی ہے، جو خوشی اور تکلیف (ہر حال) میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، غصّے کو دبا لیتے ہیں، لوگوں کو (ان کے

قصور) معاف کر دیتے ہیں، اور احسان کرتے ہیں۔ اور جب کبھی کوئی گناہ یا بُرا کام کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں، اور جان بوجھ کر اپنے (کسی غلط) کئے پر اڑتے نہیں ہیں۔ (۳ : ۱۳۳-۱۳۶)
جو یہ دُعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے، پس تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم کو دوزخ کی آگ سے بچا، جو صبر کرنے والے ہیں، سچے اور فرمانبردار ہیں اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے ہیں اور پچھلی رات میں اللہ تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ (۳ : ۱۵-۱۷)
جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور رجوع ہونے والا دِل رکھتے ہیں۔ (۵۰ : ۳۱-۳۵)
جو اللہ کی نعمتوں کو (بخوشی) لیتے (یعنی قبول کرتے) ہیں، جو احسان کرنے والے ہیں، رات کو کم سوتے ہیں، سحر کے وقت اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں، اور اپنے مالوں میں سے سائل اور محروم کا حِصّہ رکھتے ہیں۔ (۵۱ : ۱۵-۱۹)
جو غیب پر یقین رکھتے ہیں، نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اللہ کے دیئے میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، جو قرآنِ کریم اور سابقہ کتابوں پر ایمان لاتے ہیں، اور قیامت کے دِن کو یقینی جانتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔ (۲ : ۳-۵)

د- اصحابِ یمین

حشر کے دن جن کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ملیں گے، وہ اصحابِ یمین ہوں گے۔ ان سے آسان حساب لیا جائے گا۔ وہ سلامتی اور جنّت میں رہیں گے اور اپنے

احباب واقارب، کے پاس خوشی خوشی پھر کر آئیں گے۔ (۸۴ : ۷-۹ نیز ۵۶ : ۹۰-۹۱ نیز ۷۴ : ۳۹-۴۰)

جن لوگوں کو ان کے اعمالنامے دائیں ہاتھ میں ملیں گے، وُہ ان کو پڑھیں گے، اور ان پر دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۱۷ : ۷۱)

وُہ خوشی کے مارے اپنے اعمالنامے دوسروں سے بھی پڑھوائیں گے۔ یہ لوگ دنیا میں آسان حساب کا گمان کیا کرتے تھے، پس وُہ اونچے باغات میں من مانے عیش میں ہوں گے اور میوے ان پر جھکے پڑتے ہوں گے، اور ان سے کہا جائے گا کہ خوب کھاؤ پیو۔ یہ تمہارے اس عمل کا بدلہ ہے جو گذشتہ دنوں میں تم آگے بھیج چکے ہو۔ (۶۹ : ۱۹-۲۴)

اصحابِ یمین وُہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں غلاموں کو آزاد کراتے تھے، بھوک کے دن قرابت داروں، یتیموں اور خاک آلودہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے، اور ایمان لاکر صبر اور رحم کی تاکید کرتے تھے۔ (۹۰ : ۱۱-۱۸)

توبہ کرنے والے، اللہ کی عبادت، اور اللہ و رسُول کی اطاعت کرنے والے، اللہ کا شکر کرنے والے، روزہ دار، رکُوع و سجود کرنے والے، نیکی کا حکم کرنے والے اور بدی سے روکنے والے، اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنیوالے (۹ : ۱۱۲ نیز ۴ : ۱۳)

احسان کرنے والے۔ (۵ : ۸۵)

ہجرت میں سبقت کرنے والے، ان کی مدد کرنے والے انصار اور وُہ لوگ جنہوں نے نیکی کے ساتھ مہاجرین وانصار کی پیروی کی۔ (۹ : ۱۰۰)

ایمان لاکر ذکرِ الٰہی سے اطمینانِ قلبی حاصل کرنے والے۔ (۱۳ : ۲۸-۲۹)

اللہ کے دشمنوں سے دوستی نہ رکھنے والے۔ (۵۸ : ۲۲)

(حشر کے دن) اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرنے والے، اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکنے والے۔ (۷۹ : ۴۰-۴۱)

اپنی نمازوں پر مداومت کرنے والے، مانگے اور بن مانگے سائل کو اپنے مال میں سے دینے والے، جزا کے دن کی تصدیق کرنے والے، عذاب الٰہی سے ڈرنے والے، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے، شہادتوں پر قائم رہنے والے، اور نمازوں کی محافظت کرنے والے۔ (۷۰ : ۲۲-۳۵)

جنہوں نے بھلائی کی۔ ان کے لیئے اور زیادہ بھلائی ہے۔ ان کے چہروں پر سیاہی نہ چڑھے گی اور نہ ان کو رسوائی ہوگی، بلکہ ان کے چہروں پر تازگی ہوگی اور ہمیشہ جنّت میں رہیں گے اور اپنے رب کا دیدار کریں گے۔ (۱۰ : ۲۶؛ ۷۵ : ۲۲-۲۳)

مقرّبینِ الٰہی کے لیئے راحت، رزق اور جنّت نعیم ہے۔ (۵۶ : ۸۸-۸۹)

۶۔ جنّتیوں کی بات چیت

جنّت میں داخل ہونے کے بعد اہلِ جنّت اہلِ دوزخ سے کہیں گے، ہم نے تو اپنے رب سے کیئے ہوئے وعدے کو پالیا اور وہ وعدہ بالکل سچا رہا، کیا تم نے بھی اپنے وعدے کو پالیا؟ وہ کہیں گے ہاں! اس پر غیب سے ندا آئے گی کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو، جو لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور آخرت سے کفر کرتے تھے (۷: ۴۴-۴۵)

اہلِ جنّت اہلِ دوزخ سے مزید پوچھیں گے۔ تم کاہے کو دوزخ میں جا پڑے؟ وہ جواب دیں گے۔ ہم نماز نہ پڑھتے تھے، اور محتاجوں کو کھانا نہ کھلاتے تھے، اور بحث مباحثے میں لگے رہتے تھے اور جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے حتّٰی کہ ہمیں موت آگئی۔ (۷۴ : ۳۹-۴۷)

۶۔ دوزخ

۱۔ دوزخ کا وجود

دوزخ کافروں کے لیئے جیل خانہ ہے اور انہیں کے لیئے تیار کی گئی ہے۔
(۱۷ : ۸ ؛ ۲ : ۲۴)

اس کے سات دروازے ہیں۔ (۱۵ : ۴۴)

اور اس پر انیس ۱۹ فرشتے (بطور داروغہ) مقرر ہیں۔ (۷۴ : ۳۰)
یہ فرشتے بڑے ہی تند خو اور سخت ہیں۔ جو حکم ان کو ملتا ہے اس کی تعمیل میں ذرا بھی پس و پیش یا نافرمانی نہیں کرتے، اور وہی کام کرتے ہیں جو ان کو حکم ملتا ہے۔
(۶۶ : ۶)

دوزخ کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ (۲ : ۲۴)

دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھر دیا جائے گا۔ (۱۱ : ۱۱۹ ؛ ۳۲ : ۱۳)
وہ جن اور انسان جن کے دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں۔ آنکھیں تو ہیں، مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ کان تو ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں، وہ جانوروں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ اور غافل ہیں۔
(۷ : ۱۷۹)

احادیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :-

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار برس جلایا گیا، یہاں تک کہ وہ سُرخ ہو گئی، پھر اس کو ایک ہزار برس تک جلایا گیا یہاں تک وُہ سفید ہو گئی۔ پھر ایک ہزار برس اور جلایا گیا یہاں تک کہ وُہ سیاہ ہو گئی اب وُہ سیاہ اور تاریک ہے۔ (ترمذی)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کے ستر ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے (یعنی دوزخ کی آگ کا درجہ حرارت دنیا کی آگ سے ستر گنا ہے) کہا گیا کہ یا رسُول اللہ! دنیا کی آگ (ہی عذاب دینے کے لئے) کافی تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ دنیا کی آگوں پر دوزخ کی آگ کو انہتر ۶۹ درجہ بڑھایا گیا، اور ان انہتر حصّوں میں سے ہر ایک حصّہ تمہاری دُنیا کی آگ کی حرارت کے برابر گرم ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن دوزخ کو (اس جگہ سے جہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے) لایا جائے گا، اس کی ستر باگیں ہوں گی، اور ہر باگ ستر ہزار فرشتوں کے ہاتھوں میں ہو گی، اور فرشتے اس کو کھینچتے ہوئے لائیں گے۔ (مسلم)

(۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ دوزخ کے احاطہ کی چار دیواریں ہیں، ہر دیوار کی موٹائی چالیس۴۰ برس کی مسافت کے برابر ہے۔ (ترمذی)

۲-دوزخ کے نام

جَہَنَّم - (۲:۲۰۶؛ ۳:۱۲، ۱۶۲، ۱۹۷؛ ۴:۵۵، ۹۳، ۹۷،
۱۱۵، ۱۲۱، ۱۴۰، ۱۶۹؛ ۷:۱۸، ۴۱، ۱۷۹؛ ۸:۱۶، ۳۶، ۳۷؛ ۹:۳۵،
۴۹، ۶۳، ۶۸، ۷۳، ۸۱، ۹۵، ۱۰۹؛ ۱۱:۱۱۹؛ ۱۳:۱۸؛ ۱۴:۱۶،
۲۹؛ ۱۵:۴۳؛ ۱۶:۲۹؛ ۱۷:۸، ۱۸، ۳۹، ۶۳، ۹۷؛
۱۸:۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۶؛ ۱۹:۶۸، ۸۶؛ ۲۰:۷۴؛ ۲۱:۲۹،
۹۸؛ ۲۳:۱۰۳؛ ۲۵:۳۴، ۶۵؛ ۲۹:۵۴، ۶۸؛ ۳۲:۱۳
؛ ۳۵:۳۶؛ ۳۶:۶۳؛ ۳۸:۵۶، ۸۵؛ ۳۹:۳۲، ۶۰، ۷۱،
۷۲؛ ۴۰:۴۹، ۶۰، ۷۶؛ ۴۳:۷۴؛ ۴۵:۱۰؛ ۴۸:۶؛
۵۰:۲۴، ۳۰؛ ۵۲:۱۳؛ ۵۵:۴۳؛ ۵۸:۸؛ ۶۶:۹؛
۶۷:۶؛ ۷۲:۱۵، ۲۳؛ ۷۸:۲۱؛ ۸۵:۱۰؛ ۸۹:۲۳؛
۹۸:۶)

جَحِیْم - (۲:۱۱۹؛ ۵:۱۰، ۸۶؛ ۹:۱۱۳؛ ۲۲:۵۱؛ ۲۶:۹۱؛
۳۷:۲۳، ۵۵، ۶۴، ۶۸، ۹۷، ۱۶۳؛ ۴۰:۷؛ ۴۴:۴۷،
۵۶؛ ۵۲:۱۸؛ ۵۶:۹۴؛ ۵۷:۱۹؛ ۶۹:۳۱؛ ۷۹:۳۶،
۳۹؛ ۸۱:۱۲؛ ۸۲:۱۴؛ ۸۳:۱۶؛ ۱۰۲:۶؛ ۷۳:۱۲)

سَعِیْر - (۴:۱۰، ۵۵؛ ۱۷:۹۷؛ ۲۵:۱۱؛ ۳۳:۶۴؛
۴۸:۱۳؛ ۷۶:۴؛ ۸۴:۱۲؛ ۵۴:۲۴، ۴۷)

سَقَر - (۵۴:۴۸؛ ۷۴:۲۶، ۲۷، ۴۲)

هَاوِيَة۔ (۱۰۱: ۹-۱۱)
حُطَمَہ۔ (۱۰۴: ۴، ۵)
سُوْءُ الدَّارِ۔ (۱۳: ۲۵؛ ۴۰: ۵۲)

۳۔ دوزخ کے عذابات

۱۔ آگ کا عذاب

(مرنے کے بعد قیامت تک عالمِ برزخ میں) کفّار کو صبح و شام عذابِ نار پر حاضر کیا جاتا رہے گا۔ اور قیامت کے دن ان کو اور بھی سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ (۴۰: ۴۶)

آخرت کا عذاب اس دنیا کے عذاب سے بہت زیادہ سخت ہوگا۔ (۱۳: ۳۴)

وہاں کی گرمی بھی دنیا کی گرمی سے بہت زیادہ شدید ہوگی۔ (۹: ۸۱)

دوزخ میں بچھونا اور اوڑھنا بھی آگ ہی کے ہوں گے۔ (۷: ۴۱)

ان کو آگ کے کپڑے پہنا کر، ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہوگا وہ سب اور ان کی کھال بھی جل جائے گی، ان کو مارنے کے لیئے لوہے کے بڑے بڑے ہتوڑے ہوں گے، وہ جب بھی دوزخ میں سے نکلنا چاہیں گے دوبارہ اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جلنے کے عذاب کا مزہ چکھو۔ (۲۲: ۱۹-۲۲)

وُہ تیز آگ ان کے مونہوں کی کھال کو ادھیڑ دے گی اور کلیجوں کو کھینچ لے گی۔

(۷۰ : ۱۵-۱۶)

اس آگ سے جب دوزخیوں کی ایک کھال جل جائے گی تو پھر دوسری بدل دی جائے گی۔ (۴ : ۵۶)

دنیا میں لمبی عمر بھی کفار کو دوزخ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ (۲ : ۹۶)

احادیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کے ستّر ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے (یعنی اس کا درجہ حرارت ستّر گنا ہے)۔ عرض کیا گیا۔ یارسُول اللہ دُنیا کی آگ (ہی عذاب دینے کے لیئے) کافی تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ دُنیا کی آگوں پر دوزخ کی آگ کو انہتر درجے بڑھایا گیا اور ان انہتر حِصّوں میں سے ایک حِصّہ تمہاری دنیا کی آگ کے برابر ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲) حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے قرآن مجید کے الفاظ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ (یعنی دوزخی دوزخ میں تیوڑی چڑھائے اور دانت کھولے ہوئے ہوں گے) کے متعلق فرمایا۔ آگ کافر کے منہ کو بھون ڈالے گی، اس کا اوپر کا ہونٹ اوپر کو سمٹ جائے گا یہاں تک کہ نصف سر تک پہنچے گا اور نیچے کا ہونٹ لٹک آئے گا جو ناف تک پہنچ جائے گا۔ (ترمذی)

(۳) حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صعود (جس کا ذکر سورہ المدثر کی آیت ۱۷ میں ہے) آگ کا ایک پہاڑ ہے جس پر کافر کو ستّر برس چڑھایا جائے گا اور پھر گرایا جائے گا اور وُہ ستر برس تک لڑھکتا چلا جائے گا اور ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا۔

(ترمذی)

(۴) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخیوں میں بعض لوگ وُہ ہوں گے جن کے ٹخنوں تک آگ ہو گی۔ بعض وُہ ہوں گے جن کے زانوؤں تک آگ کے شعلے پہنچیں گے۔ بعض وُہ ہوں گے جن کے کمر تک آگ ہو گی۔ اور بعض وُہ ہوں گے جن کے گردن تک آگ کے شعلے ہوں گے۔ (مسلم)

(۵) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخیوں میں سے سب سے ہلکا عذاب جس شخص کو دیا جائے گا، اس کو آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی، جن کے اوپر آگ کے تسمے ہوں گے، اور ان دونوں چیزوں سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا جس طرح دیگ جوش کھاتی ہے۔ وُہ شخص اس عذاب کو سخت تر عذاب خیال کرے گا، حالانکہ وُہ سب سے ہلکا عذاب ہو گا۔ (بخاری و مسلم)

(۶) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جن کو آسان و ہلکا عذاب دیا جائے گا۔ فرمائے گا۔ اگر تیرے پاس دُنیا کی چیزوں میں سے کوئی چیز ہوتی، اور تو اس کو دے کر اس عذاب سے چھوٹ جاتا تو کیا ایسا کرنے پر تو آمادہ ہوتا؟ وُہ کہے گا۔ ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ جب تو آدمؑ کی پشت میں تھا۔ اس وقت میں نے تجھ سے اس سے آسان چیز کی خواہش کی تھی اور وُہ یہ کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ لیکن تو نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور میرے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرایا۔ (بخاری و مسلم)

(۷) حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخ میں ایک نالہ ہے جس کا نام ہبہب ہے۔ اس نالہ میں ہر اس شخص کو رکھا جائے گا جو متکبر اور سرکش ہو گا۔ (دارمی)

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخ میں صرف بدنصیب داخل ہو گا۔ پوچھا گیا۔ یارسُول اللہ! بدنصیب کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا، بدنصیب وُہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضامندی حاصل کرنے کے لیئے اللہ کی اطاعت نہیں کی اور اس کی نافرمانی کو ترک نہیں کیا۔ (ابنِ ماجہ)

ب۔ طوق وسلاسل

بے شک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور آگ ہے اور گلے میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔ (۷۳ : ۱۲-۱۳)

مکذبین قیامت کو جکڑ کر ایک تنگ مکان میں ڈال دیا جائے گا۔ وہاں وُہ موت موت پکاریں گے۔ (ارشاد ہو گا کہ) ایک موت نہیں بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔ (۲۵ : ۱۳-۱۴)

وُہ لوگ جن کے اعمالنامے بائیں ہاتھ میں ملیں گے (ان کے بارے میں ارشاد ہو گا کہ) ان کو پکڑو اور طوق پہناؤ، پھر ان کو دوزخ میں داخل کر دو، پھر ایسی زنجیر میں ان کو جکڑ دو جس کی پیمائش ستّر ذراع ہے۔ (۶۹ : ۳۰-۳۲)

ف:- اس ذراع کی لمبائی کا اندازہ حدیثِ ذیل سے لگایا جا سکتا ہے:-

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر سیسے کے ایک (گول) ٹکڑے کو جو کھوپڑی کے مانند ہو، آسمان سے زمین کی طرف ڈالا جائے، جس کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ کا ہے، تو وہ ایک رات گزرنے سے پہلے زمین پر پہنچ جائے لیکن اگر اس سیسے کے ٹکڑے کو اس زنجیر کے کنارے سے چھوڑا جائے جس میں دوزخیوں کو جکڑا جائے گا تو چالیس برس تک لڑھکتے رہنے کے باوجود اس کی انتہا یا جڑ تک نہ پہنچے گا۔ (ترمذی)

ج۔ دوزخیوں کی خوراک

جنّتی کھانے تو دوزخیوں پر (قطعی) حرام ہوں گے۔ (۷ : ۵۰)

ان کا کھانا تو گلے میں اٹکنے والا ہو گا۔ (۷۳ : ۱۳)

ضریع (دوزخ میں ایک خار دار درخت ہے، جو تلخی میں ایلوئے سے زیادہ، بدبو میں مردار سے بدتر اور گرمی میں آگ سے بڑھ کر ہے۔ وہ) ان کو کھانے کو ملے گا، وہ نہ جسموں کو موٹا کرے گا اور نہ اس سے بھوک رفع ہو گی۔ (۸۸ : ۶۔۷)

ان کو زقوم کے درخت میں سے (بھی) کھانے کو دیا جائے گا۔ یہ درخت دوزخ کی تہ میں سے اگتا ہے۔ اس کا سر بہت ہی بدنما شیطانوں کے سروں جیسا ہے۔ ان کو زقوم کھلانے کے بعد اوپر سے گرم پانی پلایا جائے گا اور سر پر بھی گرم پانی ڈالا جائے گا۔ یہ کھانا ان کے پیٹوں میں پگھلے ہوئے تانبے کی طرح جوش مارے گا پھر ان کو آگ کے ڈھیر میں لے جایا جائے گا۔ اور وہ آگ اور کھولتے ہوئے پانی میں چکر کاٹتے رہیں گے۔ (۳۷ : ۶۲ - ۶۸؛ ۴۴ : ۴۳-۵۰؛ ۵۶ : ۵۱-۵۳؛ ۵۵ : ۴۳-۴۴)

ان کو پینے کے لیئے گرم پانی اور پیپ ملے گی مگر اس سے ان کی پیاس کم نہ ہوگی۔ ٹھنڈے پانی کا تو وہاں نام و نشان بھی نہ ہوگا۔ پیاس وہاں اونٹوں کی پیاس جیسی ہوگی (یعنی ایسی نہ ہوگی کہ تھوڑے پانی سے بجھ جائے) یہ پیپ (جو ان کو پینے کو ملے گی) گھونٹ گھونٹ پینے سے بھی حلق سے نیچے نہ اترے گی اور پینے کا پانی انتڑیوں کو کاٹتے ہوئے پیٹ میں اتر جائے گا۔ (۳۸ : ۵۵-۵۸ ؛ ۵۶ : ۵۴-۵۵ ؛ ۷۸ : ۲۱-۲۶ ؛ ۱۴ : ۱۶-۱۷ ؛ ۴۷ : ۱۵)

احادیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

(۱) حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے اس ارشادِ باری اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ (یعنی زقوم کا درخت گنہگاروں کا کھانا ہے مہل کی مانند۔ ۴۴ : ۴۳-۴۵) کے لفظ مُہل کے متعلق فرمایا کہ وُہ زیتوں کی تلچھٹ ہے جس وقت اس کو دوزخی کے منہ کے قریب لایا جائے گا۔ (تو گرمی کی وجہ سے) اس کے منہ کی کھال اس میں گر پڑے گی۔ (ترمذی)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ گرم پانی دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا یہاں تک کہ اس کی گرمی سر سے لے کر پیٹ تک پہنچ جائے گی اور ان چیزوں کو کاٹ ڈالے گی جو پیٹ کے اندر ہیں، اور وہ چیزیں قدموں کی راہ سے نکل جائیں گی، اور یہی صہر ہے اور پھر اس کو ایسا ہی کر دیا جائے گا جیسا وہ تھا۔ (ترمذی)
(اسی صہر کا ذکر سورہ الحج کی آیات ۱۹ اور ۲۰ میں ہے يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ یعنی ان کے سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا جس سے وُہ چیز جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں گلائی جائینگی)

(۳) حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشادِ باری تعالیٰ یَتَجَرَّعُہٗ وَلَا یَکَادُ یُسِیغُہٗ (۱۴ : ۱۷۔ یعنی دوزخیوں کو دوزخیوں کی پیپ پلائی جائے گی، جس کو وُہ گھونٹ گھونٹ پئیں گے) کے متعلق فرمایا۔ یہ پیپ دوزخیوں کے مُنہ کے قریب لائی جائے گی، جس سے وُہ مُنہ بنائیں گے، پھر جب اس کو منہ میں ڈالا جائے گا تو منہ کو بھون ڈالے گی اور اس سے سر کی کھال گر پڑے گی۔ پھر جب وُہ پیٹ میں جائے گی تو آنتوں کو پارہ پارہ کر دے گی، یہاں تک کہ وُہ آنتیں پاخانہ کے مقام سے نکل جائیں گی۔ چنانچہ باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوزخیوں کو گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو پاش پاش کر دے گا اور باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر دوزخی (ٹھنڈے) پانی کے لیئے فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی اس پانی سے کی جائے گی جو تلچھٹ کی مانند ہو گا، جو منہ کو بھون ڈالے گا اور یہ بہت بُری پینے کی چیز ہے (ترمذی)

(۴) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر اس پیپ کا ایک ڈول جو دوزخیوں کے زخموں سے جاری ہو گی، دنیا میں ڈال دیا جائے تو دنیا کے تمام لوگ سڑ جائیں (ترمذی)

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (۳ : ۱۰۲۔ یعنی اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو جتنا اس کا حق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور تم نہ مرو مگر اسلام کی حالت میں) اور پھر فرمایا۔ اگر زَقُّوم کے درخت کا ایک قطرہ پانی دنیا کے کسی گھر میں ٹپک پڑے، تو زمین میں بسنے والوں کے اسبابِ زندگی کو تباہ و برباد کر دے۔ پھر

اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک زقوم ہوگی۔ (ترمذی)

د۔ طویل قید

سرکشوں کو دوزخ میں قرنہا قرن رہنا ہوگا۔ (۷۸ : ۲۱-۲۳)
وہاں نہ تو کوئی مرے گا اور نہ وُہ جیتے رہنا ایسا ہوگا جس کو زندگی کہا جا سکے۔
(۲۰ : ۷۴ ؛ ۸۷ : ۱۳)
غرضیکہ نہ تو وہاں موت آئے گی اور نہ عذاب میں کمی ہوگی اور ان سے کہا جائے گا کیا تم کو (دنیا میں) لمبی عمریں نہ دی گئی تھیں کہ تم نصیحت حاصل کرتے۔ اب تو تم کو ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہوگا۔ (۳۵ : ۳۶-۳۷ ؛ ۴۳ : ۷۷)

ہ۔ دوزخیوں کی بے بسی

دوزخیوں کو دھکا دے کر آگ میں ڈال دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اب دیکھو! کیا یہ حقیقی آگ ہے یا جادو کا کھیل ہے؟ اب تم اس پر صبر کرو یا نہ کرو، یہ تمہارے کیئے کا بدلہ ہے۔ (۵۲ : ۱۳-۱۶)
یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ انہوں نے نذیروں (یعنی پیغمبران علیہم السّلام) کا کہنا نہ مانا اور اپنے گمراہ آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے رہے۔
(۳۷ : ۶۲-۷۳)

حدیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! (خدا کے خوف سے) روؤ۔ اگر نہ رو سکو تو بہ تکلف روؤ اس لیے کہ دوزخی دوزخ کے اندر روئیں گے، اور ان کے آنسو ان کے رخساروں پر اس طرح بہیں گے گویا کہ وہ نالیاں ہیں۔ پھر آنسو ختم ہو جائیں گے اور خون جاری ہوگا اور آنکھوں کو زخمی کر دے گا۔ اگر ان کے آنسوؤں میں کشتی جاری کی جائے تو البتہ وہ چل سکے۔ (شرح السنۃ)

د۔ سانپ اور بچھو

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخ میں بختی اونٹ کے برابر سانپ ہیں۔ یہ سانپ ایک مرتبہ کسی کو کاٹے تو اس کا درد اور زہر چالیس۴۰ برس تک رہے گا اور دوزخ میں پالان بندھے خچروں کے مانند بچھو ہیں، ان کے ایک مرتبہ کاٹنے سے زہر کا اثر چالیس۴۰ سال تک رہے گا۔ (احمد)

ذ۔ دوزخ کو بھرا جائے گا

جب شیطان نے سجدہ آدمؑ سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ سے بحث کرتے ہوئے

بنی آدمؑ کو گمراہ کرنے کی دھمکی دی تھی، تو باری تعالیٰ نے اعلان فرما دیا تھا کہ میں تجھ سے اور تیری اتباع کرنے والوں سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ (۷: ۱۱-۱۸ ÷ ۳۸: ۷۱-۸۵)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ میں دوزخ کو جنّوں اور انسانوں سے بھر دوں گا، بالکل ثابت ہو چکا ہے اور یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ (۳۲: ۱۳ ÷ ۱۱: ۱۱۹)

(حشر کے) دن باری تعالیٰ جہنم سے پوچھے گا۔ کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی (ابھی نہیں) کیا کچھ اور بھی ہے؟ (۵۰: ۳۰)

حدیثِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم:-

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخ میں لوگوں کو برابر ڈالا جاتا رہے گا، اور وہ کہتی رہے گی کہ کچھ اور ہے؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا پاؤں رکھ دے گا۔ اس وقت دوزخ کے بعض اجزاء بعض میں داخل ہو جائیں گے، یعنی دوزخ سمٹ جائے گی اور پھر کہے گی۔ بس بس! تیری عزّت اور تیری بخشش کی قسم میں بھر گئی!! اسی طرح جنت کے اندر مکانات میں زیادتی اور وسعت ہوتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق کو پیدا کر دے گا اور جنّت کے خالی مکانات کو اس سے بھر دے گا۔ (بخاری و مسلم)

۴- دوزخ میں داخلہ

حشر کے دن دوزخ کو دہکایا جائے گا۔ (۸۱: ۱۲)

اور کفار کو دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا، حتیٰ کہ جب وُہ اس کے قریب پہنچیں گے تو دوزخ کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور داروغہ جہنم ان سے پوچھیں گے، کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسُول نہ آئے تھے، جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور اس ملاقات کے دن سے ڈراتے تھے؟ وُہ کہیں گے۔ کیوں نہیں! (یقیناً آئے تھے، مگر ہم نے انکار کیا) اور خدا کا حکمِ عذاب پورا ہو کر رہا۔ ارشاد ہوگا۔ دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، یہ متکبروں کا کیسا بُرا ٹھکانا ہے!! (۳۹ : ۷۱-۷۲)

جب دوزخیوں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اس کا دھاڑنا سنیں گے اور وُہ اچھل رہی ہوگی اور ایسا لگے گا کہ گویا جوش سے دوزخ پھٹ پڑے گی۔ جب بھی اس میں کسی گروہ کو ڈالا جائے گا، تو داروغۂ جہنم ان سے کہیں گے، کیا تمہارے پاس نذیر (اللہ تعالیٰ کا ڈر سنانے والا پیغمبر) نہ آیا تھا؟ وُہ کہیں گے۔ ہاں آیا تو تھا لیکن افسوس کہ ہم نے اس کو نہ مانا، (بلکہ الٹا) ہم نے یہ کہا کہ تم پر اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا اور تم (سب نُذُر و رُسُل جو اپنے اپنے زمانوں میں آئے) بڑی گمراہی میں ہو۔ (دوزخی پچھتاتے ہُوئے مزید) کہیں گے۔ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم اہلِ دوزخ میں سے نہ ہوتے!! پس (اس طرح) وُہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے۔ پس اہلِ دوزخ پر لعنت ہے۔ (۶۷ : ۷-۱۱)

(عذاب سے تنگ آکر) دوزخی دوزخ سے نکلنا چاہیں گے، مگر وُہ نہ نکل سکیں گے اور ان کے لیئے دائمی عذاب ہوگا۔ (۵ : ۳۷)

اللہ تعالیٰ چاہے تو ان بدبختوں کو دوزخ سے نکال بھی سکتا ہے۔ (۱۱ : ۱۰۶-۱۰۷)
مگر وہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا، اور وُہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ (۴ : ۱۶۸-۱۶۹)
مشرک تو ہرگز دوزخ سے نکل ہی نہیں سکتے۔ (۲ : ۱۶۵-۱۶۷)

اللہ اور رسولؐ کے نافرمان ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ (۷۲: ۲۳)
یہودی بھی ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہیں گے۔ ان کا یہ خیال کہ ان کو آگ صرف چند روز کے لیئے چھوئے گی۔ بالکل غلط ہے۔ (۲: ۸۰-۸۱)
مجرموں کو ہمیشہ دوزخ میں رکھا جائے گا۔ وہاں تو موت بھی نہیں آئے گی۔ (۴۳: ۷۴-۷۷)

۵۔ دوزخیوں کی بات چیت

کفّار کو دوزخ میں ڈال کر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا میری آیتیں تم پر نہ پڑھی گئیں تھیں؟ مگر تم نے تکبّر کیا اور گنہگار رہے۔ اور جب تم سے قیامت کے بارے میں کہا گیا تو تم نے کہا کہ ہم قیامت کو نہیں جانتے۔ ہاں ایک خیال سا تو آتا ہے مگر ہم کو قیامت کا یقین نہیں آتا۔ پس آج تم کو تمہارے اس تمسّخر نے گھیر لیا اور آج ہم تم کو اسی طرح بھلا دیں گے جس طرح تم نے ہم کو دنیا میں بھلا دیا تھا۔ پس تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں ہوگا۔ یہ اس لیئے ہوا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مذاق اڑایا۔ اور دنیا کی زندگی نے تم کو فریب میں رکھا۔ پس آج تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا اور تم دوزخ سے نہ نکالے جاؤ گے۔ اور نہ اب تم سے توبہ مطلوب ہے۔ (۴۵: ۳۱-۳۵)

دوزخیوں کے چہروں کو آگ جھلس دے گی اور ان کی شکلیں بگڑ جائیں گی اور وہ تیوری چڑھائیں گے اس پر اللہ تعالیٰ پوچھے گا۔ کیا تم کو میری آیتیں نہ سنائی گئی تھیں! پھر تم ان کو جھٹلاتے تھے!! وہ جواب دیں گے۔ اے ہمارے رب! ہم پر

بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم گمراہ رہے۔ اب ہم کو اس عذاب سے نکال لے۔ اگر ہم پھر (وہی حرکتیں) کریں تو ہم گنہگار رہوں گے۔ ارشاد ہو گا۔ بکو اس مت کرو! تم تو میرے نیک بندوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے، حتیٰ کہ تم میری یاد بھول بیٹھے اور ان پر ہنستے رہے (پس آج اپنے کئے کا مزہ چکھو)۔ (۲۳ : ۱۰۳-۱۱۰)

(اس پر) ناتواں دوزخی متکبروں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع تھے، اب عذاب میں کمی کراؤ۔ وہ جواب دیں گے کہ (کمی کیا کرائیں) ہم بھی تو تمہارے ساتھ عذاب میں مبتلا ہیں۔ پھر یہ دوزخی داروغۂ جہنم سے کہیں گے۔ اپنے رب سے استدعا کرو کہ ہم پر ایک دن عذاب میں کچھ تخفیف کر دیا کرے۔ جواب ملے گا۔ کیا تمہارے پاس رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر نہ آئے تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں! (ضرور آئے تھے!!)۔ داروغۂ جہنم کہیں گے۔ پھر تم خود ہی اللہ تعالیٰ سے استدعا کر لو۔ مگر کافروں کی استدعا محض بے اثر ہوگی۔ (۴۰ : ۴۷-۵۰)

جنتی دوزخیوں سے پوچھیں گے کہ ہم نے تو اپنے رب کے وعدے کو پالیا، کیا تم نے بھی اس وعدے کو پالیا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ وہ جواب دیں گے۔ ہاں۔ پھر ایک پکارنے والا ان کے درمیان پکارے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو وہ جو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے تھے اور آخرت سے بھی منکر تھے۔ (۷ : ۴۴-۴۵)

جنتی دوزخیوں سے مزید پوچھیں گے۔ اچھا تم یہ تو بتاؤ کہ تم دوزخ میں کیسے پہنچ گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہ پڑھتے تھے، مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے حق والوں کے ساتھ بحث کیا کرتے تھے، قیامت کو جھٹلاتے تھے، حتیٰ کہ ہمیں موت آگئی اور سفارش کرنے والوں کی سفارش بھی ہمارے کسی کام نہ آئی۔ (۷۴ : ۴۰-۴۸)

دوزخی جنتیوں سے درخواست کریں گے کہ ہم پر اتنا رحم کرو کہ ایک گھونٹ ٹھنڈے پانی کا ہم کو پلا دو، یا اپنے کھانے میں سے تھوڑا سا ہمیں دے دو۔ جواب ملے گا۔ جنتی کھانے کافروں پر حرام ہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنایا اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈالے رکھا۔ پس آج کے دن اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلا دیا جس طرح انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جس طرح کہ وُہ ہماری نشانیوں سے منکر تھے۔ (۷: ۵۰-۵۱)

۶۔ دوزخی کون لوگ ہونگے؟

۱۔ کفّار

کفّار کے لیئے اللہ تعالیٰ کی یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وُہ دوزخی ہیں اور جہنّم کا ایندھن ہیں۔ (۴۰: ۶؛ ۳: ۱۰)

ان کے لیئے سخت اور دردناک عذاب ہوگا۔ (۳: ۴، ۹۱)

ان کے لیئے تباہی اور آگ کا عذاب ہوگا۔ (۸: ۱۴؛ ۳۸: ۲۷)

ان کو اکٹھا کر کے جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ (۸: ۳۶؛ ۳۹: ۷۱)

اور مغلوب کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا (۳: ۱۲)

ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے، فرشتوں کی طرف سے اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہوگی۔ وُہ اس لعنت میں ہمیشہ رہیں گے، نہ ان سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا اور نہ مہلت دی جائے گی۔ (۲: ۱۶۱-۱۶۲)

ان کو دوزخ پر حاضر کر کے کہا جائے گا کہ یہ وُہ جہنم ہے جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا۔

آج کے دن اپنے کفر کے سبب تم اس میں جا پڑو۔ (۳۶ : ۶۳-۶۴)
کفار کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے دوزخ میں رکھا جائے گا۔ (۴ : ۱۶۹)

ب۔ منافق

منافقوں کو بھی کفار کے ساتھ ہی دوزخ میں جمع کر دیا جائے گا، اور ان کو بھی اسی طرح دردناک عذاب ہوگا۔ (۴ : ۱۴۰-۱۴۴)

وُہ جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور وہاں کوئی ان کا یار و مددگار نہ ہوگا۔ (۴ : ۱۴۵)

ج۔ مشرک

مشرکوں کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (۵۰ : ۲۴-۲۶)

اور وُہ آگ سے نکل نہ سکیں گے۔ (۲ : ۱۶۷)

معبودانِ باطل اور ان کے پوجنے والے سب دوزخی ہیں۔ (۲۱ : ۹۸-۱۰۰)

اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا بخش دے گا، مگر مشرک کو ہر گز نہیں بخشے گا۔ مشرک تو بہت بڑے جرم کا مرتکب ہوتا ہے اور بہت دُور کی گمراہی میں جا پڑتا ہے (اس لیئے وُہ بخشش کا مستحق کیسے ہو سکتا ہے؟) (۴ : ۴۸، ۱۱۶)

د۔ مفتری

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے دوزخی ہیں۔ (۷ : ۳۷)
جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وُہ بھی افتراء پرداز ہی ہوتا ہے (۴ : ۴۸)
اللہ تعالیٰ کے سِوا خدائی کا دعوٰی کرنے والے بھی دوزخی ہیں۔ (۲۱ : ۲۹)

ہ۔ مکذِّب

اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب کرنے والے اور اس کی نشانیوں سے تکبّر کرنے والے دوزخی ہیں۔ (۷ : ۳۶)
اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب کرنے والوں کے لیئے سخت عذاب ہے۔ ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ دوزخ تو ان کی گھات میں ہے۔ (۳ : ۱۱؛ ۷۸ : ۲۱-۲۸)
اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں کجروی کرنے والے دوزخی ہیں۔ وُہ اللہ سے مخفی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (۴۱ : ۴۰)
اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرنے والے بدبخت ہیں۔ ان کو آگ میں بند کر دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ (۹۰ : ۱۹-۲۰)
بدبخت، مکذِّب اور روگردانی کرنے والوں کو شعلوں والی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (۹۲ : ۱۴-۱۶)
(خلاصہ یہ کہ) وُہ لوگ جو کافر رہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا، وُہ دوزخی ہیں۔ (۵ : ۸۶)

د۔ منکر و متکبّر

جن لوگوں نے ایمان لانے میں عار کی اور تکبّر کیا، ان کو بھی عذاب ہوگا۔(۴: ۱۷۳)
عبادتِ الٰہی سے تکبّر کرنے والے ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے۔(۴۰: ۶۰)
کیا متکبروں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہے؟ (کیوں نہیں! یقیناً ہے!!) (۳۹: ۶۰)
ان سے کہا جائے گا۔ دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، پھر اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو۔ پس کیسا بُرا ٹھکانا ہوگا تکبر کرنے والوں کا!! (۱۶: ۲۹ ؛ ۳۹ : ۷۲ ؛ ۴۰: ۷۶)
یادِ الٰہی سے اعراض کرنے والے بھی چڑھتے ہوئے عذاب میں داخل کئے جائیں گے۔
(۷۲ : ۱۷)

ذ۔ سرکش اور غنڈہ عناصر

جو لوگ اللہ کی راہ سے بے راہ ہو کر شیطان کے پیچھے لگ جائیں گے، ان سب کا وعدہ دوزخ ہے۔ (۱۵ : ۴۲-۴۳)
ان سب سے دوزخ کو بھر دیا جائے گا۔(۷ : ۱۸؛ ۳۸ : ۸۵)
دوسروں کا مال ناحق کھانے والے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے والے دوزخی ہیں۔(۴ : ۲۹-۳۰)
جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالے، تو اس کی سزا دوزخ ہے، اس میں اس کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہوگی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار ہے۔(۴ : ۹۳)

اللہ کی حدوں کو توڑنے والے دائمی جہنمی ہیں، ان کے لیئے ذلّت کا عذاب ہوگا۔ (۴ : ۱۴)

سرکش اور طالبِ دنیا کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (۷۹ : ۳۷-۳۹)

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمئن ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے بے خبر ہیں۔ ان کا ٹھکانا آگ ہے (۱۰ : ۷-۸)

حشر کے دن بدکرداروں پر ذلّت چھا جائے گی اور ایسا محسوس ہوگا گویا ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑے ہیں، یہ لوگ دوزخی ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور دوزخ سے الگ نہ کیئے جائیں گے۔ (۱۰ : ۲۷ و ۸۲ : ۱۴-۱۶)

بدکرداروں کے اعمالنامے بھی ایک ایسے دفتر میں رہتے ہیں جس کو سجّین کہتے ہیں یہ لوگ جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور روزِ جزا کو جھٹلانے والے تو وہی لوگ ہُوا کرتے ہیں جو سرکش اور مجرم ہوتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ محض سابقہ لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ اِصل بات یہ ہوتی ہے کہ ان کی بدکرداریوں سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ جاتا ہے (اور وُہ حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتے) حشر کے دن یہ لوگ اپنے پروردگار سے حجاب میں رہیں گے۔ پھر دوزخ میں داخل ہوں گے اور پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہی (وُہ دوزخ) ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ (۸۳ : ۷-۱۷)

ح ۔ بے انصاف، خود پسند اور ناشکرے

بے انصاف لوگ بھی دوزخ کا ایندھن ہیں۔ (۷۲ : ۱۵)

اللہ تعالیٰ کے لیئے گھٹیا چیز پسند کرنے والوں اور خود اعلیٰ چیزوں کے لائق ہونے

کا دعویٰ کرنے والوں کی سزا بھی دوزخ ہی ہے۔ (۱۶ : ۶۲)
(حق سے) عناد رکھنے والے کافر، بھلائی سے منع کرنے والے، حدِّ (عبودیت) سے گزر جانے والے، (دین اسلام کے بارے میں) شکوک و شبہات پیدا کرنیوالے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود قرار دینے والے، ان سب کو دوزخ کے سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ (۵۰ : ۲۴-۲۶)
جو لوگ مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس کو پکارتے ہیں اور جب باری تعالیٰ ان کو اپنے انعامات سے نواز دیتے ہیں تو وُہ سابقہ دعاؤں کو بھُول کر اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، ایسے لوگ بھی دوزخی ہیں۔ (۳۹ : ۸)

ط۔ کنجوس

خود کنجوسی کرنے والے اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی تعلیم دینے والے دوزخی ہیں۔ (۴ : ۳۷)
مال کو اکٹھا کر کے بند رکھنے والے بھی دوزخی ہیں۔ (۱۰۴ : ۱-۹)
دوزخ ان کو پکار رہی ہے۔ (۷۰ : ۱۶-۱۸)

ی۔ فضول خرچ

مال کو بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ (ظاہر ہے کہ ایسے لوگ اپنے بھائی شیطان کے ساتھ دوزخ میں ہوں گے)۔

(۱۷ : ۲۶-۲۷)
اللہ تعالیٰ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ (۶ : ۱۴۱؛ ۷ : ۳۱)
کنجوسی اور فضول خرچی دونوں کا انجام ملامت اور حسرت ہوتا ہے۔ (۱۷ : ۲۹)
اور ان دونوں کے درمیان کی راہ (یعنی کفایت شعاری) اعتدال کی راہ ہے۔
(۲۵ : ۶۷)

ک۔ اصحابِ شمال

حشر کے روز جن لوگوں کے اعمالنامے بائیں ہاتھ میں ہوں گے، ان کے لیئے دوزخ اور کھولتا ہوا پانی ہے۔ (۵۶ : ۴۱-۵۶ : ۹۲-۹۴)
یہ لوگ (اس عذاب کو دیکھ کر) موت موت پکاریں گے۔ (مگر اس شور و پکار سے کچھ فرق نہ پڑے گا) اور ان کو دوزخ میں پہنچنا ہوگا۔ (۸۴ : ۱۰-۱۲)

۷۔اعراف

۱۔محلِّ وقوع

جنّت اور دوزخ کے درمیان ایک حجاب (یعنی پردہ) ہے، اس کا نام اعراف ہے۔ (۷ : ۴۶)

اعراف میں جو لوگ ہوں گے وُہ اہلِ جنّت اور اہلِ دوزخ (دونوں) کو پہچانتے ہوں گے۔ (۷ : ۴۶)

یہ وُہ لوگ ہوں گے جو جنّت کے امیدوار ہوں گے، مگر ابھی تک جنّت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے۔ (۷ : ۴۶)

۲۔اہلِ اعراف کی بات چیت

اہلِ اعراف جنّتیوں کو (دیکھیں گے تو ان کو) سلام کریں گے۔ (۷ : ۴۶)

پھر جب ان کی نگاہیں اِدھر سے ہٹ کر دوزخیوں پر پڑیں گی، تو وُہ ان کو دیکھ کر دُعا کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہم کو ظالموں میں سے نہ کیجئیو۔ (۷ : ۴۷)

اہلِ اعراف دوزخیوں میں سے اپنی جان پہچان والوں کو کہیں گے۔ دیکھا! تمہارا تکبّر

اور تمہاری دھڑے بندی تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی ۔ اور ہاں ذرا دیکھو تو: کیا یہ جنتی، وہی لوگ نہیں ہیں، جن کے بارے میں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ رحمت نہیں فرمائے گا؟ ان کو تو آج کہہ دیا گیا کہ "تم جنت میں داخل ہو جاؤ! تم کو وہاں نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہوگے!!"۔ (۷: ۴۸-۴۹)

۸۔ موت کی موت

۱۔ دوزخی اور جنّتی کبھی نہیں مریں گے

دوزخیوں کو دوزخ میں بڑے سخت عذابات ہوں گے، اور ہر طرف سے اُن کی موت کا سامان ہوگا، مگر وُہ مریں گے نہیں۔ (۱۴: ۱۵-۱۷)

وہاں نہ تو ان کو موت آئے گی، اور نہ وُہ جینا ایسا ہوگا جس کو زندگی کہا جا سکے۔

(۲۰: ۷۴؛ ۸۷: ۱۱-۱۳)

ان پر قضا آئے گی ہی نہیں کہ جس سے وُہ مریں۔ (۳۵: ۳۶)

(اسی طرح) جنّتی جنّت میں ہمیشہ رہیں گے۔ (ان کو بھی موت نہ آئے گی)۔

(۲۰: ۷۵-۷۶)

۲۔موت کو ذبح کر دیا جائے گا

موت نہ آنے کی وجہ یہ ہو گی کہ موت ہو گی ہی نہیں جو آئے۔ بہشتی زیور حصہ ہفتم (مطبوعہ جامعہ پریس دہلی) کے صفحہ ۷۴ پر ہے کہ :۔

"جب سب جنتی اور دوزخی اپنے اپنے ٹھکانے ہو جائیں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ دوزخ اور جنت کے بیچ میں موت کو ایک مینڈھے کی صورت پر حاضر کر کے سب جنتیوں اور دوزخیوں کو دکھلا کر اس کو ذبح کرا دیں گے اور فرمائیں گے۔ اب نہ تو جنتیوں کو موت آئے گی اور نہ دوزخیوں کو، سب کو اپنے اپنے ٹھکانے پر ہمیشہ کے لیے رہنا ہو گا۔ اس وقت نہ جنتیوں کی خوشی کی کوئی حد ہو گی اور نہ دوزخیوں کے صدمے اور رنج کی کوئی انتہا ہو گی"۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ۝ اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِیْ بِالْعِلْمِ وَزَيِّنِّیْ بِالْحِلْمِ وَاَكْرِمْنِیْ بِالتَّقْوٰى وَجَمِّلْنِیْ بِالْعَافِيَةِ وَتَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝ وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝

بالخیر تمت

۲۶ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۷۹ء
جمعۃ المبارک
بالوا منزل - ۴۲ - ایل/۲
پاکستان ایمپلائز ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی ۲۹ پاکستان

ابوالبشیر محمد حسین بالوا عفی عنہ
خطیب مسجد رحمانیہ
لیاقت بیرکس - کراچی ۴

مضامین القرآن مسمّٰی بہ تسہیل الفرقان

مضامینِ قرآنی کا یہ سلسلہ مندرجہ ذیل دس حصّوں پر مشتمل ہے :-

① **ایمان** ○ جلد اوّل ۔ توحید و رسالت ۔ مقامِ الوہیت و مقامِ رسالت ۔

○ جلد دوم ۔ ایمانیات ۔ ملائکہ ۔ کتب سماوی ۔ تقدیر ۔ بعثت ۔

② **اسلام** ○ جلد اوّل ۔ فلسفۂ مذہب اور صداقتِ اسلام ۔ **نماز روزہ زکوٰۃ**

○ جلد دوم ۔ بیت اللہ و مدینہ منورہ کی تاریخ اور حج و زیارات کے احکام ۔

③ **معاشرت** ۔ اسلامی دستورِ حیات ، حقوق و فرائض کی تقسیم ۔

④ **اقتصادیات** ۔ فلسفۂ تقسیمِ رزق ۔ اسلام کے اقتصادی احکام ۔

⑤ **سیاست** ۔ خلافتِ الٰہیہ ۔ اسلام کا سیاسی نظام ۔

⑥ **سائنس** ۔ مقصد و تخلیقِ کائنات ۔ علومِ حیات ۔ نباتات ۔ حیوانات ۔ نفسیات

طِبّ وغیرہ ۔

⑦ **تصوّف** ۔ تخلیقِ کائنات کے بعد معرفت و رضائے الٰہی تک ۔

⑧ **تبلیغ** ۔ ختمِ نبوت کا تقاضا اور فرضیت و اصول تبلیغِ دین ۔

⑨ **متفرق** ۔ دیگر عنوانات جو مذکورہ بالا حصّوں میں نہ سما سکے ۔

⑩ **قصص الفرقان** ○ حضرت آدم علیہ السّلام سے حضرت ابراہیم ، اسمٰعیل

و اسحٰق علیہم السّلام تک ۔

○ حضرت یعقوب علیہ السّلام سے حضرت عیسٰی علیہ السّلام تک ۔

○ حیات طیّبہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ۔

نوٹ :- ہر حصّہ اپنے متعلقہ مضامین کے اعتبار سے مکمل اور مستقل حیثیت رکھتا ہے ، اس لیئے جتنے حصّے موجود ہیں ان کو جلد حاصل کر لیں تاکہ ختم ہو جانے پر اگلی اشاعت کا انتظار نہ کرنا پڑے ۔

تسہیل الفرقان کے متعلق

مشاہیر علماءِ کرام کے ارشادات

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ کے ان ہی مقبول بارگاہ بندوں میں سے جنکو قرآن کریم کے اشتغال اور کسی نئی خدمت کا موقع عنایت فرمایا گیا ہے۔ جوان صالح، فہیم و فطین اور پُرجوش مبلغ مولوی محمد حسین صاحب پالوا بھی ہیں جنہوں نے انتہائی ذوق و شوق اور بڑی کاوش و محنت کے ساتھ قرآنِ کریم کی یہ انوکھی خدمت پیش کی ہے حق تعالیٰ اس علمی سرمایہ کو ہدایتِ عام و خاص کا ذریعہ بنائیں اور مؤلف سلمہٗ کو اجرِ جزیل عطا فرماویں۔ آمین! مجھے یقین ہے کہ اہل علم اس قیمتی سرمایہ علم سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرینگے"۔

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الادب دارالعلوم دیوبند

خدا کا شکر ہے کہ میرے عزیز دوست مولوی محمد حسین صاحب پالوا کے مبارک قلب میں اس خیال کا القا ہوا اور ممدوح نے سالہا سال کی عرق ریزی کے بعد قرآنی مضامین کا ذخیرہ اسطرح ترتیب دیا کہ اب اس کنزِ مکنون کو حاصل کرنا آسان ہو گیا اور نہ صرف یہ کہ یہ کتاب سمجھدار اردو داں حضرات کیلئے مفید ہے بلکہ بہت سے مضامین اسمیں ایسے ہیں کہ ان عربی داں لوگوں کی نظر سے بھی اوجھل ہیں جنہوں نے قرآنِ کریم کا مطالعہ پورے غور و خوض کے ساتھ نہیں کیا۔ فی الحقیقت یہ کتاب جامع اور تکمیل تبلیغ کے لئے وافی ہے۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ قادرِ مطلق ممدوح کی اس سعی کو قبول و مشکور فرماوے اور تمام مرضیات کی توفیق دے۔

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی مفتی اعظم پاکستان

ماشاء اللہ ایک نئے اسلوب سے قرآن کی عمدہ خدمت کی ہے جس کے ذریعہ نو تعلیم یافتہ، ملازمت پیشہ، کاروباری مسلمان تھوڑی فرصت میں مضامینِ قرآنیہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ میری نظر میں یہ کتاب واعظین اور مبلغین کیلئے مفید اور نو تعلیم یافتہ طبقہ کیلئے مضامین قرآنیہ سے مناسبت پیدا کرنیکا عمدہ ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولف سلمہٗ کو جزائے خیر اور اس تصنیف کو مقبولیت عامہ عطا فرماویں۔ واللہ الموفق والمعین